TEXT DARK AND LIGHT WITH IN THE BOOK ONLY

UNIVERSAL LIBRARY

OU_226082

UNIVERSAL LIBRARY

جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل کان زھوقا

کتاب

حمایت الاسلام

مصنفہ عالم جلیل فاضل نبیل عمدۃ المحققین فخر المتکلمین افضل الحکماء المتالہین معین العلماء مولانا السید احمد صاحب قبلہ مجتہد العصر خلف ارشد حضرت شمس العلماء مولانا السید محمد ابراہیم صاحب مجتہد العصر طاب ثراہ بہ تصحیح عالیجناب تقدس مآب مولوی سید سجاد حسن صاحب قبلہ جونپوری - وحسن اہتمام حقیر سراپا تقصیر سید مجتبیٰ حسن مجتبیٰ - منیجر - ابن جناب سید محمد صاحب داروغہ سرکار شریعت مدار رضوانمکان آقا سید ابو الحسن صاحب قبلہ - عرف سید بچھن صاحب اعلی اللہ مقامہ مالک مطبع

تصویر عالم پریس لکھنؤ دوبارہ با حلیۂ طبع آراستہ شد

۲۹۷۶۸۵
۲۳۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد و ستائش* لائق و سزاوار ہے اوس خداے پاک کی جو تمام جہانون کا رب ہے۔ بڑا مہربان صاحب رحم۔ روز جزا کا مالک ہے۔ اے خدا تیری ہی عبادت کرتے ہین اور تجھی سے مدد چاہتے ہین۔ ہمکو سیدھی راہ دکھا۔ اون لوگون کی سی جنپر تو نے فضل کیا۔ اور اون لوگونکی راہ نہ دکھا جنپر تیرا غضب ہوا ہے۔ اور نہ دکھا ہمکو گمراہون کی راہ۔ خداوندا محمدؐ و آل محمدؐ پر رحمت نازل فرما۔ جیسے ابراہیم اور آل ابراہیمؑ پر تو نے رحمت نازل فرمائی بیشک تو عظمت والا ہے۔ اور محمدؐ و آل محمدؐ پر برکت نازل کر جیسے تو نے ابراہیم و آل ابراہیم پر برکت بھیجی بے شبہ تو بزرگی اور خوبیون والا ہے۔

بے شبہ اور بیشک یہی وہ دین ہے جو ایک بڑا انبار کوڑے کرکٹ کا تہ و بالا کرنے سے اپنی جھلک اوس بیش بہا ہیرے کی طرح دکھاتا ہے جو مدت ہاے دراز سے انسان کے واسطے محفوظ ہے جسکی نیست و نابود کرنیکی متعصبین و

---

* سورۂ حمد کا لفظی ترجمہ ۱۲ ‡ اللھم صل علی محمد و آل محمد کما صلیت علی ابراھیم و آل ابراھیم انک حمید مجید و بارک علی محمدؐ و آل محمدؐ کما بارکت علی ابراھیم و آل ابراھیم انک حمید مجید۔ کا لفظی ترجمہ ۱۲۔

جاء الحق و زہق الباطل ان الباطل کان زہوقا

کتاب

حمایت الاسلام

OSMANIA UNIVERSITY
COLLEGE LIBRARY.

جلد اول

مصنفہ عالم جلیل فاضل نبیل عمدۃ المحققین فخر المتکلمین افضل الحکماء المتاخرین
معین العلماء علامہ ہندی السید احمد صاحب قبلہ مجتہد العصر
خلف ارشد حضرت شمس العلماء مولینا السید محمد ابراہیم صاحب

طاب ثراہ

باہتمام جناب داروغہ سید محمد غضنفر حیدر صاحب

در تصویر عالم پریس لکھنؤ [illegible] طبع شد

مختصر فہرست موجودہ کتبخانہ اثنا عشری مطبع تصویر عالم ڈیوڑھی آغا میر لکھنؤ

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب
لب اللباب مصنفہ جناب مولانا		ہر یہ اس قابل ہے کہ مومنین		مختصر نافع - از شیخ ابو القاسم		تحفۃ العوام واضح قلم جدید الطبع
منشی سید ریاض الحسن صاحب مرحوم		اسے اپنی خوابگاہون مین		کاغذ حنائی۔	۵ر	از حاجی حسن علی و تصحیح و اضافہ
فارسی یہ کتاب شبہات		آویزان کرین کاغذ گندہ		مجمع المسائل - یہ نسخہ جناب		از سید تصدق حسین رضوی کاغذ
خوارج و اثبات لعن مین منظر ہم		رنگین سفید ولایتی	۱۰ر	آقائے صدر و سید محمد کاظم مدظلہما	۴ر	سفید گندہ نولکشوری۔
قابل دید ہے۔	۴ر	ایضاً کاغذ سفید رسمی	۱ر	زاد المعاد با ترجمہ فارسی۔		ایضاً کاغذ حنائی گندہ۔
سوانح عمری امیر مختار معہ		نقشہ ہائے تاریخ سعد و نحس		کاغذ سفید و حنائی۔	۸ر	مجموعہ مرثیہ ہائے جناب
جدال و قتال با قوم فجار قصہ		مع ایام سعد و تاریخ ولادت		ترجمہ شرائع الاسلام موسوم		میر نفیس مرحوم۔
جناب مولانا سید احمد حسین صاحب قبلہ	۴ر	و شہادت چہاردہ معصومین	۱ر	بجامع رضوی فارسی	۸ر	مجموعہ مراثی مسمیٰ بہ دفتر ماتم
زمزمۃ الحجاج و مدینۃ الزیارت		تحفۃ العوام جدید الطبع مع		جامع عباسی بست بابی		مصنفہ جناب مرزا دبیر مرحوم
یہ ایک مختصر مخطی پر طبع ہوا ہے		توثیق جناب مولانا سید سبط حسین صاحب	عہ	مع رسالہ ترجمۃ الصلوٰۃ۔	عہ	بیس جلدون مین
اسکو حرف بحرف جناب مولانا		رد الموازنہ یہ اوس کتاب		بناء الاسلام فی احکام الصیام		متفرق فی جلد
سید محمد باقر صاحب مجتہد العصر		کی رد مین ہے جو مولوی شبلی		از مفتی محمد عباس ؒ	۵ر	براہین غم کامل مصنفہ
دام ظلہ نے ملاحظہ فرما کر		نعمانی نے مقابلہ کلام جناب		جامع جعفری ترجمہ شرائع		تعشق مرحوم۔
مہر ثبت کی ہے کاغذ پنج رنگہ	۵ر	میر انیس مرحوم و جناب مرزا دبیر		الاسلام اردو۔	۸ر	مرثیہ ہائے جناب میر انیس مرحوم
کاغذ سفید۔	۴ر	مرحوم مین تحریر کی ہے	۶ر	ثمرۃ المصائب - خلاصہ		جلد اول عہ جلد دوم
خلاصہ جامع عباسی پنج بابی		ترجمہ مفتاح الہدایہ - عملیہ		در المصائب نہر المصائب	عہ ۱۱ر	ایضاً جلد سوم ۱۱ر جلد چہارم
مع توثیق جناب آقا سید محمد باقر		جناب آقا سید ناصر حسین صاحب		تحقیق جعفری در فراق حبیب	۷ر	ایضاً جلد پنجم عہ جلد ششم
صاحب ظلہم	۴ر	قبلہ مدظلہم۔	۳ر	چہاردہ مجلس مسمی بتاریخ الائمہ	۱۱ر	مرثیہ ہائے جناب میر مونس
خلاصہ منہج الیقین	۴ر	منتخب الاحکام - عملیہ جناب		چہل مجلس شبیر مسمیٰ بہ		مرحوم جلد اول
ہدیۂ ذریہ در عقائد حقہ		قبلہ و کعبہ موصوف الصدر	۴ر	ذائقہ ماتم۔	عہ	ایضاً جلد دوم
اثنا عشریہ طبع جدید	۸ر	معالم الاصول - از حسن بن		خلاصۃ المصائب منقول		ایضاً جلد سوم
شجرۂ طیبہ چہاردہ معصومین		زین الدین عاملی ؒ	۵ر	از نسخہ مطبوعہ مطبع سلطانی	عہ	ایضاً جلد پنجم
یہ شجرہ بڑی خوبی کے ساتھ		النافع یوم المحشر فی شرح		اعمال الصالحین - اعمال		ایضاً جلد ششم اس جلد
چار گلدستون مین تیار کیا گیا		باب الحادی عشر	۱ر	دو ظائف مین	۶ر	مین علاوہ مرثیوں کے سلام

منافقین نہایت سرگرمی سے کوشش کر چکے ہین۔
عقلی روشنی اور بشری شہادت سے یہ قطعی طور پر واضح ہو چکا ہے کہ اگر انسان کے واسطے روحانی تربیت کا کوئی مکمل طریقہ ہے تو یہی (اسلام) جو نوع انسان کے ہر طبقہ پر منطبق ہو سکتا ہے۔ یہی وہ روشنی بخش مذہب ہے جو کہ تمام خوبیون کا منبع اور تمام نیکیون کا سرچشمہ ہے۔ یہی ایک ایسا مذہب ہے جسکی بنا حُسن و قبح عقلی پر ہے۔ اور چھوٹی سی چھوٹی بات بھی اسکی عقل سلیم سے مطابق ہے یہی وہ مذہب ہے جو حکمت قدیم یونان کے مقابل مین مظفر و منصور ثابت ہوا ہے اور یہی وہ مذہب ہے کہ جو اب بڑی جوانمردی سے حکمت جدیدہ کا مقابلہ کر کے غالب آیا ہے اگر دنیا مین حکمت ضالہ کا کسی مذہب نے مقابلہ کیا ہے تو اسی نے اور یہی وہ مذہب ہے جسنے تمام مذاہب کو اپنے مین جذب کر لیا ہے اور اسی مذہب کی مقناطیسی حالت کا اثر حکمت جدیدہ پر واقع ہو رہا ہے جسقدر تعریف و توصیف ہم اس مذہب اور ربانی مذہب کی کرین وہ کم ہے۔ نہ وہ تعریف جس سے زبان ہی ہماری حظ اوٹھاوے۔ بلکہ وہ سچی واصلی تعریف جسپر ہر انصاف پسند کے دل لوٹ ہون۔
اونکا ذکر نہین جو کج فہمی سے اپنی یا تعصب و عناد سے اچھی بات کو بھی بُرا کر کے ثابت کرتے ہین جیسا کہ اس نئی روشنی کے لوگ پابندی مذہب ہی کو بُرا سمجھتے ہین اور آزادی کا مخل قرار دیکر قید کو ناپسند کر کے مذہب سے چھٹکارا کرتے ہین اسکا تو ذکر ہی نہین۔ کہ ہر اچھا سا اچھا مذہب اونکے نزدیک بُرا ہے۔ حالانکہ یہ بھی اونکی کج فہمی یا جہالت کی بات ہے وہ مذہب ہی کو نہین جانتے کہ

کیا چیز ہے اور اسکی مقیدی کیسی بھلی - اور خوش آیند ہے - ہمارے دل سے کوئی پوچھے کہ اس قید مین کیا لطف ہے - اب ہمسے اوس لطف کو کان دہر کر سُنیے - سپھر آزادی بگھارے گا -

(مذہب)

دنیا مین اوس آفرینندہ دوجہان کی صفات نامتناہی مین سے صفت تخلیق کی تصدیق کرنے والے بیحد و بے نہایت ایسے نمونہ نظر آتے ہین کہ جنکا خود موجود ہونا بے لیقدر کاملہ کے فاعل حقیقی ماننے پر مجبور کرتا ہے اور وہ نمونہ باسباب ظاہر تین طرح کے پائے جاتے ہین -

ایک + نوری جو ملک کے نام سے مشہور ہین اور وہ خواہشات نفسانی سے بالکل مبرا ہین اور مادہ شر اون مین خلق نہین ہوا ہے -

دوسرا + نمونہ جن و شیطان کے نام سے پکارا جاتا ہے جنمین مادہ شر اور پابندی خواہش نفسانی بہت ہے -

تیسرا نمونہ عنصری مخلوق کے نام سے نامزد ہے - اور یہ عنصری مخلوق موالید ثلاثہ کے نام سے بھی پکارے جاتے ہین (یعنے نباتات جمادات حیوانات) پھر انمین سے بھی ہر ایک کی بے تعداد نوعین دریافت ہوتی ہین اوسکے عادات و خاصہ دوسرے سے جدا بنائے گئے ہین - اور کچھ ضروریات مقرر کیے گئے ہین - اور کچھ قدرت دی گئی ہے جسکے سبب سے وہ

+ اس بحث کو معراج نبی مین مفصل لکھ چکے ہین ۱۲

+ بشرط حیات ثبوت عقلی اسکا مستقل طور پر لکھین گے ۱۲ -

نوع اپنی ضروریات اپنی احاطہ اختیار و قدرت مین ادا کرتی ہے؟ اور اس ادا کرنے کے سبب ہمیشہ وہ راحت مین رہتی ہے" پہلے دو نمونون کے بیان کی اس مقام پر ہمکو ضرورت نہین! ور نباتات جمادات سے بہی ہمکو سروکار نہین فقط حیوانات کا ذکر مقصود ہے اور حیوانات مین بھی ہمارا روے سخن زیادہ تر حیوان ناطق (یعنے انسان) کی طرف ہے کیونکہ ہماری تحریر کا منشا اس مقام پر اوسکی ذات سے متعلق ہے۔ موالید ثلاثہ مین سے ایک مخلوق حیوانات کی قسم سے ہی جو صرف بھوک پیاس اور شہوت کی خواہشون اور انھین کے متعلقات کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور وہ قدرت و اختیار جو مبدء فیاض سے اسکو عطا ہوا ہے فطرت یعنی جبلت کے نام سے پکارا جاتا ہے جو کہ اسکے مادہ کے ساتھ ترکیب پائی ہوئی ہے اور دراصل وہ ایک جودت ہے جسکے باعث سے حیوان مین اسقدر آزادی پیدا ہوتی ہے کہ وہ خود اپنی مرضی کے موافق اپنی تبدیل جائے پر مختار ہے اور وہ اپنی خواہشون کے پورا کرنیکی طرف آزادانہ متوجہ ہوتا ہے اور اوسکو حاصل کرکے راحت پاتا ہے۔ فی نفسہ حیوان کی بھی بے نہایت نوعین عالم عناصر مین پائے جاتے ہین جنکی تعداد خود وہی نگاہدار ندہ جزو کل جانتا ہے۔ چونکہ خدا تعالیٰ کو قادر مطلق مانا ہے (اور بیشک و شبہ وہ اس صفت کے ساتھ پورا پورا موصوف ہے) اوسنے ایک مخلوق ایسی پیدا کی جو خواہشات سے مبرا ہے۔ دوسری ایسی پیدا کی جسکا دارومدار آزادانہ خواہش پر ہے اب ضرور ہوا کہ کوئی نوع ایسی بھی ہو جو خواہش سے مبرا تو نہو مگر آزاد بھی نہو

اسلیئے انواع حیوانی مین سے ایک نوع کو جوہر عقل عطا فرما کر مقید بنا دیا جسکی وجہ سے نفسانی خواہشین محدود ہوگئین اور چونکہ خواہش کا پیدا کر کے روکدیا جانا واقعی ایک سخت تحمل اور ضبط کا کام تھا جو دوسرے انواع کی قوتون سے باہر معلوم ہوتا تھا لہذا اس خدمت کی سزاوار یہی نوع مانے گئے اور ایسی بڑی خدمت کی اعزاز کے سبب باقی تمام انواع حیوان مین ممیز ہوکر ممتاز گردانے گئے اور اشرف المخلوقات کے نام سے مشہور ہوے ۔ یہی نوع نوع انسان کہلائے گئے ۔

لیکن معطی حقیقی نے خصوصیت کے ساتھ ہر ایک نوع حیوانی کو ایک ایک خاصہ عطا فرمایا ہے جسکے سبب وہ ہر ایک بھی اپنے باقی انواع سے ممیز ہوگئی ہے اور چونکہ وہ نوع ایک خاص کام کے واسطے بنائی گئی ہے لہذا اوسپر کاربند ہوکر اوسیکے دائرہ مین اپنی حیات عارضی صرف کردیتی ہے اس مضمون کی تصدیق مذہب ہنود کی ایک معتبر کتاب "منوسمرتی" سے بھی ہوتی ہے اوسمین لکھا ہے کہ "برہماجی نے سب سے پہلے جس جاندار کو جس کام کے لیے پیدا کردیا آیندہ اوسکی نسل اوسی کام کے ساتھ مخصوص ہوگئی مثلاً شیر کا بچہ ہمیشہ شیر کی خاصیت مین اور بکری کا بچہ ہمیشہ بکری کی خاصیت مین پیدا ہوتا ہے"

مگر قوت مدرکہ نہ ہونے کے سبب وہ نوعین ایک دوسرے کی جبلت و خاصیت دریافت نہین کرسکتین اور اسیوجہ سے وہ ایک دوسرے کے عادات اختیار کرنے سے مجبور رہین البتہ انسان اپنی جبلی فطرت اور قوت مدرکہ کی بدولت

اکثر بلکہ تمام حیوانی اطوار اور خواص سے واقفیت رکھتا ہے اور حاصل کرسکتا ہی۔ مگر یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ منقسم حقیقی کی تقسیم کیئے ہوئے۔ خاصہ اپنی اپنی نوع کے واسطے بہتری کے ساتھ مخصوص مانے گئے ہین (کیونکہ خداوند تعالےٰ کا کوئی فعل حکمت سے اور بھلائی کے نتیجہ سے خالی نہین ہے اور وہ ہر امر کے نتیجہ سے واقف ہے اسلیئے کہ وہ سب فعل اور اونکے نتایج اوسیکے قائم کئے ہوئے ہین اور وہ قادر مطلق حکیم دانا اور عالم الغیب ہے مگر وہی اطوار و خواص جو ایک نوع کے واسطے بہتر تھی دوسرے نوع کے واسطے غیر ضروری اور مضر بلکہ بعض موقع پر باعث ہلاکت ہوتے ہین اکثر انواع کے خاصہ جنسے ایک نوع کو راحت پہونچتی ہی دوسرے کے واسطے ضد واقع ہوی ہین جو باعث کلفت و ہلاکت ہین۔

(عقل) فی نفسہ ایک جوہر لطیف ہے جو دریافت ماہیات اور اکتساب حسنات کے لیے بمنزلہ آلۂ باطنی کے ہے اور ایک حالت محویت مین انسان کے متعلق کی گئی ہے (وہ خود یہ نہین جانتی کہ مین اس مادہ مین کس غرض سے بھیجی گئی ہون) اوسکا خارج مین کوئی وجود نظر نہین آتا ہے۔ مگر باطن مین اوسکو انسان کے دل و دماغ سے ایسا تعلق ہے جیسے وزیر کو بادشاہ کے ساتھ۔ عقل و فطرت مین اسقدر ضرور فرق ہے کہ عقل کو انسان کی پیدایشی حالت سے کچھ سروکار نہین یہ ایک قوت مدرکہ خارج سے انسان کے متعلق ہوتی ہے اسکی ترقی انسان کے خارجی اسباب علوم مشاہدہ تجربہ وغیرہ پر موقوف ہے اور فطرت انسان کی پیدایشی مادہ کے ساتھ پیدا ہوتی ہے اور اوسکو انسانی مادہ تخلیق سے واسطہ ہوتا ہے۔

(انسان) مختص ہے نفس ناطقہ کے ساتھ اور نفس ناطقہ کہتے ہین اوس کمال اول کو

جو جسم طبعی کے واسطے ہوتا ہے اور وہ کمال صاحب آلہ ہوتا ہے واسطے ادراک امور کلیہ اور جزئیہ مجردہ کے پس اوس نفس ناطقہ کے واسطے (بنظر اون آثار کے جو اوسمین پائے جاتے ہین) دو قوتین ہین -

پہلی قوت عاقلہ ہے جس سے نفس ناطقہ امور تصوریہ وتصدیقیہ کو جانتا ہے اور اس قوت کو عقل نظری کہتے ہین اور دوسری قوت عاملہ ہے جو انسان کے بدن کو اعمال جزئیہ کی طرف حرکت دیتی ہے بسبب فکر کے جیسے انسان نے فکر کی اور اوسکی فکر سے یہ اعتقاد پیدا ہوا کہ بمبئی سے کلکتہ میرے لیئے بہت اچھا ہے یہ اعتقاد کرکے اپنے جسم کو کلکتہ کی طرف حرکت دی اس قوت عاملہ کو عقل عملی کہتے ہین - اور نفس ناطقہ کے لیئے (بلحاظ قوت عاقلہ کے) چار درجہ ہین -

پہلا یہ کہ وہ نفس تمامی معقولات علم حصولی سے خالی ہوتا ہے ہان اتنا ضروری ہی کہ وہ اپنے آپ کو جانتا ہے لیکن یہ علم حضوری ہے اسی واسطے اوپر علم حصولی کے قید لگا دی گئی - ہان استعداد اوسکو اون معقولات غیر حاصلہ کے حصول کی بالقوۃ ہے ۶- اس درجہ کو عقل ہیولانی کہتے ہین -

دوسرا درجہ یہ کہ جب وہ نفس جزئیات پر حس ڈالتا ہے تب اوسکو معقولات بدیہیہ حاصل ہوتے ہین اور استعداد اس بات کی حاصل ہو جاتی ہے کہ وہ ان امور بدیہیہ سے نقل کرے طرف امور نظریہ کے اسکو عقل بالملکۃ کہتی ہین -

تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ نفس ناطقہ امور نظریہ کو حاصل کرے ولیکن اون امور نظریہ کا مطالعہ ومعائنہ نکرے بلکہ وہ امور اوسکے خزانہ ذہن مین جو کہ ایک قوت ہی قوی باطنہ سے مجتمع رہین اسکو عقل بالاصل کہتے ہین -

چوتھا درجہ یہ ہے کہ وہ نفس ناطقہ اپنے معقولات مکتسبہ کا مطالعہ کیا کرے اسکو عقل مطلق کہتے ہین ۔ اور عقل بالملکہ جو دوسرے درجہ کا نام ہے اگر نہایت اور اقصی مدارج مین پہونچ گئے تو اوسکو قوت قدسیہ کہتے ہین چونکہ خلقت انسان مادہ حیوانی سے ہے اسلیئے اسکی فطرت فطرت حیوانی سے علیحدہ نہین ہوسکتی لیس اسکا میلان طبع افعال وخواص حیوانی کی طرف ہوتا ہے اور یہ ضرور ہے کہ جس طرح دوسرے انواع کو ایک ایک خاصہ عطا ہوا ہے اسی طرح یہ بھی خاص امور کی پابندی کیواسطے مختص ہے چونکہ کبھی مادہ فطرت نفس ناطقہ پر غالب آکر انسان کو افعال حیوانی کے اکتساب پر متوجہ کرنے والا ہوتا ہے اور ناواقف انسان فطرت کے غلبہ سے بہت جلد آزادانہ افعال حیوانی کا مرتکب بنجاتا ہے مگر افعال حیوانی بہت سے ایسے ہین جو انسان کے واسطے باعث ہلاکت ہین اور انسان اونسے بیخبر ہے ۔ اسلیئے نیکی پسند منصف کامل اور منتظم حقیقی نے خیراندیشی کے ساتھ اون افعال سے باز رکہنے کے واسطے انسان کو عقل عطا کی اور چونکہ عقل مخلوق یعنے ممکنات سے ہے لہذا اوسکی خطا کرنے پر کوئی شے مانع نہین ہوسکتی اسلیئے عقل کو خطا سے محفوظ رہنے کیواسطے ہادی (یعنے رسول) اور مصلح پیدا کیئے جسکو ناموس اکبر اور حکیم باطن کہتے ہین) اور یہان تک بحر رحمت موجزن ہوا کہ وہ ہادی اور مصلح انسان کے ہمجنس پیدا کیئے تاکہ اونکی ہدایت اور اصلاح زیادہ تر موثر ہو ۔ چنانچہ بیشمار پیغمبر اور ہادی اور مصلح وقتاً فوقتاً بنی آدم مین پیدا کیئے گئے اور بہت سے برگزیدہ اشخاص رہنمائی کرنیوالے (اور نفس انسان کو اون کامون سے بچانے والے جنکے نتیجے انسان کے حق مین مضر متصور تھے) ظاہر ہوے جنہون نے ہزار دن لاکھون کرورون بلکہ بیشمار راہ سے

بھٹکتے ہوے بنی آدمون کو منزل مقصود تک پہونچایا اور مطلق العنانی سے انسان کو جو کہ تمامہ صفات حیوانی سے متصف تھے باز رکھا۔ علوم سکھاے انسانی عقلونکو بیدار کیا ہر امر کے نتیجہ سے آگاہی دی۔ تہذیب نفس کے ساتھ اونکو اون فرائض کی طرف متوجہ کیا جنکے واسطے اونکی آفرینش ہوی تہی اور انسانون کو انسانی حقیقت سمجھائی اون ہادیون پیغمبرون اور مصلحون کے پند و نصایح (جو کہ دراصل خاص خدا کی طرف سے ہوتے ہین) وہی امور ہین جو بندہ اور معبود کے درمیان رہے اور دل کے واسطے سے قائم ہین ؎۔ اور انہین امور اور ہدایات کی پابندی کا نام عام لوگون مین مذہب ہے "

"مذہب کے معنے ہین چلنے کی جگہ۔ مگر اصطلاح مین کسی رہنما کی پیروی کو کہتے ہین۔ اور مذہب کے احکام کو شریعت کہتے ہین! اور انہین احکام کے مکتوبی مجموعہ کا نام کتاب مذہب ہے۔ دراصل مذہب کا خاص مدعا و منشا، تہذیب نفس انسانی ہے، جو کہ اوسکو عام خواص حیوانی سے بچا کر رتبہ انسانی پر فایض کرے۔ اسیوجہ سے شریعت کے احکام منسوخ و بدلتے رہتے ہین"

یہ منسوخی احکام ایسے نہین ہوتے ہے کہ جسمین اصول مذہب منسوخ ہون نہین بلکہ اصول مذہب وہی قدیمی قائم رہتے ہین مگر وہ امور جو دراصل مخلوق کی بہتری اور تہذیب کے واسطے مناسب وقت جانکر اصول کے ساتھ ملائے جاتے ہین جنکی پابندی کا حکم ہی قریب قریب اصول کی پابندی کے ہوتا ہے۔ از سرِ نو

تبدیل ہوتے ہین - چنانچہ حضرت آدمؑ سے اسوقت تک بہت سی شریعتین تبدیل
ہوئین مگر اصول ملت وہی قائم ہین جو کہ حضرت ابوالبشر کے وقت مین قائم ہوی
تہی جیسا کہ کتب قدیمہ سے پتہ چلتا ہے (توریت زبور انجیل فرقان) پس مذہب
وہی ہے کہ جو فطرت انسانی کی متابعت نکرے کیونکہ فطرت انسان کے مادہ کے
ساتھ پیدا ہوی ہے اور انسانی مادہ دراصل مادہ حیوانی ہے پس فطرت انسانی
بہی فطرت حیوانی سے علیحدہ نہین ہوسکتی - کس لیئے کہ انسان بہی فی نفسہ حیوان ہے
اسکا مادہ بہی اونہین حیوانات کے ساتھ اور اونہین کے طریقہ پر ترکیب پایا ہے
جنکو حیوان مطلق کہتے ہین ؟ - پہ انسان کی فطرت کس طرح فطرت حیوانی سے جدا
ہوسکتی ہے اور فطرت حیوانی اس امر کی مقتضی ہے کہ بالکل آزادانہ اپنی خواہشین
پوری کی جائین - مثلاً کوئی حیوان جب غلبہ شہوت سے بیتاب ہوتا ہے اوسکے
نوع کی جو مادہ اوسکے سامنے آتی ہے اوس سے جفتی کرتا ہے اور اپنی ہوس کو
پورا کرنا چاہتا ہے چاہے مادہ حیوان ہو جسکے بطن سے یہ خود پیدا ہوا ہے -
یا اوسی کے نطفہ سے کوئی پیدا شدہ ہو - اور وہ اس فعل سے نہ نادم ہوتا ہے
نہ گنہگار کیا یہ فطرت کا مقتضی نہ تھا جو حیوان سے ظہور مین آیا -

اور اسی طرح سے بیشمار مثالین ہر انسان اپنے جی مین خود سوچ سکتا ہے تو کیا یہ فعل
اور ایسی فطرت انسان کے واسطے کوئی بھلائی کی بات ہے پس مذہب ہمیشہ اقتضائی
فطرت کے خلاف ہوتا ہے - بلکہ فطرتی افعال کی اصلاح اور درستی کے واسطے
مذہب کی ضرورت پیش آتی ہے اگر صرف فطرت ہی انسان کی تہذیب نفس کے
واسطے کافی ہوتی تو عقل کیون دیجاتی -

"انسان کو عزت فطرت کی بدولت نہین ہے بلکہ اسی جوہر عقل کے سبب اسنے تمام مخلوقات پر شرف پایا ہے اور عقل کے معنے لغت مین (باندہنا) ہی تحریر ہے بیشک انسانکی فطرتی آزادی عقل سے باندہی گئی ہے اور محدود کردی گئی ہے۔ عقل کا کام ہے کہ جو خیالات انسان کے دلمین پیدا ہوتے ہین وہ اون خیالات پر غور کرتی ہے جو انسان کے مفید ہوتے ہین اونکی پیروی کی اجازت دیتی ہے اور جنکا نتیجہ بُرا ظاہر ہونے والا ہوتا ہے اونسے باز رکہتی ہے۔ پس اگر انسان (حیوان ناطق) تسلیم کیا جاتا ہے تو ضرور اوسکی آزادی مین ہی کلام ہے"

جب انسانی روح کو جسم کے ساتھ ایک خاص مدت تک متعلق ہونا پڑا اور عالم علوی سے عالم سفلی مین قیام نصیب ہوا۔ تو اوسکی اوس راحت و آزادگی مین اوسیوقت سے فرق آگیا جو کہ پہلے اوسے حاصل تہی اس راحت کے چہن جانے کے سبب اوسمین یکبارگی وحشت پیدا ہوگئی اور وہ گھبراکر اس امر کی خواہشمند ہوی۔ کہ کسی طرح سے پہر اوس آزادگی اور راحت کو حاصل کرے۔ چونکہ جسمانی تعلق ہونے کے بعد اوسکو عقل ہی مل چکی لہذا عقل کی مدد سے وہ اپنے مدعا کے حصول کے لیے کچہہ غور و فکر مین مصروف ہوے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اس جسمانی تعلق کو سلامت روی کے ساتھ گذرانے کیواسطے اوسکو چند طریقون اور پابندیون پر مجبور رہونا پڑا اور وہ پابندیان اور طریقہ خود عقل نے اوسکی تجویز کرلی۔

اور باوجود اس بات کے کہ عقل پوری روشن ہونے کی وجہ سے اوسکی مجوزہ قوتین اور آئین اوسکی روح کو حقیقتاً راحت ابدی پہونچانے کا کافی سبب نہوئین کیونکہ ناقص عقل کی تلاش اور تجویز ہی نقص سے خالی نہین ہوسکتی۔

تاہم بغیر طریقۂ معینہ کے انسانی روح کو دنیا مین رہنا دشوار ہوا یہ واقعی انسان چاہے ظاہر الکیسا ہے آزاد بنجاوے مگر پھر بھی چند ایسے ضروری امور کے ساتھ پابند رہیگا جنپر آزادی کی پوری تعریف صادق نہین آسکتی کیونکہ درحقیقت وہ آزادی بھی چند ضروریات کی پابندی پر موقوف ہے " انسان اگر غور کرکے دیکھے تو درحقیقت اپنے کو صدہا امور کی پابندی مین پاویگا اور آزادی کیسی بلکہ صدہا زنجیرون مین جکڑا اور مقید نظر آویگا اگر کوئی شخص مذہب کی مقیدی سے آزادی حاصل کرکے اور آزادیون کا خواہان ہو تو ممکن نہین جو شخص قید کی وجہ سے مذہب سے آزادی چاہے تب بھی وہ بالکل آزاد نہین رہ سکتا ؟ - یہ مسئلہ آزادی کا ایسا مہمل وبے معنی ہے کہ جو کچھ اس بارے مین کہا گیا اور لکھا گیا ہے وہ سب کم ہے اگر انسان شبانہ روز ہر ہر حالت کو اپنی نظر کرے تو فیصدی شاید ایک بات ایسی نکلی کہ جسمین یہ آزاد شخص ہو بلکہ یہ بھی ممکن نہین آزادی ضرور ممتنع اور محال ہے اگر غور سے دیکھو تو اپنے گھر ہی مین انسان آزادانہ نہین بسر کرسکتا - گھر مین اوسیوقت خوشی اور خرمی نظر آسکتی ہے - جبکہ ہر متنفس ضابط اور متحمل ہو اگر ہر ایک شخص یہی چاہے کہ میرا ہی کہنا ہو - میرا ہی سب خیال کرین تو ممکن نہین کہ ایسے گھر مین امن وچین ہو - ایک دفعہ غصہ کرنے سے سب کام درہم وبرہم ہوجاتے ہین اور سب گھر والے افسردہ اور پریشان دکھائی دیتے ہین جبکہ گھر کے مالک کو اپنے خاندانی اور گھر والون اور نوکرون کے راضی رکھنے کی کوشش لازم ہی تو ہر محکوم کا کیونکر سے فرض نہو گا کہ اپنے مالک کو اپنے سے راضی رکھین اسی طرحسے بادشاہ ورعایا کے درمیان مین تعلقات ہین کسی سلطنت مین امن و انتظام باقی نہین رہ سکتا تاوقتیکہ پابندی قواعد نہ اختیار کرے آزادی ہے ایک

ایسی شے ہے جو انتظام وامن کے برطرف کرنے کا باعث قوی ہے - اسیوجہ
واضعان قانون کو ہمیشہ سے ایک قانون اور طریقہ کے جاری کرنے کی ضرورت
ہوی ہے اور قوم کو اوس ضابطہ کا جبر وظلم سے اور کبھی رفق ونرمی سے پابند
بنایا گیا ہے - اسی بنا پر انسانی روح اپنی زندگی سلامت روی سے گزرانے
کے واسطے کچھہ طریقہ اور ڈہنگ مقرر کر لینے پر مجبور رہے جنکی وجہ سے اوسکو
کسیقدر اطمینان اور راحت ابدی ہوتی ہے اور اوس روح کی وحشت جو اوسکو
جسم کے تعلق سے پیدا ہوی ہے - کسیقدر کم ہوتی ہے اسیواسطے ہمارے خالق
وصانع نے ہمکو قوانین مذہبی کا پابند بنایا اور ہمارے خیر اندیش شفیق ومربی رسول
مقبول صلعم نے ہمکو ضوابط شایستہ کہ جو ہمہ تن عقلی ہین تعلیم کیئے جسکا نام مذہب
قرار پایا ہے"

انسان ہمیشہ محتاج قوانین وضوابط کا ہے - اور ہر مذہب وملت کے قوانین اکثر مختلف
ہوتے ہین - پس یہ دیکھنا چاہیئے کہ مذہب اسلام کے اصول وفروع کیسے ہین
اور آیا روحانی ترقی کے واسطے کافی ہین یا نہین -

ہم اپنے مذہبی فروع کو بھی ایسا ہی مستحسن سمجھتے ہین جیسے یہ ہمارے اصول مذہبی جوہر عقل سے
مطابق ہین اور سب فرعیات اسلام کے عقلی حسن رکھتے ہین - ۵

امتحان کر لے جسکا جی چاہے | ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے

ہم یہ نہین کہتے کہ اصلی منشاء شارع کا اور اصلی علت جملہ امور کی ہمکو دریافت ہو گئی ہے
نہین بلکہ بانی اسکا اور مقنن ان قوانین کا ایسا حکیم وعلیم ہے جسکا ہر فعل افعال محکمہ
متقنہ سے ہوتا ہے ہر شے کی غایت وغرض ونفع تام لحاظ کر کے ہمکو حکم کیا ہے -

لیکن ہم بقدر اپنی عقل ناقصہ کے ہر ہر جزئیہ کو جب نظر کرتے ہین تو کچھہ نہ کچھہ اوسمین حُسن ضرور پاتے ہین اگرچہ وہ اسرار کی شکل مین نمایان ہین لیکن پھر بھی کچھہ نہ کچھہ حُسن اونمین ضرور ہے ؟ حُسن و قبح کی چند قسمین ہین جسکو ذیل مین ہم بیان کرتے ہین - ہم یہ نہین کہتے کہ وہ سب حسن ہر شے مین ہین بلکہ اون اقسام مین سے کوئی نہ کوئی حسن ضرور ہوگا -

(حُسن و قبح عقلی کے اقسام)

(۱) حُسن و قبح عقلی کبھی بمعنی صفت کمال ہوتا ہے اور مقابل اوسکے صفت نقص ہے (جیسے علم حُسن ہے) یعنے کمال ہی اوس شخص کیواسطے جو متصف اسکے ساتھ ہے اور سبب اوسکے ارتفاع شان کا ہے - اور جہل قبیح ہی یعنے صفت نقص ہی اوسکے واسطے جو اس صفت سے متصف ہے -

(۲) بمعنی مناسبت و ملایمت غرض اور منافرت و مخالفت اوسکے ؟ اور ان معنونکو مصلحت و مفسدہ کے ساتھ بھی تعبیر کرتے ہین - اور مصلحت و مفسدہ مختلف ہوتا ہی باختلاف اعتبارات - اکثر افعال ایک کے حق مین مصلحت ہوتے ہین اور دوسرے کے حق مین مفسدہ "جیسے قتل زید مثلاً مصلحت ہے بہ نسبت اوسکے اعداء کے اور مفسدہ ہے بہ نسبت اوسکے اولیاء کے" پس مصلحت غالب حُسن ہے -

(۳) بمعنی ملایمت طبع اور منافرت طبع مانند اکل طعام لذیذ و شرب دوار تلخ کے ؟ مگر مراد اس سے یہ نہین ہے کہ جو مناسب طبع ہے وہ داخل مصلحت ہے کلیتہً اور جو منافر ہے وہ داخل مفسدہ ہے ہمیشہ "مثلاً دوا سے تلخ کا پینا اگرچہ منافر طبع ہے لیکن حال مریض کے واسطے اصلح ہونیکی وجہ سے حُسن ہے"

(۴) فعل کا سبب مدح و ذم ہونا بحسب عرف؟ اور یہ بھی مختلف ہے باختلاف عرف (اور انہین معنون سے قبیح کو منافی مروت اور خلاف مروت اور خلاف وضع بھی کہتے ہین۔ جیسے مثلاً عیسائیون کا ہندوستانی لباس پہنا اونکے نزدیک بد وضع ہونیکی وجہ سے برا ہے اور مسلمانون کو لباس عیسائیون کا پہننا بد وضعی ہے۔ اور اسی خیال سے کسی دربار مین فقیرون کی صورت بنا کر جانا یا صحبت عیش مین لباس ماتمی پہننا اور محفل غم مین لباس شادی سے شرکت کرنا قبیح ہے۔)

(۵) قبیح وہ فعل ہے جسمین ایسی صفت ہو کہ اگر حکیم اوسپر مطلع ہو تو متنفر ہو اور حسن اسکے خلاف ہے" اور یون بھی کہہ سکتے ہین کہ حسن وہ فعل ہے جسکا فاعل مستحق مدح ہو نزدیک حکیم کے اور قبیح وہ ہے کہ جسکا فاعل مستحق ذم ہو۔ عام اس سے کہ ہماری عقل اوسمین اچھائی یا برائی تجویز نکرے اور حکیم اوسکے اچھائی یا برائی بیان کرے اگرچہ راے اوسکی خطا پر ہو" مثلاً کوئی ڈاکٹر یا طبیب کسی مرض کے مناسب کوئی دوا تجویز کرے اور استعمال سے اوسکے مریض کو ضرر بھی ہو لیکن عمل کرنا راے طبیب پر عقلاً مستحسن ہے حالانکہ مریض ناواقف ہو مرض سے بھی اور علاج سے بھی۔ فقط تجویز پر طبیب کے عمل کرنا عقلاً مستحسن ہے اور انہین معنون مین اکثر حسن و قبح اشیاء شریعت کا ہے۔ جسکی وجہ سے ہم احکام کو تعبدی کہتے ہین۔

دیکھو ایک ڈاکٹر کسی افسر محکمہ کی نسبت یہ کہدے کہ دماغ اسکا کمزور ہے۔ یا یہ کام اچھی طرح سے نہ دیسکے گا۔ نکال دیا جاتا ہے۔ ایک انجنیر کسی کوٹھی کسی ہوٹل کسی پُل کی نسبت کہدے کہ یہ غیر مستحکم ہے بدون طلب دلیل کے اوس عمارت کو کمزور

مان لینا فرض سمجھا جاتا ہے ۔
پس کیا وجہ ہے جبکہ ہم خالق کائنات کو حکیم و علیم تسلیم کر چکے ۔ اور یہ امر بھی بدیہی ہے کہ جو چیز کوئی بناویگا اوسکے تاثیرات و افعال سے بھی ضرور واقف ہوگا ۔ پس جو کچھ ہمکو اصول و فروع تعلیم ہوے ہین ضروری اور لازمی امر ہے کہ اوس حکیم مطلق نے کوئی نہ کوئی نفع ضرور موقع فرمایا ہوگا اگرچہ ہم اوس سے ناواقف ہون ہمکو حسن اوسکا ویسا ہی ہے جیسے طبیب کوئی دوا تجویز کرے اور ہم مرض سے اور ماہیت دوا اور تاثیر و افعال سے اوسکے ناواقف ہون اور باوجود اسکے استعمال دوا پر عقلا مجبور رہون پس جن امور کو ہم اسرار غیر منکشفہ جانتے ہین اسوجہ سے اوسکے حُسن کو نہین دریافت کر سکتے اور اس بنا پر حُسن اوسکا برطرف نہین ہوسکتا کیونکہ حکیم و علیم کا مقرر کردہ ہے جسکی دانشمندی اور حکمت ہمکو ہزارون اور لاکھون تجربون سے ثابت ہوچکی ہے ۔ اور نہ جانا کسی شے کے حسن کا یہ بھی ہماری جہالت کا ثبوت ہے یہ اوس شے کے قبیح ہونے کا یعنی جسمین عقل ہماری رسائی نکرے خواہ نخواہ ہم اوس شے کو قبیح سمجھہ لین یہ بھی خلاف تجربہ ہے صدہا اور ہزارون اشیاء مخفی الکنہ تھی فی الجملہ اونکی ماہیت معلوم ہونے سے کیسے کیسے حُسن اونمین پیدا ہو گئے جب تک وہ شے مخفی الکنہ تھی ہزارون عیب نظر آتے تھے ۔
ہمکو اس امر پر نظر کرلی چاہیے کہ علم و حکمت کن چیزون سے بے بہرہ ہے ہم درختون کی روئیدگی اور پھولون کی شگفتگی ایک مستقل اور غیر متبدل حالت کے ساتھہ دیکھتے ہین جنکی نسبت حکماء کا قول ہے کہ یہ اسرار ممتنع الدخل ہین اون لوگون نے ابتک ہمکو یہ بھی نہین بتلایا کہ حقیقتاً زندگی کیا چیز ہے اور فی الواقع روح کی ہستی ہے

یا نہین اور اگر ہے تو جسم کی موت کے بعد اسکی کیا حالت ہوتی ہے۔ ایک تعلیم یافتہ طبیب انسانی جسم کے ہر رگ و پٹھے ہڈی اور عضو کے نام سے مع فعل و مقام بتلا سکتا ہے لیکن تاہم وہ اوس قوت سے بالکل لاعلم ہے جو جسم کو جاندار کرتی ہے سانس لینے والے آدمی مین نفرت و محبت اور کل خواہشات نفسانی اور انسانی اور میلان خاطر کا مادہ پیدا کرتے ہے۔ چھرّے یا گولی دل و دماغ مین پیوست ہو کر جاندار شکل کو ایک غیر متحرک اور بیجان تودہ کے قطع مبدل کر دیتی ہے جو فوراً متعفن و فاسد ڈھیر ہو کر ایک جدید زندگی کیڑے مکوڑے کی شکل مین پیدا ہو جاتی ہے۔ کیا کوئی حکیم انسان کو سابق کی طرح سے زندہ کرکے اوسمین محبت و نفرت کی قوت پیدا کر سکتا ہے "نہین" اوس سے کوئی ایسی شے خارج ہو گئی ہے جو پھر داخل نہین ہو سکتی۔ وہ کیا شے ہے اور کیا ہو گئی۔ حکمت اسجگہہ بالکل گنگ ہے۔ کیا حکمت بتلا سکتی ہے کہ برقی قوت کیا چیز ہے باوجودیکہ اسی فن مین کیسی ترقی کی گئی ہے اور اس سے صدہا چیزین ایجاد کی گئی ہین پس جبکہ انسان اکثر اشیا کی کنہ کی دریافت سے قاصر ہے تو کیونکر ہر شے کا حسن و قبح دریافت کر سکتا ہے بجز اسکے کہ ایک مسلم الثبوت دانشمند حکیم خیر خواہ قوم نے جو امور جو قواعد منضبط کرائے ہین اوسی لکیر کے فقیر بنین اور اوسکی تقلید مین عمر بسر کرین۔ بجز اسکے عقلا ہمکو کوئی چارہ کار نہین ہے پس ہمارے اصول و فروع کے مجہول الکنہ ہونے کی وجہہ سے حسن بیطرف نہین ہو سکتا۔

حسن و قبح اشیاء کے جہل کے اکثر اسباب ہین۔

(۱) عدم اطلاع ماہیت و کنہ کی جیسا کہ اکثر اشیاء نامعلوم ہین۔

(۲) مفاسد و مصالح کا نہ جاننا نہین معلوم شارع نے اپنے کمال و دانشمندی سے کس چیز مین کونسی مصلحت اوسوقت دیکھی جسکی وجہ سے تمام قوم کو اسکا پابند بنایا اور کس شے مین کیا مفسدہ اور مضرت دیکھی جسکے خیال سے ممانعت کی۔

(۳) مناسب طبع عام و منافر طبع عام سے ہمکو اطلاع نہین ہوسکتی پچھلے تاریخ کے ناتمام ہونیکی وجہ سے" مثلاً کوئی شخص کسی تلخ چیز کے کھانیکو کبھی خوشی سے گوارا نکریگا لیکن افیونی بکمال فرحت و شادمانی اوسکا استعمال کرتے ہین۔ پچھلے طبائع عرب بادیہ نشین کے بہت سخت و جاہلانہ تھے آب و ہوا بھی وہان کی اور تہی ہم جب تک ان امور کے آثار سے مطلع نہ ہون کیونکر کسی عمل کے حسن و قبح کو دریافت کر سکتے ہین۔ ہمارے واسطے وہی حسن ہے جو ہمارے مربی نیک نیت دانشمند رسول کے ذریعہ سے ہمکو حکیم و علیم خالق نے بتائی اس حسن سے زیادہ دنیا مین عقلاً کونسا حسن ہوسکتا ہے جس امر کے فعل کا اصرار اور جسکے ترک کی تاکید ایسا حکیم و علیم ایسے دانشمند رسول کے ذریعہ سے کردی۔

مثلاً کسی مریض کے واسطے کوئی عطائی ایسے نازک وقت مین کوئی دوا تجویز کرے جسوقت کہ یہ مریض ایک کوردہ یا ایک صحرا مین جان بلب ہو تو کیسا اوسوقت غنیمت سمجھا جاتا ہے نہ کہ پھر مریض کی خوش قسمتی سے ایک طبیب حاذق بواسطہ دوسرے طبیب کامل کے ایک دوا اوس مرض کی بتلائے۔ جسمین یہ بھی خیال ہے کہ اس دوسرے طبیب کی شرکت سے اب مظنّہ ضرر کا دوا مین باقی نہ رہا ہر طرح سے مناسب حال ہے اسی طرح سے جو احکام ہم تک اوس خالق علیم کے پہونچے بواسطہ اس دانشمند رسولؐ کے ایسی نازک حالت مین جہان کہ مرض جہل کی وبا پھیلی ہوئی تہی اور مریض جہل جان بلب تھا۔

اور جسکے استعمال سے تیرہ سو برس کے تجربہ سے معلوم ہوا کہ کروڑون اور سنکھون مریضان جہل کو صحت ہوی۔ پس کیونکر سے وہ مستحسن نہ ہوگا۔

اگرچہ ہم اوس طریق علاج سے بالکل نابلد ہین؟ لاکھ ہم حکیم و عالم بنین پھربھی جاہل ہین مقابل اوسکے جسکے سامنے ہرشے بدیہیات اولیہ سے ہے مگر انصاف مقتضی اس امر کا ہے کہ تمام مذاہب کو ایک پلّہ مین رکھو اور اس زندگی بخش اسلام کو ایک پلّہ مین پھر دیکھو پلہ کسکا بھاری ہے۔ جو نسبت چھوٹے سے چھوٹے کرہ کو کرہ شمس سے ہے اگر وہی نسبت ان تمام مذاہب کو اس فلسفی مذہب سے نہ نکلے تو کچھ بات ہی نہین۔

اب ہم بد دہند احسن وقبح اشیاء کو موافق گنجائش ومہلت ثابت کرتے ہین اگر خدانے مدد کی اور قوم کی قدر دانی اور زمانہ کی مساعدت ہوی تو ہم فرعیات کو از روے عقل کے ثابت کرکے دکھائے دیتے ہین وما توفیقی الا باللہ

(وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون)

عبادت ظاہری کا حُسن

خدا نے عبادت کو علت غائی جن وانس کا قرار دیا ہے کیونکہ عبادت موجب معرفت معبود ہے تاوقتیکہ معرفت معبود نہ ہو تو وجود ہے عبد کا بیکار ہے اور یہ ظاہر ہے کہ خدا نے ہمکو فقط اپنی شناخت کے واسطے پیدا کیا ہے۔ لہذا عبادت وطاعت ضروری ہے۔

عیسائیون کا عام طور پر مسلمانون پر یہ اعتراض ہے کہ "انسان کو تذکیہ نفس ورریاضت روحانی درکار ہے اور وہی عقلاً سزاوار ہے نہ یہ اعمال ظاہری مثل طہارت بدن روزہ ونماز کے" یہ محض ریاکاری اور دکھلاوے کی بات ہے لیس مناسب ہے

کہ پہلے ہم ثبوت اس امر کا اجمالا دین کہ اعمال ظاہری مذہب عیسائی مین بھی ضروری سمجھے گئے ہین ۔

اگر عیسائی اپنے تئین پیرو توریت کا بنانا چاہتے ہین تو۔ طہارت' روزہ' ختنہ' اور دیگر اعمال کے پابند بنین اور توریت پر عمل کرین ۔

کیونکہ خود حضرت مسیح فرماتے ہین "ہمیشہ کی زندگی چاہتا ہے تو شریعت پر عمل کر" (متی باب ۱۹) اور جو کوئی شریعت کا سب سے چھوٹا حکم ٹالدے وہ آسمانی بادشاہت مین سب سے چھوٹا کہلاویگا۔ اور یعقوب کا یہ قول کہ انسان اعمال سے راستباز گنا جاتا ہے اور صرف ایمان سے نہین اور ایمان بغیر اعمال کے مردہ ہے اسی طرح سے تمام انبیاء کا اسپر عمل رہا ہے ۔ ہزارون سال امم سابقہ کا اسپر عمل رہا اور یسوع صاحب نے بھی اسکی تعمیل کی تاکید مزید کی اور تعمیل توریت کا حکم دے رہے ہین اور فرماتے ہین کہ جو شخص توریت کے چھوٹے حکم کو ٹالدیگا وہ سب سے حقیر وصغیر کہلاویگا ۔

پس جو لوگ عبادت ظاہری اور اعمال ظاہری کو کچھہ نہین سمجھتے وہ یقینی مخالف توریت ومخالف انجیل سمجھے جاوینگے ورنہ یا تو یہ کہو کہ یہ آیات انجیل کے غلط ہین ۔ یا پولوس کے ہدایات جو شریعت پر عمل کرنیکو منع کرتے ہین وہ غلط ہین ۔ ہم تو ہرگز اس امر کو باور نہ کرینگے کہ مسیح کا کہا جھوٹ ہو اور پولوس مقدس کا تقدس اسمی بڑھجاوے ۔

پس جب یہ امر وضوح کو پہونچا کہ عیسائی اپنی عیسائیت کے بقا مین مجبور ہین شریعت کی پابندی پر تو اب اعتراض اونکا ہمپر بیجا ہے ۔ عیسائیون پر منحصر نہین ہر مذہب والا اوس مذہب کا جبھی تک کہلاویگا جب تک اپنی شریعت پر عمل کرے اور کوئی مذہب اعمال ظاہری سے خالی نہین ہے وید کے ماننے والے بھی مجبور ہین اور اعمال ظاہری کو

موجب تقرب باری خیال کرتے ہین۔ دیکھو وید کی ہدایت یہ ہے۔
"پرماتما تک پہونچنے کے لیے بڑے سامانون کی ضرورت ہے بادشاہ کے دربار مین وہی پہونچ سکتا ہے جسکی پوشاک درباری ہو اور جو کہ شاہی دربار کے ادب و قواعد سے واقف ہو اسی طرح پرماتما کے حضور مین پریم بل کے حاصل کرنیکے لیے بھی وہی عابد و عارف لوگ پہونچ سکتے ہین جنھون نے زبردست سادھنون سے اپنی آتما کو اوسکے درشن کے قابل بنالیا ہو اور ساتھ اوسکے پرم دھام مین بجرنے کے قواعد کو جانتے ہون لیکن جس طرح پر کہ شاہی دربار مین واقف کار کے ساتھ جاکر انسان اپنی مطلب برآری کرلیتا ہے اور پھر اسکی تقلید کرکے آیندہ کے لیے خود درباری بنجاتا ہے اسی طرح اوس شاہنشاہون کے بھی مالک پرمیشور کی حضور مین بھی جو اوسکے مقبول بندے ہین اونکی پیروی کرتا ہوا انسان رفتہ رفتہ پرمیشور کے دربار تک پہونچ جاتا ہے"

اب ہم حُسن عقلی اس عبادت ظاہری کی بیان کرتے ہین۔
انسان کیواسطے روحانی تربیت کا کوئی مکمل طریقہ ہے تو یہی ایک جو نوع انسان کے ہر طبقہ پر منطبق ہوسکتا ہے؟ اسکی بنیاد اوسی ازلی حقیقت پر ہے جو ایک زمانہ سے دوسرے زمانہ تک بذریعہ منتخب انبیائے انسان کو حوالے کیا ہے یعنے حضرت آدمؑ سے تا حضرت خاتمؐ یہی ایک طریقہ ہی جو روح کی اس خواہش کو پورا کرسکتا ہے کہ اوسکو اعلاترین ہستی نصیب ہو انسانی علم مین یہی ایک طریقہ ہے جو ہو بہو دلیل و حکمت کے مطابق ہے یہ دلیل اوہام سے مبرا ہے اور اسکا استغاثہ براہ راست انسانی عقل و فہم کی جانب رجوع کرتا ہے یہ ہر شخص کو

بالانفراد اپنے افعال وخیالات کا جواب دہ ٹھہراتا ہے اور قائم مقام کفارہ کی تعلیم سے ارتکاب معاصی کی جرات نہین دلاتا یہ دینی مطالب مین ممتاز و مرتفع ہی اور انسانیت کے اعلا ترین و ذی عظمت اجزار سے مشتمل ہے اگر عقل و فراست اور راستبازی سے اسپر عمل درآمد کیا جاوے - اگر کوئی شخص ہمارے حضرت کی تعلیمات کا تجربہ کرے اوس سے معلوم ہوجاویگا کہ ہر حالت مین یہ موسیٰ وابراہیم وعیسیٰ و دیگر پیغمبران کی تعلیمات و ہدایات کے بالکل مطابق ہین جو طریقہ اعمال و عبادات کا انحضرت نے قائم کیا وہ نفس الامر مین بالکل اسلیے تہا کہ نوع انسان بت پرستی سے باز رہے اور اونکا مقصد یہ تہا کہ جبپر راستبازی وادراک کے ساتھ عمل کرنے سے انسانکو تقرب باری تعالی سے حاصل ہو اور باطنی پاکیزگی وشستگی کے ساتھ تصفیہ ظاہری بہی مع دیگر خوبیون کے میسر ہو اسلامی عبادت اگرچہ ظاہری ہے لیکن تمنا ہے اوس روحانی رفعت کی جو ہر شخص کے پاس اور ہر شخص کے دل مین ہے کیونکہ ہر عبادت اور ہر عمل نیک سے ہر مسلمان کا قصد یہی ہوتا ہے کہ ہم بذریعہ اسکے تقرب روحانی خدا سے چاہتے ہین چنانچہ جملہ عبادات وطاعات مین نیت کو لازمی اور پہلی شرط قرار دیا ہے اور بدون نیت کے ہر فعل کو بیکار و عبث سمجہا گیا ہے ؟ بلکہ اس نیت کو رکن قرار دیا ہے - (عبادات مین نیت کرنیکا حسن عقلی) نیت بہی قلبی اور روحانی شے ہے نہ ظاہری پس نیت کی شرط ہونے سے نیک نیتی اسکی شرط کنندہ کی ہر منصف مزاج پر ظاہر ہوسکتی ہے کیونکہ نیت اسلیے قرار دی ہے کہ انسان عادی ہو اس امر کا کہ ہر فعل کو اپنے بالارادہ خدا کے لیے بجالاوے ماسوا سے خدا کو اپنے کسی فعل مین شریک نکرے ؟ - جب انسان اس امر کا عادی ہوجاویگا کہ ہر کام خالق کی خوشنودی کے واسطے کرے تو اگر کبھی دنیاوی کام پر آمادہ ہوگا تو ضرور یہ خیال کریگا کہ یہ کار دنیاوی کس قسم کا ہے

پسندیدہ خدا ہے یا نہین اگر پسندیدہ خدا ہے تو ہمکو محض اوسکی خوشنودی کیواسطے بجالانا چاہیے اور اگر ناپسندیدہ ہے تو ہمکو زیبا نہین پس ہر فعل مین ضرور اسکی نیت خدا کی خوشنودی کی ہوگی جس سے قوت روحانی مضاعف ہوتی جاویگی۔

دوسرے یہ کہ نیت کی بدولت آنحضرت نے انسان کو انسان بنایا اور ارادہ جو کہ جزو ماہیت انسان ہے اوسکا ایسے اچھے اسلوب سے انسان کو عادی کیا کہ جس سے بہتر کوئی طریقہ متصور نہین کیونکہ انسان کے مجموعی افعال اکثر بلا ارادہ اضطرار پر ہی محمول ہوتے ہین اور یہ بہت بڑا نقص ہے کیونکہ جب بلا ارادہ کسی کام کو کریگا تو اوسمین خوف ضرر بہی ہوگا اور مضرات سے اجتناب نہ کرسکیگا اور جب بقصد و ارادہ جس فعل کو کریگا تو اگر عاقل ہے تو ضرور مضرات سے پرہیز کریگا پس شارع نے انسان کو پابند ارادہ کا بنایا کہ جو کام کیا جاوے ارادے سے ہو جسکا نام نیت ہے۔ پس جب انسان امور مذہبی مین ارادہ کا پابند ہوگا تو بسبب عادت کے امور دنیاوی مین بہی ارادے اور قصد کی پابندی کریگا اور بوقت ارادہ ہر طرحسے انجام بینی کریگا اور یہ خیال ہر وقت رہیگا کہ یہ فعل ہمارا پسندیدہ خالق ہے یا نہین پس جو ناپسندیدہ ہوگا اوس سے اجتناب و پرہیز کریگا پس نیت ہمارے ہر فعل و ہر عمل مین تقرب خدا کی رہتی ہے جو مانع شرک ہوگی اور موجب تقرب روحانی ہوگی نہ ریاکاری جیسا کہ ریاکار عیسائی تصور کرتے ہین"

(اعمال ظاہری کا حسن بچند وجوہ ہے)

(۱) عقلاً انسان کا ظاہر و باطن ایک ہونا چاہیے باطن اچھا اور ظاہر بُرا یہ عقلاً ویسا ہے ہی جیسے عکس اسکا قبیح ہے۔

(۲) ظاہر اگر بُرا ہے تو اثر اسکا باطن پر ضرور ہوتا ہے بدافعالی کرتے کرتے باطن بھی ویسا ہی خراب ہوجاتا ہے چنانچہ مشاہدات سے یہ امر ثابت ہے کہ ارتکاب مناہی سے انسان منکوس القلب ہوجاتا ہے کوئی نیکی آخر میں اس سے سرزد ہی نہیں ہوتے بجز بدی کے۔

(۳) تصفیہ روحانی بدون اعمال ظاہری ممکن نہیں بلکہ بدافعالی سے بدنفسی پر استحجاج واستدلال ہوتا ہے۔ دیکھو شراب خواری زنا کاری چوری اگرچہ یہ سب افعال ظاہری ہین لیکن ان سب کا اثر نفس پر بلا انتہاء وجود ہے نفس وروح مین جو تعلق ہے وہ بعینہ ایسا ہے جیسے صدف کا خانہ صدف ہے اگر خانہ صدف توڑین تو اثر اسکا ضرور صدف پر واقع ہوگا اسی طرح جسم کو اگر آغشتہ بول وبراز سے رکھینگے تو کبھی نفس ہمارا صفائی پسند نہ رہیگا بلکہ دل بھی آلودہ نجاسات سے ہوجاویگا پس تذکیہ ظاہری پر تذکیہ باطنی موقوف ہے اور بدچلنی کے سارٹیفکٹ ظاہری کے خراب ہونے سے ملتے ہین۔

(۴) حکمت اخلاق مین یہ امر ثابت ہے کہ انسان جس مرض مین مبتلا ہو۔ مثلاً مرض جبن مین مبتلا ہے تو علاج اسکا یہ ہے کہ اوسکو مخاوف ومہالک من مبتلا کردین رفتہ رفتہ یہ مرض زائل ہوجاویگا اور یہ اچھے بھلے مرد بنجاوینگے۔ اسی طرح سے بت پرست خدا کا نام لیتے اوسکا سجدہ کرتے اوسکا ذکر کرتے از بس ڈرتے تھے۔ لہذا اون کافر بت پرستون پر خدا ہی کے سجدہ کرنے اوسکی عبادت کرنے اوسیکا ذکر کرنیکا حکم ہوا تاکہ مرض کفر اونکا زائل ہو اور جو ظاہری ایمان لائے ہین وہ عبادت خدا کرتے کرتے پھر عادی ہوجاوین اور ویسے خدا کو سجدہ کرنے لگین۔

(۵) ہر قوم کے کچھہ آداب مذہبی ہین اور ہر ملت ایک طریقہ عبادت کے پابند ہو اب اگر اونکے افعال سے بہتر افعال و اعمال نہ دکھائے جاتے تو کیونکر دل اونکے پسیجتے اور کیونکر سے ایمان لاتے ۔

(۶) حالت باطنی اور قلبی ایک ایسی کیفیت ہے جسکا اثر دوسرون پر ناممکن ہو بخلاف ظاہر کے اسکا اثر دوسرون پر بہی بہت ہوتا ہے لہذا اعمال ظاہری اسواسطے قرار دی گئی تاکہ اثر اسکا غیرون پر بہی ہو ۔

(۷) جو لوگ منافق ہین اسلام کے دلی دشمن ہین ظاہر مین بسبب خوف یا لالچ وطمع کے اپنے کو مسلمان کہتے ہین اونکی حالت باطنی کیونکر دریافت ہوسکتی اور کیونکر یہ معلوم ہوسکتا تہا بانی شرع کو کہ کون ہمارا دلی دوست یا دشمن ہے بجز ان اعمال ظاہری کے یہ وسیلہ گردانا گیا حالت باطنی دریافت کرنے کا جو شخص مطیع و فرمانبردار ہوگا اعمال وعبادات کو اوقات معینہ پر بجالاویگا تو ضرور اوسکے باطنی حالت کا اندازہ ہوسکے گا کہ کسکو کسقدر خدا کی محبت ہے اور کون کسقدر مطیع حکم خدا و رسول ؐ ہے مثلاً ایک نمازہی کو دیکھو جو شخص اوقات معینہ پر سب سے پہلے بہت اخلاص کے ساتھ نماز ادا کریگا واجبی کے ساتھ سنتی نمازین بہی خضوع وخشوع سے ادا کریگا وہ شخص ضرور سچا مطیع سمجھا جاویگا بخلاف اوس شخص کے کہ ٹلکر لیس وقت بیوقت نماز پڑھ لی اسکے معلوم ہوگا کہ یہ سچا دلی دوست و فرمانبردار نہین ہے اسیوجہ سے کسل وکاہلی اور سہل انگاری فرمانبرداری مین کرتا ہے ورنہ اپنی محبوب کے کام کو اچھی طرحسے انجام دیتا ۔ اور اسی طاعت وعبادت سے اصحاب رسول خدا مین

دوست ومنافق کو پہچانا۔ ہے جسنے ایسی نماز پڑہی کہ پیر سے جراح نے تیر نکالا خشوع مین فرق نہ آیا۔ اوسی طرحسے محبوب کے کام مین مشغول رہے۔ تیرون کی بوچہار مین نماز پڑہی وہ لوگ ولی دوست بلکہ عاشق صادق سمجہے گئے۔ پس ہر شخص کی محبت اور دلی حالت اوسکے افعال۔ سے ظاہر ہوتی ہے۔ مثلاً کوئی شخص بد باطن۔ بدنظر ہے ہمیشہ طبیعت اوسکی اسطرف۔ راغب ہے کہ وہ کسی خوبصورت عورت سے حرامکاری کرے توضرور یہ بدنظری افعال سے ظاہر ہوگی خواہ نخواہ تاک جہانک کریگا۔ اسی طرحسے کوئی شخص نیک باطن ہے تو نیکی اوسکی افعال سے ظاہر ہوگی خداترسی جسکے مزاج مین ہے خواہ نخواہ وہ اپنے بھائی کو مبتلا کسی بلا مین دیکہکر شریک حال ہوگا۔ اگر کوئی کسی عورت پر عاشق ہے تو ہرگز عشق اوسکا پوشیدہ نہین رہ سکتا ضرور اوسکے افعال سے ظاہر ہوگا ہر وقت۔ معشوق کی رضاجوئی کریگا معشوق کو راضی وخوشنود رکھنے کیواسطے طاعت وفرمانبرداری کریگا اگر محبوب میسر نہوگا اور اسکو عشق حقیقی ہے تو فراق مین ہائے واے کریگا معشوق کو دیکہکر سینہ پر ہاتھہ رکھیگا خاک پا کو آنکھون سے ملیگا پہر آخر یہ سب افعال ظاہری ہین جیسے باطنی حالت ہوگی اوسکا ظہور ضرور ہوگا۔ پس اگر ہم سچے خدا ورسول کے دوست ہین تو اونکی محبت ضرور ہمارے ہاتھہ وپیر کام ودہان سے ظاہر ہوگی اور وہ آثار یہی عبادت وطاعت ہین پس اگر ہم عاشق حقیقی خدا اور رسول کے ہین تو ویسی افعال محبت آمیز ہم سے ظاہر ہونگے اور چونکہ اون افعال کا کوئی قاعدہ وضابطہ نہ تہا تو ہم ویسی ہی رسول کی محبت کرتے جیسے خدا کی اور محبت وصی رسول مین ایسے امور ہمسے سرزد ہوتے۔ جو خدا اور رسول کیواسطے زیبا تہی دو مثلاً وفور عشق سے خدا کو بہی

سجدہ کرتے اوسکے رسول و وصی کوبھی سجدہ کرنے لگتے اور یہ امر عقلاً قبیح تھا کہ
بادشاہ و وزیر کو ایک حالت سے بندگی کرتے ضرور فرق چاہیئے تھا اس بنا پر قواعد
وضوابط مقرر ہوے جو خدا کی محبت مین ہمکو چاہیئے وہ بھی بتلایا گیا جو اوس کے
رسول کی محبت مین چاہیے وہ علحدہ بتلادیا۔ جو اونکے وصی کی محبت مین چاہیئے
وہ بھی بتلادیا پس اس غیر امتیازی حالت کی معتقدی بدون ان اعمال ظاہری کے
ممکن نہ تھی۔

(۸) اگر انسان کا ظاہر بُرا ہوتا تو بدفعلی دیکھکر ظاہر بین بھاگتے اور ہرگز اسکی
پیروی نکرتے جیساکہ مقلدان پولوس سے اسوقت اور مذہب کے ماننے والے
بھاگتے ہین۔ کیا نیک چلنی کے سارٹیفکٹ کسی سوسائٹی سے بدون ظاہری
حالات جانچے مل سکتے ہین ہرگز ممکن نہین ؟ آخر اسوقت مین تمام قومون کے
اعتراض عیسائیون پر کس بنیاد پر ہین سب نے یہ مان لیا ہے کہ عیسائیت مین
نہ کچھہ احکام ہین نہ کوئی شریعت ہے بلکہ مذہب عیسائی نے شریعت کے احکام ماننے
والون کو لعنتی قرار دیا ہے۔ نیکی کرنی برائی سے بچنے کی کوئی ضرورت نہین تقوے
طہارت کا اس مذہب مین تمام و نشان تک نہین پولوس کے مقولہ " پاکون
کے لئے سب کچھہ پاک ہے " کے موافق اگر کوئی عیسائی۔ انسان کا گوہ بھی
کہالے تو اوسکے لئے جائز ہے خدا کے حلال وحرام سے اونکو کوئی تعلق نہین
اور بالکل انکی وحشیانہ زندگی ہو سکتی ہے۔ جہان عیسائیت کا قدم پڑتا ہے
تقوی اور طہارت عذار سی کوسون دور بھاگتا ہے شرابخواری زناکاری وغیرہ
کی کثرت ہو جاتی ہے چنانچہ مشہور پادری (ریزک ٹیلر) نے بھی اس امر کا ثبوت

زور سے اعتراف کیا ہے کہ عیسائی مذہب کے لیے تین لعنتین لازم وملزوم ہین بشرابخواری زناکاری ۔قماربازی جس ملک کے رہنے والون نے کبھی شراب کا منہ تک نہ دیکھا ہو ۔عیسائیون کی برکت سے وہان بھی یہ ام الخبائث موجود ہے جو شخص بڑا ہی محتاط ہوگا وہ بھی ہاضمہ کی کمزوری کے لیے ضرور تھوڑی سی پی لیتا ہوگا یا عشاے ربّانی سے محظوظ ہوتا ہوگا کیونکہ پولوس مقدس کے یہ ہدایات ہین ۔ (روم ۳ ۲۰) کوئی آدمی شریعت پر عمل کرنے سے اسکے حضور راستباز نہین ٹھہریگا (روم ۳ ۲۸) بلکہ کفارہ پر ایمان لانے سے انسان مفت راستباز گنا جاتا ہے (روم ۳ ۲۴) اور شریعت کی یہانتک ہتک کی کہ صاف صاف کہدیا۔کہ وے سب جو شریعت کے اعمال پر تکیہ کرتے ہین شریعت کے تحت مین ہین پر یہ بات کہ کوئی شخص خدا کے نزدیک شریعت سے راستباز نہین ٹھہرسکتا ظاہر ہے کیونکہ جو ایمان سے راستباز ہوا سو ہے جئے گا پر سو لعنت کو ایمان سے کچھ نسبت نہین (گلتی ۳ ۱۱) اور حتی اینکہ توریت کو یہ کہکر صاف اُڑا دیا کہ اگلا حکم اسلیئے کہ کمزور و بیفائدہ تہا اوٹھہ گیا کیونکہ شریعت نے کچھ کامل نکیا (عبرانی ۸ ۱۸) یہ اعتراض ہر قوم کا مذہب عیسائی پر خصوصاً اسلام کی طرف سے ایسا ہے جسکا جواب زندگی بھر نہ سوجھے بس جو لوگ ایسی شریعت کے پابند ہین اونہین کو کون اچھا کہتا ہے جو ہم بھی اسکو اختیار کرین اور طرّہ یہ کہ اسکی عقلی ہونیکا ادّعا ہے ایسی عقل آپہی کو مبارک ہو ہم اس عقلمندی سے درگذرے ہم بیوقوف ہی بھلے ہین ۔

(۹) ہر منعم کا شکر ادا کرنا لازم ہے اور شکر منعم حقیقی اعمال ہین اگر ہم عادی اس

طریقہ شکر کے نہ ہوتے یعنے علی طور پر شکر ہم نہ ادا کرتے تو منعم مجازی کا ہی زبانی شکر ادا کرکے
چھٹکارا پاتے اور احسان و نیک برتاؤ اوسکے ساتھ نکرتے اسواسطے کہ یہ خیال ضرور ہوتا کہ
منعم حقیقی کا شکر جسکو فضیلت ہر شکر سے ہونا چاہیے وہ فقط زبانی زبانی ہی ہے تو پھر کیون
منعم مجازی کا شکریہ بہی زبانی ہی نہ ادا کرین -

(۱۰) شہرت مذہب کی بدون اعمال ظاہری ناممکن ہے کوئی وسیلہ اظہار کا بجز اسکے
نہین ہے جسقدر اعمال ہونگے اوسیقدر شیوع مذہب ہوگا مثلاً دن رات مین
پانچ مرتبہ اذان کہنا کیا جو شخص اذان کو ہر گلی کوچہ مین شب و روز مین پانچ مرتبہ
سُنے گا تو شہرت و اعلان مذہب اس سے نہ ہوگا یا حج کو جب جاتے ہین اور
قافلون سے ملاقات ہوتی ہے اور ہر طرح کے لوگ سیاح و تاجر ملتے ہین جب وہ
حاجیون کے قصد پر مطلع ہونگے تو یہ باعث شہرت نہ ہوگا -

(۱۱) بے شغلی بُری شے ہے شغل کے واسطے عبادت قرار دی گئی کیا انسان کو اگر ابدی
زندگی و اخروی راحت کی امید اس ذریعہ عبادت سے نہ دلائی جاتی اور یہ شغل
نہ کرایا جاتا تو سلامت روی ممکن تھی !! ہرگز نہین، جب انسان کو اخروی امید
نہ ہوتی تو تحصیل دنیا مین ہر وقت شاغل ہوتا اور رہا اچھے اور بُرے عنوان سے
تحصیل دنیا کرتا اور مرتکب قبائح و فضائح کا ہوتا - لہذا ان اعمال کو ذریعہ حصول آخرت
گردانا - اور انسان کو یہ مشغلہ کرا دیا کہ دن رات عبادت کرے دنیا کیطرف بقدر ضرورت متوجہ ہو -

(۱۲) انسان اگر پابند اعمال ظاہری کا نہ کیا جاتا اور مکلف نہ قرار پاتا تو کثرت جرائم
ہوتے اور بد انتظامی پہیل جاتی حکمت مدن اور سیاست کے واسطے لازم ہے کہ
رعایا کو مکلف قرار دین اور آزاد محض نہ کر دین کیا کسی سلطنت کا بقا بدون اسکے ممکن ہے

کہ رعایا آزاد ہوکر رہے اور بالکل کوئی مشغلہ نہو کوئی تکلیف نہ دیجاوے۔ کیا مالگزاری اور ٹکس یا دیگر قواعد کا انضباط گورنمنٹ انگلشیہ نے بلکہ ہر گورنمنٹ نے کیون قرار دی ہین تعزیرات ہند بالکل بیکار ہے یہ پابندی تو محض اسیوجہ سے ہے تاکہ پابندی قانون سے کمی جرائم ہو انتظام کامل ہو اسی طرحسے صد ہا عقلی فوائد اس عبادت ظاہری اور پابندی اعمال وافعال مین ہین کہانتک ہم بیان کرین۔

پس منافع مذکورہ کی غرض سے حکمت ناموس مین ہمکو اعمال وعبادت کا پابند بنایا اور اس عبادت کو علت غاے انسان کا قرار دیکر فرمایا" وماخلقت الجن والانس الالیعبدون" یعنے خلقت تمھاری محض طاعت کے واسطے ہے اگر بے اطاعتی ونافرمانی کروگے تو پھر وجود تمھارا عبث ہے ہم نیست ونابود ہی کردینگے جیسا کہ بے اطاعتی کی یہی سزا ہے جن قومون نے نافرمانی کی وہ نیست ونابود ہوگئین دیکھو قوم عاد وثمود کی کیا حالت ہوی" اسی نافرمانی سے (بہ نص توریت) اسرائیل کی سلطنت پر کیسا کیسا زوال آیا"

(اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم)

اطاعت مین تقلید کی ضرورت

اطاعت کے معنے حکم ماننا اور پیروی کرنا ہے اور اطاعت کی امور مذہبی مین دوقسمین ہین ایک بعیت دوسری تقلید۔ بعیت وتقلید مین فرق یہ ہے کہ بعیت ہاتھ پر ہاتھ مارنا ہے اور تقلید مین اسکی ضرورت نہین۔

بعیت مذہب شیعہ مین مخصوص ہے انبیاء واوصیا سے۔ اور تقلید علماے مذہب کی پیروی کو کہتے ہین مفہوم بعیت وتقلید قریب قریب ایک ہی ہے۔ یعنے قول کو دوسرے کے

بدون طلب دلیل قبول کرلینا اور چون وچرا نکرنا اور یہ دونون بیعت و تقلید عین طاعت ہین - طاعت خدا کا نام عبادت ہے جو بجز اوسکے کیسیکی واسطے سزاوار نہین اور طاعت رسول و نائبان رسول کو طاعت ہے کہتے ہین -

تقلید سے زیادہ کسی امر مین طاعت نہین ہے اسواسطے کہ بدون دلیل کے کسی امر کو قبول کرلینا یہ اعلی درجہ کی طاعت ہے - بادی النظر مین یہ بہت برا معلوم ہوتا ہے کہ بدون سمجھے کسیکی بات مان لینا خلاف عقل ہے - لیکن جب ہم یہ تسلیم کرچکے ابتدا ٔ جسکی ہم تقلید کرتے ہین یہ شخص ہر طرحسے علم وفضل عقل و فراست و قائق احکام سے واقف ہو اور ہمسے اچھا ہے اور ہر امر مین یہ خود مکرر نظر کرکے دلیل و برہان سے اپنے واسطے ثابت کرچکا ہے اور اوس امر کو اپنا باعث نجات سمجھہ لیا ہے تو اب ہمکو اوس سے طلب دلیل کی کیا ضرورت ہے - یہ ویساہی ہے کہ کسی طبیب یا ڈاکٹر سے ہم باوجود جہل تشخیص مرض اور علاج مین مباحثہ کرین اور جبکہ طاعت اقوال و افعال مین ایسے شخص کی جو ہر طرحسے اعرف ہو ہمارے لیے عقلاً بہتر ہے تو تقلید وبعیت بہی طاعت ہے یہ بہی عقلاً مستحسن ہوگی -

بلکہ انسان مین جبلاً ایسا ایک میلان ہے کہ وہ اوسکی متابعت سے اپنے آپ کو بری نہین کرسکتا پیدا ہونے سے لیکر عمر کے آخری حصہ تک موقع ومحل کا ؛ یعنی اون چیزون کا جو اوسکے چارون طرف گھرے رہتے ہین اوسپر اثر ہوتا ہے - انسان وحیوان مین فرق دکہانے کے واسطے بعض خواص وخصوصیات قرار دیے ہین اور انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے - لیکن جس طرحسے سب حیوانات قوت میلان طبیعت کے مقابلہ مین مجبور ہین اوسی طرح انسان مین بہی یہ نسبت دوسرے حیوانات کے ایک خاص خاصہ میلان کا

پایا جاتا ہے جسکو قوت تقلید کہتے ہین جسکی عظیم تاثیر بنی نوع بشر پر ہے یہ امر تسلیم شدہ ہی کہ ہر آدمی پر اوسکے مقام پیدایش مقام پرورش مقام سکونت ملک آب و ہوا تربیت و تعلیم کا کامل اثر ہوتا ہے۔

مادہ تقلید جسقدر انسان مین ہے اتنا کسی اور جانور مین نہین ہے نقل اوتارنے کی طرف رغبت آدمی مین اوسی زمانہ سے ظاہر ہونا شروع ہو جاتی ہے جبکہ وہ مان کی گود مین ہوتا ہے پس جن لوگون کے جیسے خواص و عادات ہون اونکی نسبت سمجھہ لینا چاہیے کہ بچپن کی تربیت ایسی ہے طور پر ہوی ہے۔ بچہ اوسی زبان مین نقل کرتا ہے جسکو وہ دیکھتا ہے۔ بچون مین یہ خاصیت ہوتی ہے کہ وہ اپنے افعال کو حرکات کو اپنے والدین اور مربیون کے افعال و حرکات سے مشابہ کرنے کی کوشش کرتے ہین۔ بعض بچہ اس قسم کے باتین کرتے ہین جو اونکے سن و سال کے موزون نہین ہوتین اسکا سبب وہی میلان تقلید ہے یعنے وہ اون باتون کی تقلید کرنا چاہتے ہین جو اونہون نے اپنی مان یا کھلائی کی دیکھین یا اونسے سنی تہین خاندانی اور بڑے گھرانون اور تعلیم یافتہ اشخاص کے بچون اور اون بچون مین جو ادنی طبقہ والون اور گداگرون کے ہوتے ہین۔ یہ فرق نہین ہوتا کہ اونکے دماغی بناوٹ یکسان نہو بلکہ ان آخری تعلیم کے بچون کے اعضا کی بناوٹ بہ نسبت اول الذکر بچون کے زیادہ مکمل ہوتی ہے۔ چونکہ شریفون کے بچے ابتداے عمر سے اچھے افعال و حرکات کی تقلید کرنا شروع کر دیتے ہین اسواسطے اونکا ملکۂ عقلی زیادہ روشن اور قوی ہوتا ہے مکتبون مدرسون مین ایک بد تہذیب شاگرد کا اثر دوسرے شاگردون پر ضرور ہوتا ہے فیشن کی پابندی اور اوسکی طرف رغبت کی وجہ یہی قوت تقلید ہے جو انسان مین فطرتاً پائی جاتی ہے

واضعان قوانین کے نزدیک اخلاق عمومی کی درستی اور اصلاح کے واسطے اس
قوت تقلید سے کام لینا نہایت مفید اور کارآمد ثابت ہوا ہے اونکے زعم مین ہر ایک
شخص اس بات کا مجاز نہین ہے کہ جو چاہے وہ کرے بلکہ قومی اخلاق و عادات کی درستی
کی غرض سے ہر شخص احکام قانونی کی پابندی کے واسطے مجبور ہے کیونکہ وہ کہتے ہین
کہ ہر کسی شخص کا کوئی برا فعل دوسرون کو تقلید کرنے کے واسطے مثال ہو جاتا ہی کہانیون
قصون اخبارات کا اثر قومی اور عموم اخلاق پر برابر دیکھا جاتا ہے اس سے معلوم
ہوتا ہے کہ انسان کی قوت تقلید صرف افعال و حرکات کے مشاہدہ کی بناپر متحرک
نہین ہوتے بلکہ کسی خیال کے پیدا ہوجانے سے اوسکے کرنے کی رغبت پیدا ہوجاتی
ہی ایسے لوگون کی کمی نہین ہی گ قصون کے فرضی اشخاص مین سے کسی کی تقلید کرنے
کی طرف مائل ہوجاتے ہین۔

اس مثل کی کہ (برائی کا نقصان سات محلون تک پہونچتا ہے) یہی معنی ہین چونکہ
انسان مین تقلید کرنے کی بے اختیارانہ رغبت ہے اسواسطے رفتہ رفتہ ایک برائی
عموماً پھیل جاتی ہے۔ اور اس مثل کا بھی کہ (انسان اپنے ساتھی سے بس جاتا ہی)
یہی مطلب ہے کہ آدمی بغیر اسکے کہ اچھائی یا برائی کی پرواہ کرے اپنے ساتھی کی تقلید
کرنے لگتا ہے۔

اکثر دیکھا ہے کہ میان بیوی کی طبیعتین اور عادتین یکسان ہوتی ہین وجہ یہ ہے
کہ میان اپنی بیوی کی اور بیوی اپنے میان کے مزاج کی تقلید کرتے کرتے دونون کا
رجحان مزاج یکسان ہوجاتا ہے۔

انسان مین ایک اور خاصہ یہ ہے کہ وہ غیر معمولی اور فوق العادۃ حالات کا

خواہان رہتا ہے یہی باعث ہے کہ ہر ایک آدمی اپنے افعال و حرکات کا حاکم خود نہین ہوسکتا اور جو بات وہ کرنی چاہتا ہے بے پروائی اور خود مختاری سے کرنی چاہتا ہے لیکن قوت تقلید اسپر حکومت کرتی ہے اور اوسکی خود مختاری کو روکتی رہتی ہے ۔

علم افعال الاعضا کے ماہرین نے یہ قرار دیا ہے کہ تقلید کرنے کا میلان ایک عصبی خاصہ ہے اور جب کبھی یہ خاصیت بڑہی ہوتی ہے تو بطور ایک مرض کے نمودار ہوتی ہے چنانچہ مانیشر (دودار) نے ایک مثال بیان کی ہے کہ مینے اوس فوج مین جو میڈی کاسگر مین معین تھے ایک سپاہی کو دیکہا کہ وہ اوس عصبی مرض مین ایسا مبتلا تہا کہ کوئی شخص جو حرکت اوسکے سامنے کرتا وہ بہی بعینہ ویسا ہی کرنے لگتا اور چونکہ وہ خود بہی اپنے مزاج کے اس مجبوری سے واقف تہا اسواسطے وہ ساتھیون سے التجا کیا کرتا تھا کہ ہنسی اور مذاق مین کوئی نامناسب حرکت اوسکے روبرو نہ کیا کرنا ایک روز سب کھانا کھا رہے تھے ایک شخص نے ایک ٹین کا گلاس گرادیا یہ شخص دیکھ رہا تہا اس سے رہا نہ گیا اور ایک کانچ کا گلاس جو اوسکے روبرو رکھا تہا اوسنے اوٹہا کر گرادیا اور وہ ٹوٹ گیا اسی قسم کی ایک اور حکایت مشہور ہے کہ ایک شخص کسی جرم مین مبتلا ہو کر قید ہوگیا وہ بہی اس بیماری مین بہت مبتلا تہا امتحان کے واسطے ایک دن افسر جیل نے ایک چھری لیکر ایک شخص کے پیٹ پر اس طرح سے رکھی گویا وہ چھری کو پیٹ کے اندر بھونکتا تہا اس شخص سے ضبط نہ ہوا دوڑ کر چھری چھین لی اور اوس شخص کے پیٹ مین بھونک دی ۔ ایکدن ایک شخص پانی کی صراحی سرپر لیے چلا جاتا تہا اوسکی نظر ایک شخص پر پڑی جسنے ٹوپی اپنے سر سے اوتار کر زمین پر دے ماری یہ دیکھکر اسنے بہی فوراً صراحی کو سر پر سے گرادیا ۔ ایسی

مثالون کی کمی نہین ہے جنسے قوت تقلید کی افراط ثابت ہوتی ہے. کسی شخص کو جمائی
لیتے ہوئے دیکھکر دوسرون کو جمائی لینے کی خواہش پیدا ہو جاتی ہے - اسی قبیل سے
قینچی سے کاٹتے وقت بعض لوگ منہ بناتے ہین - دایہ بچے کو جب لقمہ دیتی ہے تو بچہ کے
مُنہ کھلنے کے وقت خود بھی مُنہ کھول دیتی ہے اسکی اصلیت بھی میلان تقلید ہے - صحبت
کا اثر جو کہ انسان حیوان نباتات جمادات ہر شے مین موجود ہے وہ بھی میلان تقلید ہے
(اس سوال کا جواب کہ) (انسان تقلید کرنیکے طرف ایسا راغب و مائل کیون ہے کہ
کسی کو کوئی کام کرتے ہوے دیکھکر خود بھی اوسی کام کو کرنا چاہتا ہے اور اس طرح پر
گویا کہ وہ اپنی کمزوری کا اظہار کرنے لگتا ہے) جواب یہ ہے کہ انسان جب کبھی کوئی
حرکت دیکھتا ہے یا کوئی بات سُنتا ہے تو اوسکے ذہن مین ایک خیال پیدا ہوتا ہے
اور فکر انسانی اوس طرف متوجہ ہو جاتی ہے اگر وہ حرکت یا قول کچھہ اہم ہے تو
انسان اسکی طرف اسقدر توجہ کرتا ہے کہ خود بھی ویسا ہی کرنا چاہتا ہے فعل و حرکت
اور عقل و فکر کے درمیان باہم اسقدر مناسبت ہے کہ اوسکو مناسبت نہ کہنا
چاہیے بلکہ سمجھنا چاہیے کہ یہ سب گویا ایک ہی ہین افعال و حرکات حقیقت مین افکار
و خیالات کا ثبوت ہوتے ہین - انسان صرف وہی حرکت کرتا ہے جسکا حکم اوسکے
دماغ سے ہوتا ہے اور دماغ اوسی شغل و کام کا حکم دیتا ہے جسکا خیال اوس مین
بذریعہ نظر یا سماعت کے پیدا ہو گیا تھا غرض یہ ہے کہ انسانی فکر و خیال بذریعہ دماغ
کے دوسرے اعضاے بدنی کو اپنے مشابہ ہو جانے پر مجبور کر دیتے ہین اسیکا نام
تقلید ہے - یہ مشہور ہے کہ انسان ڈرتے ڈرتے ڈرنے کا عادی ہو جاتا ہے
وجہ یہ ہے کہ جب کسی کے ذہن کا مشغلہ کسی خاص نقطہ پر منحصر ہو جاتا ہے تو اوسے

ہمیشہ وہی افعال سرزد ہوا کرتے ہین جو لوگ راستہ مین چلتے ہوے یہ سوچتے جاتے ہین
کہ کوئی خطرناک شے پیدا نہ ہو جائے ضرور وہ کسی وقت مین ڈر جاتے
ہین حتے کہ خیالی شکلون سے اونکا مقابلہ بہی ہو جاتا ہے کیونکہ کسی مقابلہ کرنیوالی
شے کا خیال اونکے ذہن مین اسقدر صورت پکڑ جاتا ہے کہ وہ شے اونکو مثل
محسوس کے معلوم ہونے لگتی ہے جسکو جاہل نافہم آسیب سے تعبیر کرتے ہین -
بہرحال جب یہ ثابت ہوا کہ انسان تقلید پر جبلتاً مجبور ہے - اور خدا نے انسان مین
اس مادہ کو پہلے سے خلق کیا ہے - تو حسن اسمین یہ رکہا ہے کہ انسان جبلی اور خلقی
طور پر اس امر پر مجبور ہو کہ دوسرون کے اچھے فعل کو دیکہکر خود بہی پابندی اختیار کرے
اور افعال حسنہ کی پابندی سے خود بہی نیک بنے اور برون کی تقلید کو اپنے اوامر
ونواہی وزواجر سے روکا ہے پس جب تقلید کا انسان پابند ہے اور افعال شنیعہ کی
تقلید سے اوامر ونواہی وزواجر سے روکا گیا ہے تو ضرور یہ نیک چلن با اخلاق ہوگا
اور یہ امر بدیہی ہے کہ انسان جب تقلید پر عادتاً مجبور رہے تو خواہ مخواہ اچہے اور
برے ہر فعل مین تقلید کرتا تو اب اس بے قیدی اور آزادی کے روکنے
کے واسطے ضرور ہوا کہ کچہہ ضوابط اور قواعد تقلید کے مقرر کیے جاوین اور
مادہ تقلید سے اچہے اچہے باثمر کام لیے جاوین - پس اچھے آدمیون کی تقلید
کا حکم دیا کہ جو اعلم وافقہ واورع وازہد ومجتہد جامع الشرائط ہو ؛ کیونکہ ایسا
شخص ہر حالت سے اچہا ہوگا اور اوسکی تقلید سے یہ بہی اچہا ہو جاویگا اور اپنے
مجتہد کے افعال وعادات واحکام پر عمل کرتے کرتے مثل اوسیکے نیک ہو جاویگا
اور زیادہ تر خصوصیت تقلید کی احکام وعبادات مین رکہی گئی تہی تاکہ جملہ احکام

بسبب تقلید اچھے شخص کی اچھی طرح سے بجالاوے اور دنیاوی امور مین بہی اچھے کی تقلید عقلاً مستحسن ہوگی۔ جب یہ شخص تقلید کا پابند ہوجاویگا تو رفتہ رفتہ کوئی اچھی بات جب کیسکی اسکو نظر اوئیگی فوراً اختیار کرلیگا اور بُری بات سے پرہیز کریگا۔ پس جب انسان اوس شخص کی تقلید و پیروی کریگا جو ہمیشہ رسول خداؐ کی مرضی کے موافق ہر کام کرتا ہے تو اسکی اطاعت سے خدا کی طاعت ہوگی اور درگاہ باری مین یہ بہی مقرب سمجھا جاویگا جیسا کہ ہمارا قرآن مجید اسکی ہدایت کرتا ہے اور خدا فرماتا ہے (ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ) جسنے اللہ کے خاص صلعم کی فرمانبرداری کی اوسنے اللہ کی فرمانبرداری کی اسیطرحسے جو اولی الامر ہین یعنی وہ لوگ جو پورے پورے احکام رسول کی پابندی کرتے ہین اور کسی امر مین بے چون وچرا مخالفت رسول نہین کرتے کوئی برا کام عمداً وسہواً کبھی اونسے سرزد نہ ہوا ہو ایسے شخص کی طاعت بہی طاعت رسول ہوگی اور طاعت رسول طاعت خدا ہے کیونکہ یہ امر بدیہی ہے کہ اطاعت سے وزیر کے پادشاہ ضرور خوش ہوتا ہے اور اوس طاعت کو اپنی طاعت سمجھتا ہے کیا مثلاً کمشنر صاحب کے حکم احکام کی پابندی کرنا اور انکی اطاعت کرنا اوس حکم مین جو مثلاً نواب لفٹنٹ بہادر کی مرضی سے ہو عین طاعت نواب مذکور نہین ہے اور اسی طرحسے۔ اسیوجہ سے خدا نے تین طاعتون کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے۔

(اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔

اب یہ امر طے کرنے کے قابل ہے کہ مراد اولی الامر سے عقلاً کون شخص ہے۔ اور خدا اور رسول کی طاعت کے بعد عقلا کس شخص کی طاعت کرنا لازم ہے ہم انصاف پسند لوگون کے واسطے بہت مختصر تقریر مین اپنے مطلب کو ادا کرنا چاہتے ہین وہ جہگڑے جو سنی شیعہ مین ہوتے ہین اونسے ہمکو بحث نہین ہم یہ کہتے ہین کہ مراد اس آیہ وافی ہدایہ مین

عقلا کونسی طاعت ہے امور دنیا مین تنہا یا امور آخرت مین تنہا۔ یا دونون طاعتین مقصود ہین۔ اگر دنیاوی امور مین طاعت مقصود ہے تو کیا دینی باتون مین ہمکو اونکی نافرمانی چاہیے ہے۔ ہرگز عقل اسکو قبول نہین کرتی اور یہ طاعت طاعت ہی نہ کہلاویگی اسواسطے کہ جو دیندار ہے اوسکو تو دینی امور مین طاعت اپنی زیادہ تر محبوب ہوگی امور دنیاوی کی بہ نسبت۔ اسی طرحسے اگر دینی طاعت مقصود ہے اور دنیاوی امور مین بالکل اطاعت کی ضرورت نہین تو یہ بہی عقلاً نہین ہوسکتا اسواسطے کہ وہ امور دنیاوی بہی یا جائز اور مستحسن ہونگے یا معصیت اور غیر مستحسن اگر معصیت ہین اور امور قبیحہ ہین تب بہی یہ دینداری کے خلاف ہے اور اجتماع اضداد ہے کہ امور دینی مین اطاعت بہی کرے اور پہر مثلاً زنا و سرقہ بہی کرے یہ طاعت بہی طاعت نہ رہیگی۔ اور اگر اون امور دنیا سے امور جائزہ حسنہ مقصود ہون تو وہ بہی امور دینیہ مین داخل ہونگے اور دین و دنیا اسوقت مین ایک سمجہا جاویگا۔ پس معلوم ہوا کہ عقلاً دین و دنیا دونون مین طاعت چاہیے۔ اور طاعت اوسی شخص کی سزاوار ہے اور عقلاً اوسیکی تقلید لازم ہے جسکا دین و دنیا دونون ہر طرحسے اچہے ہون اور کوئی پہلو برائی کا نہ نکلے ورنہ فائدہ سے تقلید کا کیا ہوگا بلکہ برے کی تقلید کرکے برا بننا ہوگا اور یہ ویسا ہی قبیح ہے جیسے برے کی صحبت مین بیٹہنا۔ اور گویا اپنے تئین برائی کا عادی کرنا ہے۔

پس جو شخص دنیادار ہے یعنے پادشاہ اوسکو ہم کسی طرحسے اولی الامر نہین قرار دیسکتے اسواسطے کہ دنیادار کو دینداری سے کیا تعلق ہے۔

علاوہ اسکے ہمکو کوئی سلطنت شخصی ہو یا جمہوری۔ ہرگز کافی نہین دنیاوی اور اخروی

دونون جگہ روحانی سلسلہ کامل نہین کرسکتے جسکی تقلید سے ہم اپنے اخلاق و عادات
کو پورا کرسکین اسلیے کہ عقل انسانی ہمیشہ اچھے اور برے امور کی شناخت مین مختلف
چلی آتی ہے شرابخواری کو لیجیئے جو مبدا فسادات ہے ہمیشہ ایک گروہ اوسکی خوبیان
اسقدر بیان کررہا ہے کہ اوس سے بڑہکر کوئی شے اچھی نہین ہے - دوسرا گروہ اوسکی
مذمت کررہا ہے - زناکاری کو لیجیئے جس سے سلسلہ نسب منقطع ہوتا ہے ان دونون وہ
شیوع اس کا ہو رہا ہے کہ یورپ کی تہذیب اور حرام گہرون کی بنا اسپر ہے - قماربازی کو
لیجیے اور لاٹری کا صیغہ یاد کیجیے پس جس وقت بادشاہ کی راے حرامکاری کا حسن تجویز
کرے تو کیا عقلاً ہم بہی اوسکی پیروی کرکے روحانی ترقی حاصل کرسکتے ہین ہرگز نہین
ہرگز نہین نوعی سلطنت امریکہ وغیرہ جسکی کارروائی پارلیمنٹ اور کونسل پر ہے جس مین
بڑے بڑے حکما اور فلاسفر ممبر ہین اور جنکا انتخاب کیسی کیسی احتیاط عقلی سے کیا جاتا ہے
اونکی تجویز سے مسکرات کے کارخانہ سرکاری تجارت کے واسطے جاری ہین اور حرام گہر
سرکاری خانہ زاد روس بڑہانے کی فکر مین ہے لاٹری کا صیغہ یاد کیجئے سرکاری محصول
کی زیادتی کی نظر سے مروج ہے - پس جب رعایا اور بادشاہ دونون کسی شریعت
کے پابند نہین ہین تو اگر سلطنت شخصی ہے تو بادشاہ رعایا پر غالب ہے تو ہمکو
کیونکر اطمینان ہو کہ بادشاہ آزادنفس خلاف عقل کارروائی نہ کریگا چنانچہ یہی دلیل
سلطنت شخصی کی خرابی ہونیکی بیان کیجاتی ہے - اور اگر سلطنت جمہوری ہے اور تمام
ممبران کونسل آزادنفس ہین اور امید و بیم احکم الحاکمین کا ڈر اونکو نہین ہے وہ
کونسل بہی غلط کاری مین بمنزلہ شخص واحد کے ہوگی اگر آپ کہین کہ ہزار آدمی کا
اتفاق راے ضرور اچھی چیز کی اچہائی اور بری چیز کی برائی ظاہر کردیگا پس قانون

سلطنت جو کونسل و پارلیمنٹ نے بنایا ہے ضرور محل اطمینان ہوگا۔ ہم کہتے ہین کہ اگر
شخص اجتماع سے ہر جگہ یہ مجمع کا حکم افراد کے حکم سے بدل جاے۔ تو ایسا نہین ہے بلکہ ہزار
آدمی خطا کار کا مجمع بہی ضرور ہے خطا کار رہوتا ہے اور ہزار آدمی غیر مہذب کا مجمع بھی
غیر مہذب ہے۔ اب جو ایک خطا کار گو یا غیر مہذب کو سوجہے گی وہی ہزارون کو سوجہے گی
مرض یکے و طبیعت یکے مزاج یکے ٭ مریض عشق اگر صد بود علاج یکے - یہی حال
ہر عہد مین رہا ہے بس برون کی تقلید سے انسان ضرور برا ٹھہرے گا اور نیکون کی تقلید
سے نیک ہوگا۔ اس بیان سے ہمارے یہ واضح ہوا کہ سلطنت دنیاوی کی پابندی
ہرگز ہمکو روحانی قوت نہین بخش سکتے نہ اخلاق کی درستی کے واسطے ہمارے کافی ہوسکتی
ہے اسی مقام سے جواب اون لوگون کا بہی ہوگیا جو یہ کہتے ہین کہ آئین سلطنت کا خوف
ہمکو ارتکاب جرائم سے روکنے کو کافی ہے شریعت کی پابندی کی کیا ضرورت ہے بس
ہم طاعت و تقلید اوسکی کرینگے جو ہر طرح سے اچہا ہو اور جو کام وہ کرے دینی ہو یا دنیاوی
اوسکی ماہیت اور غرض نتیجہ سے بخوبی واقف ہو تاکہ وہ برائی سے بچ سکے تب ہی
ہمکو تقلید کا نفع عقلاً ہوگا ورنہ تقلید سے مضرت ہوگی جو ان صفات سے متصف
نہین اوسکی طاعت اور تقلید سے عقلاً ہماری خرابی ہی ہوجاویگی۔

پس وہ لوگ جو ہر طرح کی قابلیت رکھتے ہون اور اچھے اور برے کو ہر حیثیت سے
جانتی ہون اور مصلحت عام اور منافرت و ملایمت عام سے واقف ہو ہر شخص کی قوت
و طاعت کا بہی اندازہ کر لیا ہو تاکہ ایسی بات کوئی نہ کہدے جسکے بجالانے کی ہمکو
طاقت ہی نہو بس ایسا شخص دنیا مین نہین ہوسکتا مگر وہی جو موید من اللہ اور
ملہم ہو بعد طاعت رسول ایسی ہے شخص کی طاعت ہمکو لازم ہوگی تاکہ تقلید و طاعت سے

فائدہ اوٹھاوین اور رہیں. اس طبقہ کے پھر وہ لوگ ہونگے اور اونکی تقلید ہمکو چاہیے
ہی جو کہ طبقہ مذکورہ کے منشا، اور مقصود کو بخوبی سمجھتے ہون خصوصاً مرادفات متشابہات
مین (جو کہ ہر کلام کو لازم ہین) مقصود کا امتیاز کرنا اور اوسی ڈہنگ اور اوسی رنگ سے
امور دینی و دنیاوی کو تمام خلائق تک پہونچانا اور قدم بقدم ہونا اپنی سیرت کو اون
لوگون کی سیرت کے مانند قرار دینا اور تخلق اونکے اخلاق سے کرنا ان لوگون کی تقلید
عام لوگون کو لازم ہوگی اور یہ علماے مذہب و ملت ہین جو بعد رسول و اولی الامر ادام
و حکام خدا کو سمجھ سکتے ہین اور مرادفات و متشابہات مین اور ناسخ و منسوخ مین امتیاز
کر سکتے ہین اور اس طبقہ مین بہی جسکو زیادہ تر ملکہ و مہارت ہو اور سب سے بہتر
افعال و حرکات جسکے ہون اوسکی تقلید عقلاً لازم ہوگی اور بدون اسکے تقلید سے
کوئی نفع نہین ہو سکتا ماسواے مضرت کے۔
ایسے لوگون کی تقلید و طاعت طاعت خدا اور رسول خدا عقلاً سمجھی جاتی ہے اور تقلید
مجتہدین و علماء ذریعہ تقرب باری سمجھا جاتا ہے
چنانچہ ماننے والے وید کے بہی پیروی و تقلید پرساد ہنون اور گرؤن کے مجبور ہین
خود وید کی ہدایت ہے۔ (جس طرحپر کہ شاہی دربار مین واقف کار کے ساتھ جا کر
انسان اپنے مطالب بر آری کر لیتا ہے اور پھر اوسکی تقلید کر کے آیندہ کے لئے خود
دربار تک پہنچتا ہے اسی طرح سے اوس شاہنشاہون کے بہی مالک پرمیشور کے حضور
مین بہی جو اوسکے مقبول بندے ہین اونکی پیروی کرتا ہوا انسان رفتہ رفتہ پرمیشور
کے دربار تک پہونچ جاتا ہے) اور جب ثابت ہوا کہ مادہ تقلید انسان کی خلقت
مین ہے تو خواہ نخواہ ہر زمانہ اور ہر عہد مین عام لوگون کو کسی اچھے شخص کی تقلید کرکے

اپنے اخلاق آداب درست کرنیکی ضرورت ہوگی پس وہ لوگ جنکی تقلید کرنی چاہیے
وہ عبّاد وزہاد مذہب کے ہین اور وہ لوگ ہین جو احکام خدا سے بہ نسبت عام لوگون
کے زیادہ واقف ہون سیرت انبیاء و اولیا کو حاصل کیا ہو متخلق باخلاق اللہ ہون -
اور چونکہ تقلید میت سے ویسا نفع نہین ہوسکتا جیسا کہ اوس شخص سے ہمکو انتفاع
ہوگا جو کہ زندہ ہمین موجود ہے اس بنا پر تقلید مجتہد حی کو فرض سمجھا ہے - اور اس مین گئی
نفع ہین -

۱ یہ کہ صدہا مسائل مذہبی روز بروز ایجاد ہوتے جاتے ہین مصالح کا تغیر ہر آن ہوتا ہے
منافرت طبع و ملایمت غرض کو تبدیلی ہے پس اسکے واسطے جدید حاکم و شارع ہونا چاہیے
تاکہ وہ اسباب و مصالح اور تکلیفات شرعیہ کو جانچتا رہے زمانہ کے ڈھنگ اور رویّہ کو
دیکھکر تعلیم احکام کرے -

۲ اموات کے اخلاق حسنہ سے متخلق ہونا بدون سیر کتب جنمین سیرت اونکی مدون ہو
ممکن نہین بخلاف اسکے کہ زندہ مثال اون اسلاف کے اخلاق کے ہمین موجود ہو اور ہم
اوسکو دیکھکر اخلاق و آداب اپنے درست کرین -

۳ آراء اکثر احکام مین مختلف ہین اور مرادفات و متشابہات مین مفہوم کے دریافت کرنے
مین اختلافات ہوتی ہین پس جو لوگ احیا مین سے اون اختلافات پر نظر کرکے اور پھر
جانچ و پڑتال رائے کے کرینگے تو باعث مزید اطمینان ہوگا مقلد کے واسطے - اور
ہر آن و ہر زمانہ مین تحقیق حق ہوتا رہیگا اگر تقلید میت کافی ہوتی تو تحقیق و جانچ کا
دروازہ بند ہوجاتا -

پس بوجوہات مذکورہ ہر شخص کو لازم ہے کہ قوم مین جو سب سے بہتر و افضل ہو علم و

افضل زہد و اتقامین صاحب راے صائب ہو اوسکی تقلید کرین اور اوسکے اخلاق کے
حصول کی کوشش کرین اوسکے احکام پر بدون طلب دلیل (اسی طرح سے جیسے کوئی
طبیب و ڈاکٹر مریض کے واسطے کوئی دوا تجویز کرے اور مریض بدون اس سوال کے
کہ دوا تلخ ہے یا شیرین اوسکے استعمال پر مجبور ہو عقلا) عمل کرین کیونکہ ایسا شخص امراض
روحانیہ کا علاج کرتا ہے اور ماہیت مرض و تشخیص مرض اور ماہیت علاج و حقیقت دوا
اور طریق استعمال سے بخوبی واقف ہے بہ نسبت ہمارے کہ ہم اون سب طرق سے
جاہل ہین پس حسن عقلی اس تقلید مین بہر نہج ثابت ہے اور مخالف مخالف عقل ہے۔"
(اقیموا الصلوٰۃ ولا تکونوا من المشرکین)

اسلامی نماز کا حسن عقلی

اگر اسلامی طریقے کے اندرونی حالت بتعمق سے دیکھی جاوے تو فلسفیانہ معلوم ہوگی۔ اور
اگر صرف اوسکی بیرونی حالت کا ملاحظہ ہو تو اوسکی افضل ترین خوبی اس سے ظاہر ہے
کہ نوع انسان کے بیچ طبقات یعنے ایک ادنی تُلّی سے لیکر اعلی درجہ کے صاحبان غور اور
ماہران علوم کی روحانی ضروریات کے تمام تر مطابق ہے۔ قوت مدرکہ یا وقوف عامہ
سے اسکو کوئی انحراف نہین ہے اور نہ کسی درجہ مین عدل و رحم کی فطرتی تحریک کے
یہ مخالف ہے۔ اسکو اون امور کے اعتقاد کی احتیاج نہین ہے جو من قبیل فوق العادہ
ہین اور نہ باطل اوہام و غیر ممکن اصول کی قبولیت کی ضرورت ہے۔
آنحضرت نے بڑی شد و مد سے بیان کیا ہے کہ نماز مذہب کی بنیاد ہے اوجناب نے
اپنے طریق مذہب کے دیگر ارکان کی بہ نسبت اسپر بہت زیادہ زور دیا تاکہ نماز کی وقعت
و عظمت زیادہ تر توضیح سے ظاہر ہو کیونکہ جسقدر جوش تاثیر۔ خلوص تعبد۔ اسلامی نماز

مین ہے - اور جسقدر شان الوہیت - اوسکی ثنا او رعظمت - شرک و عیوب سے تنزہ اور
برائت - اوسکی ذات و صفات کی کاملیت - اور بندہ کی طرف سے اعلا درجہ کا اظہار
عبودیت - سچے دل سے حقیقی مقاصد کی اوس سے مسئلت - اور شکر و سپاس نعمت کا
بیان ہے دنیا کے سارے ادیان مین سے کسی دین یا فرقہ یا قوم کے طریقہ عبادت
مین ہرگز پایا نہین جاتا - موجودہ مذاہب مین سے اگر کسی فرقہ کا طریقہ عبادت مسلمانون
سے ملتا ہو - تو کوئی شخص مقابلہ کر کے دکھائے -
جسقدر ادب کے طریقے - تعظیم کے دستور مختلف فرقون - اور مختلف قومون مین مروج
ہین - اور جسقدر نشان صداقت دلی خلوص قلبی - اور کمال ادب کے اظہار کے
لوگون مین پائے جاتے ہین وہ سب طریقہ اور تمام دستور مسلمانون کی نماز مین موجود
ہین تلاوت کلام مقدس - ذکر الہی دعا و مناجات سب کچھہ اسمین پایا جاتا ہے جسکو
ہمنے مفصل طور پر اپنی کتاب افادات احمدیہ مین درج کیا ہے - یہان ہم حسن عقلی کو
اس فریضہ کے بیان کرتے ہین -

(نماز کی حقیقت)

نماز کے واسطے جب انسان سچے دل سے اوس احکم الحاکمین خدا کے دربار مین
حاضر ہوتا ہے - تو کیسی سچی نیت اور خلوص قلب سے یکرخہ ہوکر ادھر ہی متوجہ
ہوتا ہے غیر کا خیال اور شرکت دخل پائے - نیت مین خلل آئے تو یہ الٰہی نماز ہی نہین
پھر تحریمہ کے وقت جب اللہ اکبر کہکر دونون ہاتھہ اوٹھاتا ہے - تو یقیناً خدا کے
ماسوا ہر ایک چیز کو اوسکے حضور سے پس پشت ڈالتے اور عالم جسمانی کے تمام
فانی چیزون اور دنیاوی علائق سے ہاتھہ اوٹھانے کا خیال اوسکے دلمین مرکوز ہوتا ہے

اور کیونکر ممکن ہے؟ کہ اللہ اکبر کہنے کے ساتھ ہی اپنے اختر۔ اضعف۔ بے مقدار اور
بے حقیقت۔ ہونے کا خیال اوسکے دل مین نہ آئے۔ اور کچھہ شبہہ نہین۔ کہ قیام کے
وقت اپنے سچے مالک کے روبرو غلامون کی طرح مودّبانہ کھڑا ہوتا ہے۔ اور اپنے
مالک کی کمال تعظیم و ادب کا خیال اوسکے دل کے اندر ہوتا ہے۔ جسکے سامنے
کھڑا ہے۔ کھڑے ہونے کے بعد اپنے سچے آقا (خدا) کی تعریف او ثنا مین رطب اللسان
ہوتا ہے۔ اوسکے تمام عیوب سے مبرا ہونے کا اقرار۔ اور علوشان۔ و کمال عظمت کا
اظہار کرتا ہے۔ اسکے بعد سلسلہ کائنات کے احسن وارذل وجود۔ منبع و مظہر شر (شیطان)
اور شیطانی ملکات اور رذایل سے خدا کی پناہ مین آتا ہے۔ اوسکی پناہ اور تائید کے
قلعہ مستحکم۔ اوسکی امانت و توفیق کے حصن حصین مین جاگزین ہوتا ہے۔ پہر بڑے
مہربان نہایت رحم والے خدا کے نام سے ایک نہایت پُرجوش اور موثر حصہ کلام الٰہی
پڑہتا ہے اوسمین خدا کے۔ رب العالمین۔ رحمٰن و رحیم اور مالک یوم الدین ہونیکا
اقرار کرتا ہے۔ سب خوبیون کا مستحق اور تمام فیوضات کا سرچشمہ اوسی ذات مجمع الصّفات
کو قرار دیتا ہے۔ اوسی مبدء فیوض کی عبادت کرتا اور اوسی سے اوس عبادت اور
ضروریات کے واسطے اعانت چاہتا ہے۔ اپنے مالک کی حمد و ثنا کے بعد اوسی
حقیقی معطی سے عرضداشت اور مناجات کرتا ہے۔ اور روٹیون اور فانی چیزون
اور نفسانی خواہشون کی اوس سے گذارش نہین کرتا۔ بلکہ اپنی اور تمام لوگون کی نجات
کی سیدہی راہ پر چلنے کی اوس سے درخواست کرتا ہے۔ اوس راہ کی جسپر چلنے سے
لوگ مورد افضال و عنایات ہوے ہین۔ اوس مسلک کی نہین جسکے سالک خدا کے
غضب اور عذاب کے سزاوار ہین یا ادہر اودہر بہٹک کر اصلی راہ سے اور سمت

جارہے ہین - اب منظوری کے آثار نمایان ہوے - تقرب بڑھا نام الہی مین سے کچھ
پڑھنے کا بار ملا - خدا کے کلام مین سے کچھ حصہ پڑھتا ہے -
خدا کی توحید مین کامل اور اول اور الفاظ مین مختصر واقل ہونیکی جہت سے اکثر سورۂ
اخلاص پڑھتے ہین - جسمین خدا کی الوہیت - احدیت صمدیت کا ذکر ہے احتیاج الی الغیر
اورکسی کے مولود ہونے سے اوسکے تنزیہ وتقدیس ظاہر کی گئی ہے اور اوسکو بمثل
و بے مانند خدا قرار دیا ہے جسکے برابر کا کوئی نہین -
اسکے بعد اللہ اکبر کہکر اور خدا کو تمام عالم سے برتر بیان کرکے اوسکی درگاہ مین کمر تعظیم خم
کی جاتی ہے - سر تسلیم جھکایا جاتا ہے - اور ساتھ ہی خدا کی بڑائی اور بزرگی کا برابر خیال
ہوتا ہے اور اوسکی عظمت - ربوبیت اور تقدس کا دل اور زبان سے اقرار ہوتا ہے -
اس تعظیم کے بعد پہر باادب کھڑا ہوتا ہے اور ظاہر کرتا ہے کہ میرا آقا میرے اس حال
اور عبادت سے ناواقف نہین - بلکہ خوب سنتا ہے اور اوسے سب حال معلوم ہے
اس سے ہی ایک عجیب جوش اور عجیب اثر دل پر پیدا ہوتا ہے اور خدا کی ہمہ دانی
کا خیال کرکے ایک اور ہی کیفیت دل پر طاری ہوتی ہے -
اللہ خدا کو اوسکی تحمید کا حال معلوم ہے اسکا خیال کرکے اب پھر اوسکی خوبیان بیان کرتا ہے
اور اللہ اکبر کہکر سجدہ مین سر زمین پر رگڑتا ہے - اور خدا کی علوشان - ربوبیت اور
پاکیزگی کا اظہار کرتا ہے اور اپنے تئین مذلت پستی اور مقام نیستی مین خاک کے ساتھ
ملاتا ہے - اور مقام عذر تقصیرات مین پیشانی اور بینی زمین پر رگڑتا ہے - اللہ اکبر
اگر پہلا سجدہ تذلل وانکسار کے لیے ہے - تو دوسرا اوسکی توفیق اداے شکریہ کے
اظہار کے واسطے -

اب وہ وقت ہے کہ دربار سے اجازت رخصت ملی۔ اور خدمت سے فراغت ہوئی اوسوقت رانون پر ہاتھ رکھکر کمال ادب اور تعظیم کے ساتھ منتظر حکم بیٹھا ہے اور تمام قسم کے عبادات جو زبان سے ادا کی جاوین یا بدن ومال سے متعلق ہین۔ اونکا اصلی مستحق اوسی معبود حقیقی کو قرار دیتا ہے۔ اور بواسطۂ فیوض واہتدا اپنے پیشوا دجناب رسولخدا ص) پر تحفہ درود وسلام بہیجتا ہے۔ اپنی اور سب نیک بندون کی ہر طرح سلامتی چاہتا ہے۔ خدا کی الوہیت اور آنحضرت صلعم کی رسالت کا اقرار کرتا ہے۔ رحمت عالمین کے واسطے نزول رحمت وبرکت کا ایسا ہے خواستگار ہوتا ہے۔ جیسے توحید کے بڑے واعظ۔ انبیاء بنی اسرائیل وبنی اسمعیل کے جد امجد حضرت ابراہیمؑ کے اوپر خدا کی رحمت وبرکت نازل ہوئی۔ پہر بہ تضرع وانکسار اپنے اور تمام مومنون کیواسطے دعا مانگتا ہے اور سلام کرتا ہے۔ اب یاد الٰہی سے دل مطمئن ہوگیا۔ روحانی سفر سے جسکے اندر۔ دل۔ زبان۔ کان۔ آنکھ۔ وغیرہ سب اعضا برابر اپنا کام کر رہے تھے۔ واپس آگیا۔ نماز سے فراغت حاصل کرلی۔ عالم جسمانی کی طرف رخ کرکے اہل عالم پر السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہکر نماز سے فارغ ہوا۔

(تعیین اوقات)

کہا جاتا ہے کہ خدا کی عبادت کے واسطے تعیین اوقات ضروری نہین ہے۔ انسان اپنے دل کی مرضی پر جسوقت چاہے اوسکی عبادت کرسکتا ہے۔ یا ہروقت اوسکے سامنے اظہار نیازمندی کرکے مصروف عبادت رہ سکتا ہے۔ اسلیے کہ مذہبی نماز کے واسطے اوقات کا تعیین اور پابندی اوقات فضول قید ہے۔

لیکن قطع نظر اسکے کہ بلا تعیین اوقات ہر وقت خدا کی یاد اور اوسی کی طرف دہیان

لگائے رکہنا اسلام مین تمیع مذاہب سے زیادہ تر موکد ہے ۔ مگر ہر عقلمند جان سکتا ہے
کہ ہمارے کاروبار اور شریفانہ دینوی زندگی بسر کرنیکے واسطے انضباط اوقات کی
کسقدر ضرورت ہے ۔ (لقمان) کا قول ہے "کوئی چیز بہی ایسی مضرت رسان نہین
جیسے وقت کا فضول طور پر ضایع کرنا"
ساتہی عدم انضباط اوقات سے ہمارے روزانہ کاروبار مین ابتری واقع ہوجاتی
ہے اگر ابتدا سے باقاعدہ پابندی وقت کی عادت نڈالی جاوے تو بوقت ضرورت
اسکے مدون کرنے سے نہایت تکلیف ہوتی ہے انضباط اوقات کی عادت ڈالنے
کے واسطے نماز کیسا مفید فرض ہے جو شخص کہ نماز کا پابند ہے وہ اپنے روزانہ کارو
بار خاص طور پر ٹہیک نماز کے وقت ختم کرلینے کی کیسی خوبی سے کوشش کرتا ہے
تاکہ کار مجریہ کو انجام دیکر وقت پر نماز پڑہ سکے ۔
تعیین وقت مسلمانون کو ہر کام کے اندر انضباط اوقات سکہاتے ۔ اور اسپنے اپنے
وقت پر ہر کام کو کرنے کا سبق دیتی ہے ۔ اور ظاہر ہے کہ بلا تعیین اوقات فاعل کو
اپنے فعل کا پورا خیال نہین ہوتا چاہیے مدتون تک وہ کام نکرے ۔ بلکہ پابندی اور
تعیین کے نہ ہونے کی وجہ سے ایک طرح کا تکاہل و تکاسل اور سستی پیدا ہوتی ہے
انجام کو وہ کام چہوٹ جاتا ہے ۔
لیکن تعیین اوقات سے انسان اپنے فعل کا پورا پورا خیال رکہتا ہے ۔ اور اوسکے
اتمام کے لیے سعی کرتا ہے ۔ اور اوسکے کرنے کا منتظر رہتا ہے ۔ اور پابندی کے ساتھ
وقت پر ٹہیک کام کرلیتا ہے ۔ اور غالب ہے کہ فرض غیر موقت ہونے سے انسان ساری
عمر وہ کام نکرے اور امروز و فردا کرکے عمر تمام کرڈالے ۔ تعیین اوقات اور پابندی کی

جہت سے مقررہ فرض ادا کرنے سے انسان کو گریز نہین ہے۔

ان اوقات کے تعیین مین ایک اور خوبی یہ ہے کہ انسان ایک نماز کے بعد معاد دوسری نماز کے لیے چشم براہ اور منتظر ہوجاتا ہے۔ اور یہ خدا کی راہ مین "ایک نماز سے دوسری نماز تک" اوسکا انتظار بہی ایک طرحکی عبادت ہے۔ نماز کا سچا پابند ہر وقت نماز ہی مین ہے جب کہ ایک نماز کے ادا کرنے کے بعد ساتہی اوسی دوسری نماز کی تیاریکی فکر ہوتی ہے۔ اور کچہہ شبہہ نہین ہے کہ جس شخص کو اپنے مالک کے حضور پانچ دفعہ حاضر ہونے۔ اور اوسکے دربار مین پانچ دفعہ باریابی کا خیال ہے۔ اور جو نماز کے اندر خدا کی عظمت۔ جلالت کا سچے دل سے اقرار کرتا ہے۔ اور اوسکی سچی محبت کا دم بہرتا ہے۔ اوسے گناہ کی طرف بہی میلان بہت کم ہو گا۔ اور اوسے شرم اور حیا آویگی کہ مین اپنے مالک کے حضور گناہ کی آلایش سے آلودہ ہو کر کیسے حاضر ہون؟ یا حاضر ہو کر کیسی نافرمانی اور گناہ کا ارتکاب کرون؟ یہ شرم وحیا اوسے ایسی دامنگیر ہوگی۔ کہ رفتہ رفتہ گناہ کا اثر اوسکے دل سے مٹ جاویگا اور تقدس وپاکیزگی اوسکے دل مین پیدا ہوکر فرشتون کا ہم پایہ ہو جاویگا۔

علاوہ اسکے اگر تعیین وقت نہوتے تو انسان فوائد نماز جماعت سے محروم رہتا غیر منضبط اوقات مین لوگ مسجدون مین آکر کیونکر مجتمع ہوتے اور یکدل ہو کر ایک وقت مین سب عبادت خدا نکر سکتے بلکہ متفرق وپراگندہ ایک ایک دو دو نماز پڑہ لیتے جسکو جس وقت فرصت ہوتی وہ مسجد مین آکر فریضہ مذہبی ادا کر لیتا اور جماعت کا ہونا میسر نہوتا اب شب وروز مین تین مرتبہ اقلاجمع ہو کر نماز پڑہنا اوقات معینہ مین ممکن الحصول ہوگیا اوقات نماز یومیہ بہی ساتہہ حسن وخوبی کے مقرر ہوے پہلی نماز صبح صادق

دوسری نماز بعد زوال وسط روز مین تیسری نماز کا وقت غروب تک ہے چوتھی نماز بعد غروب ابتدائے روز بہی عبادت خدا سے ہو اور وسط روز بہی عبادت سے خالی نرہے اور آخر روز بہی عبادت ہو اول وقت شب بہی اوسیکا ذکر ہو اور وسط شب مین بہی اوسکی عبادت ہو پہر صبح کی نماز ایسے وقت پر ہوگی جو آخر شب اور اول روز مین شمار ہوگا پس روز و شب کا اول و آخر و وسط ان سب اوقات مین خدا کی عبادت ہر فرد بشر کر لیگا اور ہر ایک وقت نماز کو دوسرے وقت سے بہی اتنا ہی فصل دیا گیا ہے تاکہ امور دنیاوی کے انصرام سے بہی فراغت بسہولت ہو جاوے اور کاروبار دنیاوی مین بہی حرج و نقصان واقع نہو۔

(طہارت)

نمازی آدمی کو کسقدر تاکید ہے کہ اسکا لباس پاک وصاف اور ستہرا رہے اور اوسپر کسی قسم کا مشتبہ دہبہ نہ پڑ جاوے۔ وہ کسقدر اپنے کپڑون کو نجاست غلیظ یا خفیفہ سے بچانے کا خیال رکہتا ہے اور یہ بات شریفانہ وقار قائم رکہنے اور سلف اسپکٹ (خود اپنا ادب) کے واسطے کتنی ضروری اور مفید ہے نماز کا عادی مسلمان اپنے بدن کی صفائی کا جتنا خیال رکہتا ہے وہ ایسے شخص سے ممکن نہین ہے جو نماز کا پابند نہ ہو۔

وضو کا حکم دیا گیا ہے یہ اون جناب صلعم کا بیّن ارادہ تہا کہ وہ طہارت کا خیال ایک موثر اور مستقل طریقے کے ساتھ اپنے مقلدین کی دلنشین کر دین۔ طہارت کے قاعدہ مین مثل دیگر قواعد کے ہم بلا تامل دیکہتے ہین کہ اون جناب نے نفاذ عادت کو سمجہا اور پسند کیا کوئی مسلمان جو روزانہ اوقات معینہ کا نماز گذار ہے کبہی نماز کا قصد

بلاخیال وضو نہ کریگا اور اس طرحسے دن مین پانچمرتبہ یا کم سے کم تین مرتبہ اوسکو ہاتھ منہ پاؤن صاف کرنا پڑتے ہین - اور خدا کے طلب کی لیے کہ تین درجہ آخر تک وہ طاہر رہتا ہے اور یہ اوسط بہ نسبت کسی دوسرے مذہب کے بہت تاکیدی ہے اس طرحسے اوسکو جسمانی صفائی کی ایسی عادت ہوجاتی ہے کہ وہ اوسنے کسی طرح بلا اعتراف مذہب منحرف نہین ہوسکتا اس مضمون کے متعلق جتنی شہادتین موجود ہین اونسے ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت ؐ کا یہی مقصد نہ تہا کہ صرف منہ اور ہاتھ پاؤن خوب صاف ہون بلکہ جسم کے کل حصے اور لباس طاہر ہونا چاہیے - کوئی ذی فہم طبیب اس سے انکار نکریگا کہ جسمانی صفائی عادت معینہ اور غذائے سادہ معین صحت جسم نہین ہین روحانی فلسفی کا اصرار ہے کہ تاخیر اوقات غیر معین عادات مختلف اقسام کی اوباشی عیش وعشرت مین منہمک رہنا جسمانی صحت کے واسطے بہی اوسی طرحسے مضر ہے جس طرحسے اخلاقی صحت کے لیے -

اس کل طریق عبادت سے یہ منشا ظاہر ہوتا ہے کہ صفائی اور خوش اسلوبی کی عادت ہونا چاہیے جسکے اخلاقی نتائج کی بابت کچھہ کہنے کی ضرورت نہین ہے وضو مین ظاہری صفائی کے سوا یہ بہی غرض ہے کہ باطنی روحانی قوی عبادت الٰہی کے لیے تیار اور بیدار رہین - اور مقصود طہارت ظاہری کے ساتھ طہارت باطنی ہے - چنانچہ آداب بیت الخلا مین لکہا ہے کہ جب انسان قضائے حاجت کرے اوسوقت بہی اپنی حالت پر نظر کرے کہ باطن اوسکا نجاسات عینیہ سے خالی نہین ہے جیسا کہ جناب امیرؑ فرماتے ہین (یا بن آدم انی لک والفخر فان اولک جیفۃ واخرک جیفۃ وانت فی دار الدنیا حامل الجیفۃ والنجاسات) اسیوجہ سے اس حال مین مستحب ہے کہ کہے (اللھم ارزقنی الحلال وجنبنی الحرام) خداوندا ہمکو حلال سے روزی کر اور حرام سے ہمکو

باز رکھا " بس یہ صاف دلالت کرتا ہے اس امر پر کہ نجاسات ظاہریہ سے طہارت حاصل کر لینے کے وقت انسان کو طہارت باطنیہ کی کوشش چاہیے - اور اسی وجہ سے ہمکو حکم کیا گیا ہے کہ حالت تخلی مین انحراف قبلہ سے کرین - اور اسی صاف اشارہ اس طرف ہے کہ کعبہ چونکہ منسوب خدا کی طرف ہے اور بیت اللہ کے ساتھ ملقب ہے تو اوسکی تعظیم و احترام اسدرجہ واجب ولازم ہے کہ حالت بول و براز مین اوسکا مواجہہ بہی ناجائز ہے - پس جو خانہ ظاہری مرکب ہو چوب و سنگ سے اوسکے مقابلہ پر ایسے نجاسات سے جب خدا راضی نہ ہو تو جو شے بمفاد حدیث قدسی اعظم و اشرف ہو عرش سے یعنے قلب مومن کہ جو بیت معنوی اور خانہ باطنی خدا کا ہے اوسکو غبار ذنوب سے اور کثافات معاصی سے مملو رکہنے پر بدرجہ اولی ناراض ہوگا -

پس بنا وضو کی تزکیہ روحانی کے واسطے قرار دیگئی ہے - یہ ایسے اوسط درجہ کی طہارت ہے جو کہ اکثر اوقات مین مشکل نہین اور بے ضرر ہے - اور پانچ وقت کا غسل عموماً ضرور باعث زیادتی تکلیف بلکہ غیر ممکن التعمیل تہا اور وہ حکم عقلاً ناقص ہے - جو غیر ممکن التعمیل ہو یا عسر و تکلیف ہو - پس جبکہ پانچوقت کا غسل درحقیقت خالی از تکلیف نہین ہے تو اوسکے واجب کرنے سے کل اعضاے وضو کا دہونا جو ایک سہل امر ہے معرض التوامین آجاتا ہے " اگر یہ کیا جاوے کہ بجاے پانچ وقت صرف ایکمرتبہ روز نہانا پانچون وقت کی نماز کے لیے واجب کر دیا جاتا " تو اسمین بہی نقص تہا یعنے روز ایکمرتبہ بہی باقاعدہ نہانا عوام کے لیے خالی از دقت نہ تہا - غسل شب و روز مین جب صرف ایک مرتبہ ہوتا

تو پانچ وقت منہ ہاتھ کیونکر دہویا جاتا حالانکہ ضروری ہے کیونکہ بوجہ کار و بار دنیاوی دشتی وہوا خوری وغیرہ کے ممکن ہے کہ ہاتھ و پیر غبار آلودہ ہون کیونکہ کوئی لباس ساتر ہاتھ منہ کا محافظ نہین رہتا۔ بخلاف دیگر اعضاے جسمانی کے کہ لباس پورے طور سے محافظ وساتر رہتا ہے لہذا دیگر اعضا کا دہونا اسقدر ضروری نہین صرف ہفتہ مین ایکمرتبہ یا دو مرتبہ واجت ہے۔ اسیوجہ سے غسل روز جمعہ مستحب کیا گیا ہے علاوہ ازان جوان آدمی غالباً ہفتہ مین ایکمرتبہ یا دو مرتبہ باقتضاے قوت بوجہ احتلام یا مباشرت زنان کی ضرور جنب سے ہوجاتا ہی پس جب ہفتہ مین دو یا تین مرتبہ جنب سے ہو تو غسل بہی واجب ہوگا۔ اور اعضاے جسمانی کی صفائی بقدر ضرورت ہو اکریگی حالت پیری وضعف مین انسان یا جنب سے نہوگا۔ یا کم ہوگا۔ ویسا ہی غسل کی بہی قلت ہوگی جو بوجہ ضعف مناسب حالت پیری ہے۔ اسی طرحسے عورتین چونکہ مہینہ مین چند روز کے واسطے نجس ضرور ہوتی ہین پس اونکو ازروے فرض کے ایک مرتبہ ضرور نہانا ہوگا اور وہ کثافات جو جسم مین ہوگئے ہین اون کو دفع کرنا ہوگا اور مرد سے جے مرتبہ مہینہ مین ہمبستری کا اتفاق ہوگا غسل کرنا واجب ہوگا اور نہین تو مہینہ مین ایک مرتبہ تو ضروری ہی فرض ہوگا لیکن غسل روز کرنا یا دن بہر مین چند مرتبہ کرنا ممنوع نہین کیا گیا ہے بلکہ اکثر اوقات وخاص بروز جمعہ مستحب ہے۔ اور تعمیل کرنا مستحبات کا موجب اجر و ثواب قرار دیا ہے۔ اس سے ثابت ہے کہ امور استحبابی مین بہی حکمت بالغہ شامل ہی مگر بسبب عسر و تکلیف کے واجب نہین کیا گیا۔ اور نہ امر مشکل مین انسان

مجبور کیا گیا جس سے. ترحّم شرع بہی ثابت ہوگیا ہے اور ترحم عقلا اور رواجا داخل عادات پسندیدہ ہے۔

پس روزانہ غسل ہوتا تو علاوہ عسر و حرج کے اکثر لحوق امراض ہوتا خصوصًا اوس سرزمین پر جہان منزا ان پانی پینے کو بہی نصیب نہین ہوتا۔ اور پہر وہ پتھریلے سنگ لاخ زمین جہان ہر ذرہ طپش آفتاب سے کرہ نار کی صورت ہو رہا ہے۔ اور عرب کی وحشی قوم جو کسی طرح سے اپنی تندرستی کی تدبیر نہین کر سکتے۔ نہ بسبب افلاس وتنگ دستی اونکو مکانات بود و باش کیواسطے نصیب ہین بجز خیمون کے اون صحراؤن مین اور کیا ہے جسمین بسر کرین نہ سایہ ہے نہ درخت ہے نہ پانی ہے دن بہر دہوپ سے جلتی ہوتے ہین اگر اوس دہوپ کی جلتی جلتے دفعتا نہا دہو لیتے تو کیا سرسام و امراض دماغی مین مبتلا نہو جاتے ضرور بطلان صحت جسمانی ہوتا۔ پس مناسب یہی تہا کہ دست ور و دہوئین گیلا ہاتھ سر پر بہی پہیرین جس سے تفریح طبع ہو صحت بہی باقی رہے نماز باطمینان ادا ہو گرمی کی تکلیف سے خضوع مین فرق نہ آوے کیا کوئی طریقہ اس سے بہتر دنیا مین ہوسکتا ہے تذکیہ روحانی بہی جس سے نصیب ہوگا۔ دیکہو اثر وضو کا روح پر کیسا بین ہے کیا بعد وضو کے تفریح قلب نہین ہوتی۔ اور کیا وضو سے تصفیہ باطن نہین ہوتا جیسا کہ اون ادعیہ سے بخوبی واضح ہوتا ہی ہر عضو کی شست وشو مین طہارت باطنی کی خواہش رہتی ہے۔

ہاتھ دہو۔ نے کے وقت یہ دعا پڑہنا چاہیے (بسم اللہ وباللہ والحمد للہ الذی جعل الماء طہورا ولم یجعلہ نجسا) جسکا مفہوم یہ ہے کہ یہ فعل ہمارا خالصًا لوجہ اللہ ہے تقرب خدا کے واسطے اور ہم اوسکے اس نعمت لازوال کے مشکور ہین

کہ اوس نے پانی کو ہمارے واسطے طاہر و مطہر قرار دیا اور نجس نہ کیا ورنہ بدون
پانی کے ایک لمحہ بھی ہم زندہ نہ رہ سکتے اور اگر باوجود نجاست ہم اوس پانی کو
پی لیتے تو شرب نجاست ہوتا۔
ہاتھ دہوتے وقت اپنے منعم حقیقی جسنے پانی سی شے ہمکو عطا کی اوسکا شکر ادا کرتے
ہین۔
کُلّی کرتے وقت کہتے ہین۔ (اللھم لقنی حجتی یوم القاک واطلق لسانی بذکرک
وشکرک) بار الہا جسروز ہم تیری حضوری مین حاضر ہون اور تو ہمسے سوال کرے
ہمارے کردار و افعال کی بابت تو تو ہمکو جواب پر قادر کرنا اور اپنے ذکر و شکر کے
ساتھ ہماری زبان کو گویا فرمانا۔
ناک مین پانی ڈالتے وقت کہتے ہین (اللھم لا تحرم ریح الجنۃ واجعلنی ممن
یشم ریحھا وروحھا وطیبھا) بار الہا ہپر خوشبوے بہشت کو حرام نہ فرمانا او
ہمکو اون خاص بندون مین اپنے محبوب فرما جو کہ خوشبوے بہشت کو ہر وقت
سونگھا کرتے ہین پہر منہ دہونے کے وقت یہ کہتے ہین (اللھم بیض وجھی یوم
تسود فیہ الوجوہ ولا تسود وجھی یوم تبیض فیہ الوجوہ) اے ہمارے خدا
چہرہ کو ہمارے اوس روز روشن کرنا جسروز منہ لوگون کے تاریک ہونگے اور منہ
ہمارے مکدر و سیاہ نکرنا اوس روز جس روز تیرے خاص بندون کے چہرے
چمکدار و روشن ہونگے۔
اور داہنا ہاتھ دہوتے وقت کہا جاتا ہے (اللھم اعطنی کتابی بیمینی والخلد فی الجنان
بیساری وحاسبنی حسابا یسیرا) بار الہا نامہ اعمال کو ہمارے داہنے ہاتھ مین دینا

اور بائین ہاتھ کو بھی خالی نہ رکھنا بلکہ جنت کو ہمارے بائین ہاتھ مین دینا اور بہت تھوڑا
حساب ہمسے لینا۔
اور بائین ہاتھ دہوتے وقت یہ کہنا چاہیے (اللھم لا تعطنی کتابی بشمالی ولا
لا تجعلھا مغلولة الی عنقی و اعوذ بك من مقطعات النیران) بار الہا نامۂ اعمال
کو ہمارے بائین ہاتھ مین نہ دینا اور نہ ہمارے ہاتھون کو پس گردن سے باندہنا اور
پناہ دینا آتش دوزخ کی انگارون سے۔
بوقت مسح سر یہ دعا پڑہتے ہین (اللھم غشنی برحمتك و برکاتك وعفوك)
اے میرے خدا اپنی رحمت کاملہ اور برکات و عفو سے مجھکو ڈھانپ لے۔
اور بوقت مسح پا کے۔ (اللھم ثبتنی علی الصراط یوم تزل فیہ الاقدام واجعل
سعی فیما یرضیك عنی) بار الہا ثابت قدم کرنا ہمکو صراط پر جس روز قدم سب کے
ڈگمگاتے ہون اور جسمین تیری رضا ہو اوسیکا مجھکو پیرو اور ساعی گردان۔
پس ہر فعل سے وضو کی ابدی خواہش اور حیات اخروی کی خواہش ہے اور ظاہر
ہی کہ جب خدا سمیع و بصیر و سامع الدعا ہے۔ تو جب خالص نیت سے ہم اوس سے
حیات ابدی کے آرزو کرینگے تو ضرور وہ عطا کریگا۔
پس وضو ہمارا عملی طور کا شکریہ ہے پانی کا استعمال ہم دن رات کرتے ہین کہاتے
پیتے نہاتے دہوتے ہین اس نعمت کا شکر ہم اس قاعدہ سے ادا کرتے ہین کہ بعض اعضا
کو ہمنے مخصوص کر لیا ہے کہ اوسکو دہوتے وقت خدا کے اس نعمت کا شکر ادا کرتے ہین
اور پہر تصفیہ بہی اون اعضا کا ہو جاتا ہے جو اکثر کثیف رہتے ہین جو اعضا وضو مین
دہونے کے واسطے معین ہین یہ سب دیگر اعضا کی بہ نسبت زیادہ تر کثافات مین آلودہ

رہتے ہین اور یہ امر بدیہی اور محتاج بیان نہین ہے -
اور پہر یہ بہی تو دیکہو وضو کے بعد کونسا عضو ناپاک رہ جاتا ہے پہلے طہارت جسمانی شرط ہے بعد اوسکے اعضاے وضو کے دہونے کا حکم ہی سب سے ہے اعضا وضو کے بعد پاک وصاف ہوتے ہین - پس کیا عقلا یہ امر سزاوار نہین ہے کہ ہم جب کسی بادشاہ کے دربار مین جاوین تو پاک وصاف ہون جس زبان سے اپنے مالک و خالق کا نام جپین وہ کام و دہان کثیف ہو ہرگز عقل مین مستحسن نہین اسیکو تو مولاے مومنان نے فرمایا ہے - (ان افواهکم طرق القرآن فطهروها بالسواك) دہان تمہارے راستہ کتاب خدا کا ہین پس اونکو مسواک کرکے پاک وصاف کرو یعنے اپنے خدا کے کلام اور اوسکا نام لینے کے واسطے ہی منہ پاک کرتے رہو -
تمام قومین طہارت بدنی کو جزء عبادت تصور کرتے ہین - اور کل مذاہب مین قدیم سے ظاہری طہارت باطنی طہارت اور عبادت کا ضروری مقدمہ متصور کی جاتی ہے دین اسلام جو سب دینون سے افضل و اکمل ہے کیسے ممکن تہا کہ اوسمین یہ عمدہ اور محمود رسم قائم نہ رہتی - اور طہارت ظاہری جو باطنی صفائی کا مقدمہ اور قوی تحریک ہے - شرط عبادت نہ ٹھہرتی - بلکہ دین اسلام نے اس عمدہ دستور کو عبادت اسلامی مین اس عمدہ التزام کے ساتھ داخل کیا ہے کہ کوئی قوم اور مذہب اوس سے مقابلہ نہین کرسکتا پہر کیا کوئی قاعدہ طہارت کا اس سے بہتر کسی ملت و مذہب مین ہے -
فطرت انسانی کی آزادی وضو مین بہی رہ گئی ہے اور اسیوجہ سے ترتیب کو ضروری سمجہا ہے اور اس ترتیب مین بہی حسن عقلی ہے -

مستحبا دونو ہاتھ کہنی تک دہوی جاتے ہین - اسمین یہ حکمت ہے کہ جو کچھ چرک و کثافت ہاتھ مین پہلی ہو صاف ہو جاوے کہ اسی ہاتھ سے دیگر اعضا کا دہونا ہی - اور اسی ہاتھ سے پانی دہن کے اندر پہونچایا گیا اسوجہ سے بہی پہلے ہاتھ کی صفائی ضروری ہے تاکہ چرک آلودہ ہاتھ سے پانی منہ مین نہ پہونچایا جاوے -

کلّی کرنے سے ظاہر ہے کہ پورے طور سے منہ کی صفائی ہوجاتی ہے اور منہ کی صفائی اسوجہ سے ضروری ہے کہ بوجہ اکل و شرب کے گندہ رہتا ہے اور جو سانس منہ سے باہر نکلتی ہے وہ نہایت ہی گندہ و خراب مضر صحت ہے - پس ممکن نہین ہے کہ ایسی ہوا دہن مین سرایت نہ کرے - علی ہذا دہن مخرج بلغم و رطوبات فاسدہ کا ہے لہذا اسکا صاف کرنا چند مرتبہ دن بہر مین ضروری ہے -

کلّی کے بعد ناک مین پانی ڈالنا اس بنا پر مستحسن ہے کہ رطوبات دماغیہ خارج ہو کر بینی پاک ہوجاوے اور وہ گندہ و کثیف سانس جو منہ سے مشام تک پہونچی ہے وہ دفع ہوجاوے اور پہر یہ بہی مصلحت ہے کہ پانی کی برودت ناک کے ذریعہ سے دماغ تک پہونچی اور فرحت حاصل ہو جیسا کہ نفع اسکا موسم گرما مین بخوبی ظاہر ہی - بعد اسکے منہ پر پانی ڈالنا دن مین تین تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ ضروری ہے چونکہ منہ پر کوئی لباس ساتر نہین رہتا جو گرد و غبار سے منہ کو محفوظ رکھے اور چرک آنکہونکا دفع ہو اسلیے منہ دہونا ضروری ہوا -

پہر دونون ہاتہونکا کہنی سے سر انگشتان تک دہونا واجب سمجھا گیا - اسمین یہ نکتہ چینی ہوتی ہے کہ جب ایک مرتبہ استنجا با گٹے تک ہاتھ دہویا گیا تو دوبارہ کیا ضرورت ہے جواب اسکا یہ ہے کہ دوبارہ غسلا دہونا ہاتہون کا اسوجہ سے ضروری ہے کہ اوسی ہاتھ سے

منہ دہویا گیا کلی کی گئی ناک مین پانی ڈالا گیا اور پہر کہنی تک دہونے سے گئے اور اونگلی تک میلا پانی ضرور بہ آتا ہے اسوجہ سے ضرور ہے کہ جب کہنی تک ہاتھ دہویا جاوے تو اوسیکے ساتھ سرانگشتان تک دہویا جاوے اور کہنی تک دہونے کی اسوجہ سے ضرورت ہے کہ اکثر کام ایسے پیش آجاتے ہین کہ کہنی تک آستین اوٹھنے کی ضرورت ہوتی ہے اسوجہ سے اکثر کہنی تک ضرور ہاتھ میلا ہوجاتا ہے پس کہنیون سے دونون ہاتھ دہونا جسمین شرف ظاہری راست کا مرعی رکھا گیا ہے ۔ اور یہ بہی ملحوظ ہے کہ اکثر امور دنیاوی اسی سے انجام پاتے ہین یہ رذائل دنیا مین زیادہ آلودہ رہتا ہے اسی کو پہلے دہوین اور اوس سے نظافت روحانی حاصل کرین ۔

مسح سر کا واجب کیا گیا اسمین یہ حکمت رکہی ہے کہ سر ایک نازک مقام اور عقل کا گھر ہے اور سر مین فاسفورس زیادہ ہے ۔ پس ایسے باریک مقام پر زیادہ سردی و گرمی پہونچانا مضر صحت ہے اور رطبا بال کی گرمی زیادہ ہوتی ہے چونکہ تالو کے اوپر سر کا بالائی سطح نہایت نازک ہے اور اوس مقام کو ہوا کھلانا مناسب ہے اور ہردم گرم رکھنا بہتر نہین ہے لہذا مسح سر کا اسی لیے واجب کیا گیا کہ اس مقام سے بال ہٹے رہین تاکہ بذریعہ مسامات کے صاف ہوا پہونچا کرے اور ہاتھ کی قلیل رطوبت کچھہ گرمی مسامات کی کم کردیا کرے اور بال کے ہٹ جانے سے بذریعہ مسامات بخارات بہی نکلا کرین اسیلیے کہ مسح کے وقت بال ہٹادینا ضروری ہے ۔

بعد اسکے مسح پاؤن کا واجب ہے اسمین یہ مصلحت ہے کہ کف پا مثل سر کے نازک ہے اور بذریعہ مسامات بخارات کا نکلنا ضروری ہے اسلیے مناسب ہے کہ چند مرتبہ روز

باطنی جملہ اعضا کے ہوجاوے۔ خصوصاً غسل نفاس کہ یہ غسل بعد زچہ خانہ کے ہوتا ہے اور کثافات زچائیت کے ضرور دفع کرنا لازم ہین عقلاً۔

(غسل میّت)

غسل میت مین عقلاً یہ حسن ہے کہ میّت بسبب لحوق امراض اکثر کثافات مین آلودہ ہوتا ہے اور حالت مرض مین اپنے جسم کو پاک وصاف بہی نہین کرسکتا دوسرے یہ کہ دربار شاہنشاہ دوجہان مین جانے والا ہوتا ہے لہذا جسم کو کثافات دنیاوی سے پاک کرکے درباری لباس جو خاص کیا گیا ہے اسی دربار کے واسطے پہن کرجاتا ہے۔ اور عوض عطر وگلاب کے خوشبوے کافوری سے اپنے جسم کو معطر کرتا ہے بلکہ آب سدر وآب کافور اور حنوط سے نفع یہ بہی ہے کہ روائت ہوا دفع ہو اور غسال ونیز مشایعت جنازہ کرنے والے کو کسی قسم کا ضرر نہو دیکھو پلیگ مین ڈاکٹران صفائی نے تجویز کیا تہا کہ میت کی قبر مین چونا بہردین ہمارے شریعت نے صفائی ہوا کا پہلے سے انتظام فرمایا اور کافور جسکو خاص مناسبت ہے صفائی ہوا مین میّت کے ساتھ قبر مین رکہنے کا حکم دیدیا۔

(غسل مس میّت)

غسل مس میت۔ مین حسن یہ ہے کہ اکثر ایسے مرض مین مرتے ہین جو کہ طباً امراض ساریہ مین سے ہین پس اوسکے واسطے ڈاکٹرون نے صفائی مکان تک کا حکم دیا ہے اوس لباس اون اشیاء سے جو مستعمل اوس مریض کے تہی پرہیز کرنے کا حکم دیا ہے بعض اوقات مین تخلیہ مکان تک تجویز کیا ہے اور اگر تخلیہ مکان نہ ہو تو بخورات سے ہوا مکان کی صاف کی جاتی ہے مکان مین قلعی وچونا پہیرنے کا حکم ہوتا ہے ہان جو لوگ امراض ساریہ مین

نہین مرے ہین اونکے واسطے البتہ یہ انتظام نہین ہے لیکن یہ بہی میت سے طبًا علیحدگی چاہیے اور کثرت موت باعث روائت ہوا ثابت ہوی ہے کوئی ڈاکٹر کبہی منع نہ کریگا کہ میت کو چہو کر ہاتھ نہ دہو پس ہمارے طبیب حقیقی نے جو خود خالق موت و حیات ہے روائت ہوا سے بچنے کے واسطے عام کلیہ قرار دیدیا ہے کہ میت کو چہو کر نہا ڈالین اور یہ امر بدیہی ہے کہ بعد مرنے کے کل مسامات جسم میت کے کشادہ و فراخ ہو جاتی ہین پس بخار غلیظ و ہوائے فاسد بذریعہ اون مسامات کے داخل و خارج ہوتے ہین پس جب میت کو مس کرینگے تو وہ ہوائے فاسد اور بخارات فاسدہ جسم میت کے بذریعہ مسامات مس کنندہ کے جسم مین داخل ہونگے جس سے خوف ضرر ہے اور کچھ عجب نہین کہ وہ ذی روح حیوان جو کہ مسامات انسانی مین رہتے ہین اور بنا بر تحقیق جدید ثابت کیے گئے ہین کہ ایسے ذی روح جو نظر سے محسوس نہین ہوسکتے جسم انسانی مین بذریعہ مسامات داخل و خارج ہوتے رہتے ہین۔ پس وہ ذی روح جسم میت سے خارج ہو کر جسم مس کنندہ مین داخل ہوتے ہون اور وہ باعث مضرت سمجھے گئے ہون پس اس احتراز کے واسطے نہانا معین ہوا جو کہ عقلاً کسی طرح سے مضر نہین یہ تو عام فائدہ تہا اب خاص خاص فوائد یہی ہین۔

مثلاً اکثر عزیز و اقارب فرط محبت سے جسم میت سے لپٹ جاتے ہین اور اپنی حالت افراط غم سے تباہ کرتے ہین پس علاوہ اسکے کہ کثافت جسم کا باعث ہوا ایک یہ امر بہی ہے کہ لپٹنے سے عزیز و دوست کے اور زیادہ محبت جوش مارتی ہے اور رقت طاری ہوتی ہے پس صدمہ و الم افراط حرارت سے ہوتا ہے اور گریہ وزاری و صدمہ و بیقراری موجب حرارت ہے چنانچہ اکثر زیادہ رونے سے

بخار ہو جاتا ہے آنکھین سرخ ہو جاتی ہین تشنگی کا غلبہ ہوتا ہے یہ سب امور افراط حرارت پر دلیل بین ہین پس غسل کرنا موجب ہو گا تسکین کا اور حرارت بہی کم ہو گی جس سے فی الجملہ صدمہ و ملال بہی دفع ہو گا جیسا کہ جو بچے بہت روتے ہین تو اونکا منہ دہلانے سے وہ ضد کم ہو جاتی ہے - اور یہ بہی ظاہر ہے کہ مس کرنا میت کا - یا بترحم ہو گا جو موجب غم و الم ہے - یا بضرورت ہو گا مثلاً غسل دینے کے واسطے یا صندوق و جنازہ مین رکہنے کے واسطے - اور غسل ہندہ عزیز قریب ہے - اکثر ہو گا اس واسطے کہ اولیاء اور ورثاء میت شرعاً مقدم ہین غیر پر اور مستحب بہی ہے کہ وہی لوگ متکفل غسل وغیرہ کے ہون مثل باپ - اور فرزند - اور شوہر - وغیرہ کے پس ضرور یہ لوگ زیادہ اندوہگین ہونگے قرابت و عزیزداری کی وجہ سے اور دفع اندوہ کے واسطے حکمت شرعیہ مین غسل قرار دیا گیا ہے - اب رہا غیر اگر باجازت ورثا متکفل غسل ہو مثلاً تو اوسکو بہی غسل میت اسی بنا پر کرنا ہو گا (غیر شخص اگر کوئی زحمت و تکلیف اوٹہائے دران حالیکہ کوئی اجرت اور نفع نہو تو یہ بہی بدون ترحم کے ممکن نہین) اور مترحم اندوہگین بہی ہو گا لہذا دفع اندوہ کے واسطے اوسکو بہی غسل چاہیے -

بہرحال کوئی نہ کوئی عقلی فائدہ ضرور ہے اور ممکن ہے کہ فی نفسہ کوئی اور لم ہو جسکو ہم نہ جانتے ہون ؎

(ترتیب غسل)

اب غسل کی ترتیب کے حسن کو دیکہنا چاہیے - پہلے سر و گردن اسوجہ سے دہونا چاہیے تاکہ دماغ پر سے ابخرات برودت پاکر بائل باسفل ہون اگر پہلے سر و گردن

نہ دہویا جاتا اور جسم پائین سے ابتدا ہوتی تو صعود ابخرات ہوتا اور درد سر وغیرہ لاحق ہوجاتا قطع نظر اسکے جسم پائین اگر دہویا جاتا اور بعد مین سر و گردن تو نہانا اور نہ نہانا ایک ہوجاتا اسواسطیکہ سر و گردن دہونے سے پھر کثافات وگرد وغبار سر سے بہکر جسم پائین پر پہونچتی اور دوبارہ دہونا پڑتا۔ اب جانب چپ و راست مین تقدیم و تاخیر کیوجہ بھی ہے کہ۔ شرافت ظاہری داہنے کو بائین پر ہے۔ اور داہنا ہی جانب امور دنیاوی مین زیادہ مشتغل ہوتا ہے پس اس طہارت ظاہری کو باعث طہارت باطنی چونکہ قرار دیا ہے اسوجہ سے طہارت اوسی عضو کی مقدم ہوگی جو زیادہ تر کثیف ہو اور آلودہ گرد معاصی سے زیادہ ہو۔

(تیمم)

درصورتیکہ پانی ممکن نہو۔ یا مضر ہو اوسوقت تیمم خاک پر کیا جاتا ہے۔ اور اسمین حسن عقلی یہ ہے کہ خاکساری اور تذلل درگاہ باری مین کرتے ہین اور خدا سے خاکسارون اور ذلیلاون کی صورت بنا کر گویا التجا کرتے ہین کہ خداوندا پانی سے نعمت سے ہم محروم ہین تو ہمکو پھر یہ نعمت عظمیٰ عطا فرما اگر کوئی مرض ہے تو گویا اوسکے دفعیہ کی التجا اور دعا خدا سے کرتے ہین۔ اور تنفر خلائق کے خیال سے ممانعت کردی گئی ہے کہ مٹی سے مُنہ کو کثیف نہ کرو بلکہ مٹی پر ہاتھ مار کر مُنہ پر مل لو تاکہ دیکھنے والا باطنی حالت کا دیکھ لے اور لوگ چہرے کو گرد آلودہ نہ دیکھین۔

پس اسلام مین بڑا زور روحانیت پر دیا گیا ہے۔ اور اصل اصول دین کا صفائی باطن کو قرار دیا ہے۔ پس جو لوگ صرف طہارت ظاہری پر مرتے ہین اور ظاہری صفائی کی طرف ہروقت مشغول رہتے ہین اور اونکے قلوب کبر و ریا سے مملو ہین وہ نہین کی

نسبت رسول خدا ؐ نے فرمایا ہے کہ سب سے اہم و اعظم طہارت پاک کرنا دل کا ہے۔
تمام بُری خواہشون اور بیہودہ رغبتون سے۔ اور دفع کرنا ہے نفس سے تمام مکروہ و مذموم
خیالات کو۔ اور اون تصورات کو جو انسان کے دل کو خدا کی طرف سے باز رکھتے ہین۔

مسلمانون کے نزدیک طہارت ظاہری صرف ایک مقدمہ ہے۔ اوس بڑے عظیم الشان
عبادت کا جو آگے آنے والی ہے اور جس مین انسان کو تصفیہ اور تنزیہ قلب حاصل ہوتا ہے
اور قواے روحانی یاد الہی مین مطمئن ہوتے ہین چنانچہ رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے۔
نماز تمھارے واسطے اس طرح سے ہے جیسا کہ کسیکے دروازے پر نہر جاری ہو اور وہ
گھر سے نکلتی ہے دن مین پانچ مرتبہ اوسمین نہاے بھلا اوسکے بدن مین پھر کچھ کثافت
رہجاویگی۔ ہرگز نہین یہی پانچون نمازون کا حال ہے کہ اوس سے دن بھر مین پانچ
وقت انسان اپنے باطن کو پاک و صاف کرتا ہے۔ ممکن نہین۔ کہ نماز کے ساتھ دلکی
کثافت اور گناہ کی میل باقی رہے۔

(حسن اذان)

"اذان" لغت مین بمعنی ندا ہے۔ جیسا کہ کلام الٰہی مین کئی مقام پر اذان بمعنی ندا
استعمال ہوی ہے۔ پس جبکہ اذان ندا ہے۔ اور خاص عبادت کرنیکے واسطے اس
ندا سے لوگون کو بلاتے ہین۔ تو غور کرو کہ کوئی طریقہ ندا کا اور اعلان کا بہتر اس طریقہ
اذان سے ہے یا نہین۔

اگر اعلان نماز۔ ڈھنڈورے۔ یا اشتہار سے ہوتا تو عسر شدید ہو جاتا ہر نماز کے
واسطے یہ ناممکن تھا۔ اگر نقارہ۔ یا گھنٹہ۔ و ناقوس۔ سے اعلان کرایا جاتا (جیسا کہ
شریعت عیسوی و مذہب ہنود وغیرہ مین رائج تھا) تو اس طریقہ اعلان مین یہ نقص ہے

کہ بجز صدا کے اور کچھ ندا نہ پیدا ہوتی ؟ اور چونکہ اور مذاہب مین بھی یہ طریقے مروّج تھے بپر اشتباہ ہوتا کہ گھنٹہ و ناقوس کسی دیر مین بج رہا ہے یا نعوذ باللہ مسجد مین بجتا ہے -

لہذا اس عبادت کی ندا اذان قرار پائی جسمین یہ حسن ہے کہ عقائد اسلامیہ کا اظہار ہوتا ہے - کم از کم تین وقت کھڑے ہوکر بآواز بلند بڑے جوش وخروش کے ساتھ خدا کی کبریائی اور علو کا اظہار - اوسکے الوہیت وحدانیت کا اقرار - اپنے ہادی نبی کی رسالت کی شہادت - نماز وراہ نجات کی طرف دلالت کی جاتی ہے ؟ سبحان اللہ جس مذہب مین پانچ وقت بہ آواز بلند اصول ایمانیہ کا اعلان کیا جاوے - خدا کی وحدانیت - اپنے نبی کی رسالت کا اقرار کیا جاوے - کیسے ممکن ہے ؟ کہ اوس مقدس دین کا رواج نہ ہو امام رضا نے بھی فوائد اذان کو اپنے کلام ہدایت انضمام مین ارشاد فرمایا ہے جسکا مفہوم یہ ہے -

اذان لوگون کو نماز یاد دلاتی ہے - غافلون کو ہوشیار ومتنبہ کرتی ہے - جو لوگ وقت نماز سے ناواقف ہین اور اونکو نہین معلوم کہ وقت نماز داخل ہوا یا نہین - وہ اذان کی وجہ سے واقف ہوجائینگے اور نماز پڑہنے پر مستعد ہونگے - موذن اذان سے لوگون کو عبادت خدا کے واسطے بلاتا ہے - ترغیب نمازون مین اقلاً تین مرتبہ کرنے سے کیسا ہی تارک الصلوۃ ہو خواہ نخواہ نماز کی طرف راغب ہوگا - موذن اقرار توحید کرکے اپنے ایمان کو اور اصول مذہبی کا اعلان کرتا ہے - ابتدا اذان کی تکبیر سے ہوتی ہے - اور انتہا تہلیل پر ہے - اسواسطے کہ تکبیر مین خدا کا نام اوسکی بزرگی کے ساتھ لیا جاتا ہے اور پہلے خدا ہی کا نام لیکر پکارتے ہین اور انتہا

اذان اور ندا کے بہی خدا کی نام پر ہے جسکو ہم تہلیل کے ساتھ ظاہر کرتے ہین اور مقصود یہ
ہوتا ہے کہ یہ خدا جسکے عبادت کے واسطے تمکو ہم بلا رہے ہین یہ ایک ہی ہے کوئی اسکے
سوا خدا نہین ہے اسکی تمکو عبادت چاہیے - دو دو بار ہر ہر فقرہ کو اذان کے ہم اس
وجہ سے کہتے ہین - کہ تکرار فائدہ تاکید دیتی ہے - ایک بار کسی نے مثلاً آواز نہ سُنی تو دوبارہ
سُنکر آمادہ نماز ہوگا - اور یہ بہی مناسبت ہے کہ نماز دو دو رکعت کرکے اکثر پڑہی جاتی ہے - پس
دو دو مرتبہ ایک ایک ذکر اذان مین بہی قرار دیا - ابتداے اذان مین چار مرتبہ تکبیر کہنے
سے یہ فائدہ ہے کہ موذن جسوقت اذان شروع کرتا ہے اوسوقت لوگ غافل بیٹھے
ہوتے ہین پس دو مرتبہ اون غفلت شعارون کو متنبہ کرنے کے واسطے اور زیادہ کردیا -
بعد تکبیر کے شہادتین کہی جاتی ہین - اسلیے کہ اول الایمان توحید ہے - اور بعد اوس توحید
کے اقرار رسالت و نبوت حضرت ختمی مرتبت ہے اور اسی سے ایمان و کفر مین امتیاز
ہوتا ہے اور اصل ایمان یہی شہادتین ہین اور یہ دونون معرفتین ملی ہوئی ہین یعنے جو اقرار
وحدانیت خدا کریگا اوسکو اقرار رسالت نبی بہی ضرور ہے - اور کلمہ شہادتین دو دو مرتبہ
اسوجہ سے کہا جاتا ہے کہ شرع شریف مین ہمارے جملہ حقوق مین دو شاہدون کی ضرورت
ہی - اور نماز افضل اور عمدہ انحاء حقوق ہے کیونکہ یہ حق خدا ہی اسوجہ سے دو دو مرتبہ
شہادتین دیگئی - پس جب بندہ خدا کی وحدانیت اور رسالت حضرت ختمی مرتبت کا اقرار کریگا
تو جملہ ارکان ایمان کا مقر سمجھا جاویگا اسواسطے کہ اصل ایمان مین یہی شہادتین ہین - بعد
شہادتین نماز کے واسطے بلاتے ہین - اور حی علی الصلوۃ کہتے ہین - کیونکہ اذان نداے
نماز ہے پس اوسیکا ذکر ہے نہو یہ نہین ہوتا - بعد اس ندا کے پھر موذن فلاح و خیر کیطرف
بلاتا ہے - اور نماز ہی پر اس امر کو واضح کرتا ہے کہ نماز - باعث فلاح دارین ہے اور بہترین

اعمال ہے - بعد اسکے اذان کو نام خدا پر ختم کرتا ہے جس طرح سے نام خدا کے ساتھ اذان کو شروع کیا تھا انتہی -

پس جبکہ اس ندا کو سُنکر لوگ مجتمع ہوے تو اب آپس مین ملاقات ایک دوسرے سے ہوئی کوئی کسی سے باتین کرتا ہے کوئی کہین کھڑا ہے کوئی کہین بیٹھا ہے اب سب کو ایک جا مجتمع ہوکر ساتھی نماز پڑھنے کے واسطے دوسری ندا کی گئی اقامت کے ساتھ مین تاکہ معلوم ہو کہ نماز اب شروع ہوی ذکر دنیاوی کو ختم کرکے شریک نماز ہون -

فدا ہون ہم اوس رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جسنے نماز کو پکارنے کے لیے بھی وہ کلمات سکھلاے اور وہ عمدہ طریقہ بتایا جو سارے قومون اور سارے مذاہب کے طرق اعلان سے کامل وممتاز ہے - اور کوئی مذہب اس امر مین بھی اوسکا مقابلہ نہین کرسکتا "

(جماعت)

اجتماع اور اتفاق کے فائدے اسقدر بدیہی ہین کہ ضرورت نہین کہ ہم اونکا ذکر کرکے کتاب کو طول دین جس قوم نے جسقدر ترقی اور بہبودی حاصل کی - اسی اجتماع کی بدولت اور اتفاق ہی کی برکت سے کی - اسلام نے اتحاد و اتفاق کو ارکان مذہب مین کوٹ کوٹ کر بھر دیا ہی - گرد و نواح کے لوگون کا ہر روز کم از کم تین بار ایک ہی جگہ (مسجد) مین اجتماع ہوا اور کندھے سے کندھا جوڑکر اور پاؤن سے پاؤن ملاکر ایک ہی معبود حقیقی کے دربار مین سچے دل سے کھڑا ہونا - اتفاق قومی اور اتحاد مذہبی کی ایک بھاری مثال ہے - اور ہمدردی کی ایک اعلی تدبیر ہے - فدا ہون ہم دل وجان سے اوس پیارے نبی پر جسنے جماعت کا بڑا تاکیدی حکم فرماکر اجتماع اور اتفاق قومی کو لازمی ولابدی کردیا - اور پھر جمعہ اور عیدین کا روز ایک بڑی اجتماع اور اتحاد کا ذریعہ قرار دیا - جسمین علاوہ شہر کے بہت سے لوگون کے آس پاس کے

قریات و دیہات کے بہت سے لوگ بہی شامل ہوکر اس اجتماع مین شریک ہوتی ہین۔ اور جو ایک بھاری ذریعہ ہے۔ اتفاق قومی اور ہمدردی عامہ کا۔ اور لطف یہ ہے کہ اس جماعت مین غریب وامیر۔ شاہ وفقیر کی ذرا ہی رعایت نہین رکھی گئی۔ ایک عظیم الشان بادشاہ سے لیکر رعیت کے ادنی ادنی آدمی تک ایک ہی جگہ اور ایک ہی قطار مین کندہے سے کندھا ملاکر کھڑے ہوتے ہین۔ جو کہ ایک خودی اور تکبر کے دور کرنے اور فروتنی اور انکسار کے پیدا کرنے کے واسطے قومی و اعلا تحریک ہے۔ خدا کے نزدیک اور الٰہی دربار مین غریب و امیر شاہ و فقیر یکسان و مساوی ہین۔

(نماز جنازہ)

مرنے کے بعد اسلام نے مردے کو بہی دعاے خیر سے محروم نہین رکھا ہے۔ نماز جنازہ کو غور سے پڑہنا چاہیے۔ اوسمین پہلے خدا کی بزرگی کا ذکر اور اوسکی توحید اور اپنے ہادی کی نبوت کا اقرار ہے۔ پھر خدا کی طرف نزول رحمت و برکت کی دعا کی گئی ہے اسکے بعد مردہ کے لیے۔ اور تمام مرد و عورت چھوٹے بڑے۔ احیا و اموات اور جمیع اہل اسلام کے لیے مغفرت کی دعا مانگی گئی ہے۔ اور ثنا و درود و دعا کے بعد جب اون دلون مین رقت و انکسار پیدا کرنے والی۔ دنیا کی بے ثباتی اور ناپائداری کا نقش دلمین بٹھا دینے والی حالت مین بار بار باواز بلند۔ اللہ اکبر۔ پکارا جاتا ہے۔ تو معا اپنے اضعف۔ احقر کمزور۔ بےبس۔ لاشے محض اور فانی ہونے کا یقین بہی آجاتا ہے اور اوس حسرت کے عالم مین عبرت کا نقشہ دلون کے سامنے کھنچ جاتا ہے اور خدا کی عظمت و جلالت اوسکی بے پرواہی و ابدی بقا کا دل کو پورا پورا یقین ہوجاتا ہے۔

(نماز آیات)

چاندگہن وسورج گہن وزلزلہ۔ اسکو آفات ارضی وسماوی شرع شریف نے قرار دیا ہے
اور چونکہ قیامت کے دن۔ جو زلزلہ اور گہن واقع ہونگے اوسکا یہ نمونہ ہے۔
پس ان آیات کو دیکھکر روز قیامت کا خیال ہوتا ہے۔ اور بندہ اوس دن کا خیال
کرکے خدا سے خائف ہوتا ہے اور اوسکی عبادت کرتا ہے جو بمنزلہ توبہ واستغفار کے ہے
اور اپنے گناہون کا اقرار کرکے خدا سے توبہ کرتا ہے۔ اور اوسی سے پناہ مانگتا ہے۔
دیکھو زلازل عظیمہ مین خوف وبیم کی کیا حالت ہوتی ہے دل قابو مین نہین رہتا۔ جانی
ومالی کسقدر نقصانات ہوتے ہین پس کون اس آفت سے اوسوقت بچا سکتا ہے بجز
خدا کے پس نماز پڑہکر ہم اس آفت کے ٹلنے کی دعا کرتے ہین اور بعد اس دفع بلا کے
پھر جو ہم نماز پڑہتے ہین وہ بمنزلہ شکر کے ہوتی ہے کہ خدا نے ہمکو اس بلا سے نجات دی
ہم یہ نہین کہتے کہ اصل جرم قمری یا شمسی سے زوال نور ہوجاتا ہے۔ بلکہ بربنائے حکمت جدیدہ
جرم زمین کا مابین شمس وقمر حایل ہوتا ہے یا اور کوئی وجہ ہو۔ یہ حجاب ہمارے واسطے کیا
اذیت دہ نہین ہے اگر زمانہ یونہین تاریک ہوتا جیسا اوقت کسوف ہوجاتا ہے یا زلزلہ زمین
کو ہروقت رہتا تو کیونکر ہم زندگانی بسر کرتے پس نماز ایسے اوقات پر پڑھکر ہم شکر خدا
ادا کرتے ہین کہ اوسنے ہمکو یہ نعمت عطا کی کہ عالم کو روشن ومنور فرمایا اور زمین کو ہمارے
واسطے ساکن ومفروش کیا ہے جس سے لطف زندگانی ہمکو حاصل ہوا۔
اور یہ بھی منشا اس نماز سے ہے کہ۔ ہنود ان اجرام کی پرستش کرتے ہین اور باعث
گرہن یہ لکھا ہے کہ۔ راہو ایک راچھس ہے جو کہ سورج دیوتا اور چاند دیوتا کا دشمن ہے
اور ان دونون کو اکثر گھیرتا ہے جس سے انکو گہن ہوجاتا ہے۔ اس اعتقاد جہل
کی ہم اس نماز سے رد کرتے ہین اور یہ دکھاتے ہین کہ یہ اجرام اگر دیوتا ہوتے تو

انکو کوئی اذیت کیونکر پہونچا سکتا اور طلوع و غروب و نور مین انکے نقصان و کمال ہوتا
یہ شان سے ذی اختیار کے بالکل بعید ہے پس ایسے اوقات مین ہم اپنے خدا کی عبادت
کرکے اوسکی عظمت و کبریائی کا اظہار کرتے ہین - ہمارا خدا ایسا ہے کہ ہر نقصان سے
منزہ و مبرا ہے اور ہر شے اوسکے قبضہ اختیار مین ہے اور شمس و قمر منجملہ مخلوقات جناب
باری ہین اور اوسیکے قدرت و اختیار سے طلوع و غروب کرتے ہین ۔

(قبلہ)

خیال کیا جاتا ہے - کہ مسلمان جو کعبہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑہتے ہین - وہ مصروف
عبادت الٰہی نہین - بلکہ کعبہ ہی کی پرستش اور عبادت کرتے ہین - اور اوسی کے
واسطے تمام طرق تعظیم بجالاتے ہین - اون لوگون کو اسکی خبر نہین - کہ مسلمانون کا بجز
ظاہری رخ کے سارا باطن اور باطنی رخ خدا ہی کی طرف ہے - اور وہ ہمہ تن خدا
ہی کی عبادت اور اوسیکی تعظیم مین مصروف ہین - بلکہ اسیواسطے نماز کے شروع مین
ہر مسلمان یہ آیہ پڑہتا ہے - (انی وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض حنیفا
وما انا من المشرکین) یعنے اپنا رخ اوسی اللہ کی طرف کیا جسنے آسمان و زمین بنائے
ہین - ایک رخہ ہوکر - اور مین شرک کرنیوالون مین سے نہین ہون - یعنے کعبہ کو اس
عبادت مین شریک نہین کرتا اور کعبہ کی عبادت نہین کرتا ہون جس سے صاف
ظاہر ہے کہ اہل اسلام کا باطنی رخ اور دلی توجہ اودہر ہی ہے - اور سچا قبلہ اونہون
نے اوسی وحدہ لاشریک کو ٹھہرا رکھا ہے -

کیا خوب لکہا ہے ؟ ڈاکٹر ہنٹر نے - کہ فضائل اسلام مین سے ایک یہ بھی فضیلت ہے
کہ اسلام کے معابد ہاتھ سے نہین بنائے جاتے - اور خدا کی خدائی مین ہر مقام پر اوسکی

عبادت ہوسکتی ہے ؟ "اینما تولوا فثم وجہ اللہ" جس مقام پر خدا کی عبادت کیجاوے وہی مقدس مقام ہے اور اوسیکو مسجد سمجھہ لیجیے۔ مسلمان چاہے سفر مین ہو یا ہے حضر مین۔ جب نماز کا وقت آتا ہے چند مختصر و پرجوش فقرات مین اپنے خالق سے اپنے دلکا حال عرض کرلیتا ہے۔ اسکی نماز اتنی طولانی نہین ہوتی کہ اوسکا جی گھبرا جاوے اور نماز مین وہ جو کچھہ پڑہتا ہے اوسکا مضمون ہمیشہ یہ ہوتا ہے کہ اپنی عجز و خاکساری کا اظہار اور خداوند عالم کی عظمت و جلال کا اقرار۔ اور اوسکے فضل و رحمت پر توکل "جو لوگ کعبہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑہنے کو عبادت کعبہ تصور کرتے ہین۔ اونہین اس ساری نماز کے اندر کہین کعبہ کی پرستش کا ذکر یا کم از کم نام ہی تلاش کرکے بتانا چاہیے۔

ہان مسلمان حنیف و یکرخہ ہین۔ وہ سیکڑون قبلہ بنا کر ادہر اودہر ڈانواڈول اور حیران نہین پھرتے۔ ایک ہی اللہ اور ایک ہی پیغمبر اور ایک ہی معزز جگہ مبدء اسلام د نبائی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اسلامی یادگار کے طور پر قبلہ قرار دیتے ہین پھر یہ کہ اگر مسلمان کسی عمارت کی عبادت کے شائق ہوتے۔ تو باعث ایجاد کائنات مفخر موجودات صلعم کے روضۂ مبارک سے بڑہکر اونکے لیے کوئی مقام زیادہ تر زیبندہ اور قابل عظمت نہ تھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ مکہ کی طرف منہ کرنے سے بجز ظاہری توجہ اور امتثال امر کے اوسکی عبادت کا شائبہ تک نہین ہے۔

اب مسلمانون کے یکرخہ اور حنیف ہونے کی وجہ عقلی بیان ہوتی ہے۔

نماز کے لیے حضور قلب یعنے دل کا اللہ کی طرف حاضر و متوجہ ہونا شرط اور ضروری ہے کہ بدون اوسکے نماز پوری نہین ہوتی۔ اور ثواب کامل مترتب نہین ہوتا اسلیے ہر نمازی پر لازم ہے کہ (۱) ارکان نماز پر آگاہ رہے اور اچھی طرح خیال رکھے (۲) اپنے تئین اوس

سمجھے مالک کے حضور مین سمجھے۔ اور اوسکو اپنے حال پر مطلع اور باخبر جانے اور یقین کرے
کہ اپنے مالک کو سامنے دیکھ رہا ہے اور جو خود اوسے نہین دیکھتا۔ تو وہ ضرور ہی اوسے
دیکھ رہا ہے (۳) قیام۔ رکوع۔ سجود قعود۔ وغیرہ امور جس مصلحت کے لیے موضوع ہین
اور یہ حرکات ظاہری جس قلبی تحریک اور دلی حالت پر اشارہ کرتے ہین اونکو برابر مدنظر
رکھے (۴) تسبیحات و قرأت وغیرہ کے مضمون کی طرف تہ دل سے خیال رکھے اور اوسی
سے متاثر ہو۔

اور حضور قلب مین اصل یہ ہے۔ کہ دل اور زبان اور جوارح متفق ہوجاوین اور ہر ایک
جیسا کہ اوسکا حق ہے۔ خدا کی عبادت مین لگا رہے۔ خشوع اور اطمینان کے ساتھ
نماز ادا کی جائے۔ جیسا کہ امیر المومنین ع کی نسبت صحیح حدیث مین وارد ہوا ہے۔
کہ آپ ہمہ تن عبادت خدا مین ایسے غرق ہوگئے۔ کہ آپ کے بدن سے حس جاتا رہا۔
اور تیر مسموم آپ کے پاؤن سے نکالا گیا۔ اور آپ کو ذرا بھی خبر نہوی " پس حضور قلب
چونکہ نماز مین شرط ہے اسوجہ سے نماز گذار کو حکم ہے کہ ادہر اودہر حالت نماز مین نہ دیکھے
بلکہ سجدہ گاہ کی جانب متوجہ رہے اگر ادہر اودہر دیکھتا رہیگا تو حضور قلب ممکن نہ ہوگا
پس اسی وجہ سے ایک سمت نماز کے واسطے معین کردیگئی کہ اوسکی طرف متوجہ ہوکر
سب کے سب باتفاق باہمی نماز ادا کرین تاکہ حضور قلب مین فرق نہ آوے اور ایک
رخ ہو کر جسقدر حضور قلب حاصل ہوتا ہے وہ انتشار کی حالت مین ممکن نہین اگر ایک
سمت کو عبادت کے عادی نہوتے تو ایک جماعت مین کچھ ایک طرف عبادت کرتے
کچھ دوسری جانب رخ کرکے کھڑے ہوجاتے صحبت مین برہمی وانتشا ہوتا آئین درباری
کے بھی خلاف ہوتا۔ اب قبلہ کے قرار دینے سے یہ نفع ہوا کہ سب اوسکے دربار مین ایک

حالت مین ایک طرف کو منتظر رحمت و غفران اوسکی لو لگائے کھڑے ہین۔ کیا انتشار طبع اور اپنے دلی خیالات کی حفاظت اس سے بہتر کسی اور طریق مین ممکن ہے جن فنون کا مدار حفظ تخیل پر ہے اور خیالی قوت کی ترقی کرنا چاہتے ہین مثل مسمریزم وغیرہ کے اون سب مین ایک رخہ ہونا لازم ہے۔

فرشتون کو حضرت آدم ؑ کے تئین سجدہ کرنیکا بھی اسیوجہ سے حکم ہوا تھا۔ کہ اوسوقت تک بنا ایسے بزرگ وجلیل حضرت آدم ؑ کے مانند نہ تھے جسکو ترجیح دیجاتی اور اوسکی طرف رُخ کرکے خضوع وخشوع بہم پہونچانیکے واسطے عبادت کرائی جاتی پس خدا نے ملائکہ کو حضرت آدم ؑ کی طرف سجدہ کرنے کا حکم دیا اور حضرت آدم کو ملائکہ کا قبلہ قرار دیا جسطرح سے ہمارا قبلہ خانہ کعبہ کو قرار دیا ہے اور مقصود اس سے خدا ہی کی عبادت تہی حضرت آدم کو سجدہ یا اونکی عبادت مقصود نہ تہی کیونکہ سوائے خدا کے کسی کی عبادت اور کسیکو سجدہ کرنا ہمارے مذہب حنیف مین جائز نہین ہے "

اور یہی وجہ عقلاً قبلہ کی طرف عبادت کرنے کی ہے۔ کہ خانہ کعبہ مبدء اسلام و بنائے حضرت ابراہیم ؑ ہے اور بیت اللہ کے نام سے ملقب ہے۔ پس اس طرف سجدہ کرنے سے یہ مفہوم ہوگا کہ ہم اسی در کے خاکسار ہین اور اسی در پر جبہہ سائی کرتے ہین اور عبادت مین سوائے اس در کے کسی دوسرے در پر توجہ نہین کرتے بت پرست گھر گھر بت رکھتے ہین جس طرف بت ہوتے ہین اودہر ہی ڈنڈوت کرتے ہین مسلمان ایک ہی کو سجدہ ایک ہی طرف کرتے ہین۔

علاوہ اسکے ایک کتنا بڑا یہ حسن ہے کہ بچہ اپنی ماں باپ کو دن مین پانچ مرتبہ ایکطرف متوجہ ہوکر نماز پڑہتے جب دیکھتے ہین تو اونکو معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی یادگار اسی طرف

بنی ہوی ہے اور قبلہ اسی جانب ہے پس ہر یادگار کے قائم کرنے کا منشا رہی ہوتا ہو کہ لوگ اوسکو دیکھکر اور جانکر اوس اصل چیز کو جائین جسکی یہ یادگار ہے پس انسان جب فریضہ اسلامی بجالانے کھڑا ہوتا ہے تو ساتھ اوسکے یادگار اسلامی کی طرف رُخ کرکے اصل اسلام کی طرف قلبی توجہ کرتا ہے اور اس پُرجوش یادگار کو دیکھکر جوش مذہبی ہوتا ہے ہر بچہ مسلمان کا اپنی یادگار اسلامی کو جانتا ہے بھلا کسی عیسائی بچہ سے تو پوچھو کہ بیت المقدس کس طرف ہے وہ ہرگز نہ بتا سکیگا۔

اور یہ بھی حسن ہے کہ خانہ کعبہ کی بنا اسوجہ سے ہوی کہ لوگ دور و دراز سے یہان آکر خدا کی عبادت کرین اور اس خانہ بزرگ کا طواف کرین اور اسکی زیارت سے مشرف ہون۔ پس دن مین پانچمرتبہ اس خانہ معظم کی طرف رُخ کرکے گویا تمنا ہوتی ہے کہ کاش ہم ہر عبادت اپنے اسی گھر مین بیٹھکر بجالاتے خصوصاً نماز جو سب سے بہتر عبادت ہے یہ اسی گھر مین ہم ادا کرتے۔

یون تو کل جہات عبادت کے واسطے یکسان ہین۔ لیکن اس جہت کو شرف بسبب اسی خانہ محترم کے ہے اور یہ بھی تعظیم اس خانہ محترم کی ہے کہ ہم اوسکی طرف رُخ کرکے عبادت کرتے ہین اور ایسی تعظیم اس کی کرتے ہین کہ بول و براز اسکی جانب پشت کرکے یا رُخ کرکے نہین کرتے۔ اپنے اموات کو اسی جانب منہ کرکے دفن کرتے ہین بلکہ محتضر کو بھی قبلہ رخ کردیتے ہین۔ اس سے زیادہ یہ ہے کہ ہم اپنے گھرون مین بھی جب فرش خواب پر لیٹتے ہین تو قبلہ ہی کی طرف منہ کرکے یہ فقط تعظیم اس خانہ محترم کی ہے نہ پرستش و عبادت

(تعداد رکعت)

اسلامی نماز کی بابت یہ بھی کہا جاتا ہے کہ تعداد رکعت کا نماز مین خیال رکھنا حضور قلب کو

دور کردیتا ہے۔ اور رکعت شماری مین وقت ضایع ہوجاتا ہے جواب اسکا یہ ہے کہ جنہون نے
کبھی نماز نہین پڑہی ہے اونہین کے دلمین یہ شبہہ پیدا ہوتا ہے۔ نماز کی مستمرہ عادت
ہوجانے کے بعد ممکن نہین۔ کہ یہ خیال دل مین پیدا ہو۔ بلاشبہہ اوائل مین چند روز
تعداد رکعت کا خیال انسان کے دلمین جاگزین رہتا ہے۔ لیکن چند روز ممارست کے
بعد نماز خمسہ کی انسان کو ایک ایسی مشق اور عادت ہوجاتی ہے کہ خودبخود متعدد رکعتین
اوس سے ادا ہوتی جاتی ہین۔ اور رکعت شماری کی طرف اوسکا خیال نہین بٹتا قاعدہ
ہی کہ جب ایک امر کی انسان کی کسی عضو کو مزاولت و ممارست ہوجاتی ہے تو بغیر اسکے کہ
پہر اس امر کا خیال کرے۔ خودبخود اوس سے وہ امر سرزد ہوجاتا ہے خدا نے ہمارے
جسم کے ہر حصہ کو یہ قابلیت عطا فرمائی ہے کہ وہ باتون کو یاد رکھے۔ جب آدمی کسی ایسے
مقام مین بود و باش اختیار کرتا ہے۔ جسکے دروازے نیچے ہون تو پہلے چند روز اوسکے
سر مین کئی بار ٹکر لگتی ہے۔ اسی طرح سے چوکھٹ اگر بلند ہوتی ہے تو ابتدا ئً چند بار ٹھوکر کھاتا
ہے۔ لیکن چند روز مین اوسکے سر کو ایک قسم کا ایسا علم ہوجاتا ہے۔ کہ پہر وہ خواہ کسی
خیال مین ہو جب اوس دروازے سے گذرے گا۔ خودبخود اوسکا سر جہک جاتا ہے
اسی طرح سے پہلے پاؤن مین ٹھوکر لگتی ہے پہر آپ سے آپ پیر اوٹھا کر رکہنے لگتا ہے۔
غرض کہ ہر عضو کو جیسے کچھ عادت لگادی جاوے۔ چند روز بعد وہی کام بے اختیار
اوس سے سرزد ہونے لگتا ہے۔ عادت مین بہت قوی اور زور آور اثر ہے بلاشبہ
نمازی کو ابتدا مین کچھ دنون تعداد رکعت کی طرف خیال کرنا پڑتا ہے۔ لیکن مزاولت
کے بعد خودبخود بغیر اوسکے کہ اونکا خیال حضور قلب یا دلی نیاز مین قائم ہو اسیقدر
رکعتین اونسے ادا ہوتی ہین۔ رکعتون کا تعداد حضور قلب مین کچھ بہی خلجان نہین ڈالتا

اور قطع نظر اسکے مانع خضوع و حضور قلب اوسوقت مین ہوگا جبکہ سواے نماز کسی دوسری چیز کا خیال نماز مین ہوا ور درصورتیکہ یہ رکعات اوسی نماز کے ہین جسمین حضور قلب چاہیے پس عدد رکعات کا خیال عین حضور قلب ہوگا نہ مانع۔

دیکھو جبکہ دل کا اللہ کی طرف حاضر رہنا اور نماز مین اللہ ہی کا دھیان رکھنا اوسکے خوف وہیبت کا دل کے اوپر طاری رکھنا یہ ایک ایسی ضروری اور لابد شرط ہے کہ رسول خدا ارشاد فرماتے ہین (فاعبد ربك كانك تراه فان لم تكن تراه فانه يراك) اپنے پروردگار کی اس طرح عبادت کرو اور اوس احکم الحاکمین کا رعب اور دبدبہ دلون کے اوپر ایسا مسلط سمجھو۔ کہ گویا تم اوسکو اپنی آنکھون سے دیکھ رہے ہو۔ اور اگر تمکو اس بات کا خیال نہو کہ تم اوسے اپنی آنکھون سے دیکھ رہے ہو۔ تو اسمین شبہہ نہین ہے کہ وہ تمہین ضرور دیکھ رہا ہے۔ پس اگر انسان رکعت شماری کریگا تب بھی ڈرتے ڈرتے اور خدا کا خوف اسکے دلمین سمایا رہیگا کہ ایسا نہو ارکان نماز مین کمی یا خلل کسی طرح کا ہو جس سے مالک ہمارا ناخوش ہو پس عدد شماری بھی حضور قلب اور خوف خدا کے ساتھ ہوگی۔

اور یہ بھی اعتراض ہوتا ہے کہ نماز مین ایک رکعت مین جسقدر ارکان ہین وہی دوسری رکعت مین بھی ہین پس ایک ہی رکعت پر کیون نہ اکتفا کیجاوے اور مکرر اذکار سے کیا نفع ہے۔ جواب اسکا یہ ہے کہ۔ انسان جب کوئی کام کرنا شروع کرتا ہے تو ابتدا ہی سے اوسکو ویسا حظ ویسا حضور قلب ویسا اطمینان نفس ہرگز حاصل نہین ہوتا جیسا کرتے کرتے اوس کام کو لذت و اختتام آخر مین حاصل ہوتا ہے خصوصاً جو کام خیال جمانے سے متعلق ہے دفعتاً خیال کسی کام پر بہت کم جمتا ہے جب تک ہم اپنے خیال کو قابو مین نکرین اور ادہر اودہر کے تخیلات کو دل سے

ہم ہر طرف نہ کرلیں پس اگر ایک ہی رکعت ہوتی تو کبھی ہم اوسکے کل ارکان کو خیال جما کر اور ایک رخ ہو کر نہ ادا کرسکتے۔ اور جبکہ پہلی رکعت ہمنے شروع کی اور اوسکی طرف خیال جمانا شروع کیا تو رفتہ رفتہ دوسری اور تیسری رکعت مین دل بالکل صاف ہوگیا۔ خیالات قابو مین آگئے لذت ذکر خدا اور عبادت کی بڑہتی گئی۔ یہ وجہ ہے کہ ہم دو رکعت سے کم کوئی نماز نہین پڑہتے "

(تعین رکعات)

صبح کی دو رکعتین۔ مغرب کی تین۔ ظہر و عصر و عشا کی چار چار رکعتین کیون ہوئین۔ اسکی بہی اصل ہم سمجہانا ہمارا کام نہین ہے اور نہ عقلاً ہمکو اسکے جاننے کی تکلیف ہے ہماری حاکم اور مقنّن کا جو حکم ہے اوسکا امتثال ہمکو بہر حال لازم ہے اور اسمین ویسا ہی حسن عقلی ہے جیسے طبیب مریض کے واسطے کوئی دوا تجویز کرے اور وہ بدون طلب دلیل اوسکے استعمال پر مجبور رہے۔ ہمکو کوئی وجہ اس امر کے دریافت کرنیکی نہین ہی کہ ہم مثلاً گورنمنٹ سے اس امر کو دریافت کرین کہ چور کو مثلاً دو ماہ کی قید کا کیون حکم ہوا یا دو درجن بید کیون معیّن کیے دس درجن یا ایک درجن کیون نہ ہوے۔ ہم اپنے حاکم و طبیب کے حکم کے پابند ہین اوسکا حسن وہ خود ہی خوب جان سکتا ہی لیکن چونکہ ہمنے اس امر کا بیڑا اوٹھایا ہے کہ ہم کچھہ نہ کچھہ اپنی عقل کے موافق ہر شے مین حسن پیدا کرسکتے ہین۔ اور کوئی قبح ہمارے چھوٹے سے چھوٹے فریضہ مذہبی مین پیدا نہین ہوسکتا۔ اسوجہ سے بقدر اپنی عقل کے ہم اسمین بہی حسن دکھاتی ہین کہ تعیین رکعات حسب الوقت ہین۔ اور وقت کی رعایت سے نماز پڑہی جاتی ہی جیسے جسوقت مین وسعت ہے اوسیقدر رکعات مقرر کیئے۔

ظہر کا وقت بعد زوال ہے جبکہ ایک ہاتھ سایہ بڑہے زوال ستے۔ اور نماز عصر کا جب دو ہاتھ وقت ظہر سے سایہ بڑہے۔ اتنی مقدار وقت کی اسوجہ سے ہے تاکہ فریضہ مع نافلہ پڑہ لین۔ آٹھ رکعت نافلہ ظہر اور چار رکعت فریضہ ظہر اسی طرح سے آٹھ نافلہ عصر اور چار فریضہ عصر۔ جیسا کہ امام جعفر صادق ؑ نے زرارہ صحابی خاص سے فرمایا ہے۔ پس چونکہ یہ وقت اتنا وسیع ہے جسمین ہم چار واجب و آٹھ سنتی پڑہ لین اسوجہ سے اسوقت مین بارہ رکعتین معین ہوئین۔ وقت مغرب مین اتنی ہی وسعت ہے۔ کہ اوسمین تین رکعتین فرض اور چار سنت پڑہ سکین سات رکعتون سے زیادہ وقت ہی نہین اسواسطے کہ اول وقت مغرب وہ قرار پایا ہے جسکی خدا نے خبر قران مجید مین قصہ حضرت ابراہیم ؑ مین دی ہے (فلما جن علیه اللّیل رای کوکبا) یعنے جسوقت سے کہ تارہ چمکنا شروع ہوتے ہین اور تاریکی شب پھیلتی ہے یہ وقت اتنا ہی وسیع ہے کہ جسمین ساتہی رکعتین پڑہ سکین۔ اور اول وقت عشا، زوال حمرۂ مشرقیہ ہے اور اسوقت مین اتنی ہی وسعت ہے جسمین ہم چار عشا کی فرض اور دو نفل کی رکعتین پڑہ سکین اب چونکہ سترہ ہی رکعتین واجب ہین پس دو رکعتین باقی رہین وہ صبح کی قرار پائین۔ اب اگر یہ اعتراض کوئی کرے کہ یہ اوقات اسقدر تنگ کیون مقرر ہوے تو جواب اسکا یہ ہے کہ اسمین تاسی ہے حضرت آدم صفی اللہ کی جب بہشت سے وہ نکلے تو اونہین اوقات مین اونہون نے نمازین پڑہی ہین پس نبی اللہ کی تقلید و پیروی ہے اور ایک بزرگ کی تقلید و پیروی کرنا عقلاً مستحسن ہے جیسا کہ ہم تقلید کے حسن کو ثابت کر چکے ہین اور تعیین رکعات مین ایک حسن ہمارے واسطے یہ بھی ہے کہ رسولخدا جسوقت جتنی رکعتین

پڑہتے تھے اونمین سے سُنتّین کہ جواونپر واجب تمین منہا کرکے ہم پڑہتے ہین اور یہی حُسن ہمارے واسطے ہے کہ ہم نبی خدا کے پیرو ہین اور حکم خدا اور رسول بجالاتے ہین یہ حسن ہی عقلی ہے کہ ہم اپنے حاکم کا حکم بجالاوین اوراوس سے ہم یہ نہ پوچھین کہ تونے ہمکو کیون اسپر ماموُر کیا بلکہ یہ امر عقلاً قبیح ہے کہ ہم شاہ و شہریار سے اونکے ہر حکم کے لم دریافت کرین کہ جو شارع ہے نافرمانی اور بے اطاعتی کی کیونکہ کمال طاعت اسی مین ہے کہ جو امر خلاف عقل ظاہری بہی ہو اوسکو ہم حاکم کے حکم پر بصدق دل بجالاوین اور یہی لم تعبدی حکمون کی ہے کہ وہ اس مصلحت سے دیے گئے ہین تاکہ اونسے حال اطاعت کا لوگون کے معلوم ہو اسلیے کہ حکمت ناموس یعنی مذہب کا سارا مدار اعتقاد پر ہے اور اعتقاد ایک باطنی امر ہے کہ اوسپر اہل اسلام اور اونکے حاکم عام طور پر اطلاع نہ پا سکتے تھے حالانکہ بمصلحت بناے شرع ظاہر پر رکھی گئے تھے اور باطن پر اطلاع نہ دیگئی تھی پس ضرور ہوا کہ بطور آزمایش کچھہ تعبدی حکم دیے جاوین تاکہ وہ پہچان ہون باطنی عقیدے کے۔ اور اسکی کہ وہ کس درجہ پر ہے اور اسی وجہ سے باستقرا معلوم ہوتا ہے کہ تعبدی حکم کی شان سے یہ بات ہے کہ اوسمین کوئی سبب انکار وانحراف کا ہو شل اسکے کہ وہ عقل ظاہری کی راہ سے مستبعد ہون اور عرف یا چشمون کی نظر مین ناپسند ہون لیکن محض اندازہ اطاعت وانقیاد کے واسطے لازم ہوے ہین تاکہ حال باطن معلوم ہو کہ کون شخص ہماری طاعت کو اپنی خواہش یا حیاے عرفی پر مقدم کرتا ہے۔

(عربیت نماز)

نماز اسلامی پر یہ بہی حرف رکھا جاتا ہے کہ۔ سواے عرب کے باقی مسلمان جو عربی زبان سے آشنا نہین۔ اور عربی زبان مین نماز ادا کرتے ہین۔ طوطے کی طرح سے منہ سے

الفاظ کہے جاتے ہین اور سمجھتے کچھہ نہین - اور مفاد کچھہ بہی پورا نہین ہوتا -

جواب یہ ہے کہ اول تو اسلامی نماز مین اسقدر کم الفاظ ہین - کہ اوسکا ترجمہ سیکھہ لینا کسی مسلمان کو بہی دشوار نہین - بہت کم عرصہ مین ہر ایک عام مسلمان اوسکے ترجمہ یا مفہوم سے آگاہ ہو سکتا ہے جیسا کہ عام طور سے تاکید کیجاتی ہے ترجمہ نماز جاننے کی - اب کسیکا نجاننا یہ قصور اوسکا ہے نہ شریعت کا -

لیکن اگر یہ کہو کہ عربی نماز کی ضرورت ہے کیا ہے ہر زبان مین ہم خدا کو اوسی طرح سے پکار سکتے ہین جس طرح سے ان عربی الفاظ کے ساتھہ - تو اسکا جواب یہ ہے کہ جو ثواب تلاوت کلام اللہ کے ہین اور اسماے حسنے کی تلاوت مین جو فوائد ہین اوس سے انسان محروم ہو جاویگا - اگر کسی اور زبان مین خدا کی عبادت کرے -

علاوہ اسکے اسمین ایک بہت بڑا حسن یہ ہے کہ کسی مذہب والا اور کسی زبان کا آدمی جب مسلمان ہوگا تو اوسکو لازم ہوگا کہ کلام خدا کو سیکھے اور اپنے پیشوا و ہادی کی لااقل اتنی زبان جانے جس سے فرایض یومیہ کو اپنی اوسی زبان مین ادا کرسکے سچا مسلمان کیسا ہی جاہل ہو اپنی کتاب الہامی کی اوسی حالت مین تلاوت کرتا ہے جس طرح سے وہ نازل ہوی ہے - یہ حسن کون کم ہے اور جب بار بار تلاوت سے اوس کلام ربانی کے اسکو از خود حظ حاصل ہوتا ہے اور لذت ملتی ہے تو خواہ نخواہ اسکو خیال جوش قلبی سے یہ پیدا ہوتا ہے کہ اوس پوری کتاب مقدس کو پڑہنا سیکھے - کیا جس طرح سے عام مسلمان اپنی کتاب مقدس کو اوسی زبان مین تلاوت کرتے ہین جس زبان مین وہ نازل ہوی ہے - اور مذہب والون کو بہی یہ نصیب ہے کیا عام عیسائی توریت و انجیل کو عبرانی زبان مین تلاوت کرسکتے ہین - یا عام ملنے والے وید و شاستر کے

سنسکرت مین اپنی کتاب کو پڑہ سکتے ہین - بجز مسلمانون کے -

اور اگر عربی کی شرط نہ ہوتی تو - یہ خرابی بہی لازم آتی کہ نماز مین جو فصاحت و بلاغت کلام ربانی کی وجہ سے ہے وہ جاتی رہتی - اور یہ عبادت جو ایک پرجوش فصاحت و بلاغت کے ساتھ ادا ہوتی ہے (جس سے دل مسلمانون کے بہی خوب مزے اوٹہاتے ہین*) کسی زبان مین ایسی فصاحت کے ساتھ ادا نہ ہوسکتی "

(ستر عورتین یعنے شرمگاہ کا ڈہانپنا)

خدا نے انسان کو دیگر حیوانات سے امتیاز کرنے کے واسطے ستر عورتین کا حکم دیا ہے اور لباس مین شرم کی بہی مصلحت ہے اور یہ شرم عقلی و رواجی دونون ہے اور یہ رواج حضرت آدم کے وقت سے ہے جبکہ اونہون نے بہ نص توریت نیک و بد کی پہچان کے درخت سے کہایا اور اپنے برہنگی کی بدی پر مطلع ہوے تو فوراً انجیر کے پتون سے لیکر لنگیان بنائین پس شرمگاہ کا ڈہانپنا جبکہ عقلی شرم ہوی تو موجب زیادتی رغبت کا بہی ہوگی زن و مرد کے اور زیادتی رغبت موجب زیادتی تناسل کا کیونکہ زیادہ خلاملا ہونا کم رغبتی کا باعث ہے - علاوہ اسکے لباس مین عقلی زینت بہی ہے اور اس سے بہی رغبت ایک کی دوسرے کی طرف بڑہتی ہے اور یہ کثرت

---

* مسلمانون پر منحصر نہین عیسائی تک اسکی فصاحت پر شیفتہ ہین دیکہو جان ڈیونپورٹ اپالوجی فرام محمد اینڈ قرآن مین لکہتے ہین "قرآن من حیث الفصاحۃ والبلاغۃ افضل واشرف کتب ممالک شرقیہ ہی" اور گوئٹہ مورخ سے نقل کرکے کہتے ہین "اول تو قرآن کی عبارت سست اور بے لطف معلوم ہوتی ہی لیکن بعد ازان انسان اوسکی خوبیون پر فریفتہ ہوتا جاتا ہی اور آخرالامر اوسکی خوبصورتیون پر شیفتہ ہوجاتا ہی کہ تاب ضبط باقی نہین رہتی" اور یہ لکہتے ہین کہ "اوسکی عبارت ایسی عمدہ کہ سحر کہنا چاہیے - مگر مین کہتا ہون کہ سست اونہین کو معلوم ہوتی ہی کہ جنکو مناسبت باطنی اور قابلیت معنوی نہین ورنہ جنکے قلب صاف اور دل منور ہین وہ پڑہتے ہوے محو ہوجاتے ہین"

توالد کا باعث ہوتا ہے اور یہ مقتضا صلاح نوعی کا ہے کہ جو صلاح شخصی سے بڑہی ہوئی ہے۔ اور لباس مین خدا کے خوف سے بہی نجات ہوتی ہے کیونکہ برہنہ دیکہکر فریفتہ ہوجانے کا یا زنا کے مرتکب ہونے کا اگرچہ مشاہدہ سے اختلاف آلات کے ہوڈر ہوتا ہے خصوص زنا سے اور لواطہ وغیرہ کا اور یہ سب مستلزم عذاب خدا ہے تو ضرور لباس بہت کچہہ پرہیزگاری اور نڈری کا باعث ہوگا اور چونکہ نماز عمدہ مارک ہے خواہش حیوانی کی اور انسان کے واسطے اچہا ذریعہ ہے امتیاز کا دیگر حیوانات سے لہذا اس عمدہ اصول کو سرط صحت نماز قرار دیکر انسان کو پابند بنایا ہے جسم ڈہانپنے کا۔

(حریر محض و طلاباف)

نماز چونکہ تذلل و خاکساری اور فروتنی کی غرض سے ہے۔ اور اصلی منشا اس عبادت کا یہ ہے کہ اپنے تئین فقیر و حقیر سمجہکر خدا کے سامنے کہڑا ہو اور بجز اوسکی بزرگی کے کسی شی کو نظر مین نہ لاوے۔ اسوجہ سے خالص ریشمی کپڑے پہنکر یا طلاباف زردوزی لباس پہنا۔ یا سونے کی انگوٹہی وغیرہ پہنکر نماز نہ پڑہنا چاہیے۔ جو کہ خلاف فروتنی و انکسار ہے۔ اور حیوانی بنا وا ہے اسلیے کہ خواہش کا مددگار ہے یا سونے کا پہننا مرد کے لیے کہ باعث شیخی او تکبر کا ہے جو صیغہ غیظ و غضب مین داخل ہے اور عورت کے لیے مستثنا ہونا سونے اور حریر کا عقلی مصلحتون سے ہے کہ جو اونکی زینت مین ہین تاکہ باعث زیادتی توجہ مرد کا ہو اور توالد و تناسل کہ جسمین صلاح نوعی ہے کہ جو مقدم صلاح شخصی پر ہے حاصل ہو اور عورت کی زیادہ توجہ کی مرد کی طرف حاجت نہین کہ وہ منفعل ہے اور مرد فاعل اور اسمین مصلحت تعبد کی علاوہ مذکور مصلحتون کے بہی ہے اور از بسکہ یہ مطبوع و مرغوب شی ہے تو اسکی ممانعت سے بڑہکر کس شی مین

تعبد اور اطاعت کی آزمایش کا موقع ہوگا علاوہ اسکے مشہور علماے اخلاق مین یہ ہے
کہ لذت کی دو قسمین ہین ایک فعلی - جیسے لذت مرد - دوسرے انفعالی - جیسے لذت
زن مرد سے - (اگرچہ تحقیق یہ ہے کہ قسم اول بہی لذت انفعالی ہے البتہ وہ انفعال
خاص ہے کہ جسکا مقدمہ فعل ہے - بہر طور قسم اول مین دخل فعل کی وجہ سے علاقہ
مقولہ فعل سے ہوا ہے - اور دوسری قسم انفعال محض ہے) اور یہی منشا ہے
اختلاف لباس مرد و زن کا - مرد کے لیے زیادہ لینت و نرمی اور ملایمت شایان
نہین - اور اوسکے زیادہ زینت مین علاوہ عبث ہونے کے نوجوانی مین خطرے
بڑے بڑے بد اخلاقیون کے ہین - بلکہ شایان اوسکی خشونت و قوت وغیرہ ہی
اور عورت کا حال برخلاف اسکے ہے - خصوصاً بمصلحت استمالت مرد کے اسوجہ سے
اختلاف وضع و لباس مرد و زن - مقتضا عقل و شرع کا ہوا - اور شارع علیہ السّلام
نے حریر محض - اور طلا کو مختص عورتون سے کردیا - مردون پر اوسکا استعمال ناجائز
قرار دیا - لیکن بعض تخصیصین محض عرفی ہین - اور اوسمین یہ عقلی ضرر نہین پائے جاتے -
تو تغیر عرف او سکے معیوب ہونیکی کوئی وجہ نہین - مثلاً ہند مین جوان مردون کو گلے
مین طوق پہننا معیوب ہے لیکن "توریت" سے ثابت ہے کہ پرعوہ یعنی فرعون
نے حضرت یوسف کو قیدخانہ سے بلاکے رہا کیا تو عزت افزائی کے خیال سے اپنا
طوق اونکی گردن مین پہنایا اور اپنی سواری پر اونہین سوار کرکے راہون مین
پہروایا اور اونکے آگے آگے ایک نقیب آواز دیتا جاتا تہا - کہ اب یہ حاکم مصر
ہین - اوس زمانہ مین مرد طوق پہنتے تھے - اور اسی طرحسے رواج ملکون کا اور
قومون کا مختلف ہے - راجاؤن مین ابتک مردون کے ہاتھون مین موٹے موٹے

کپڑے ڈالدیے جاتے ہین۔ پس ہماری شریعت کا یہ رواج ہو کہ حریر و طلا عورتون کے
واسطے مستثنا کردیا گیا۔ اسمین کونسا قبح عقلی ہے۔ اور یہ تغیر عرف شرعی ہرگز معیوب نہوگا
اسی طرحسے عورت کا لباس مرد کو پہن لینے مین علاوہ اسکے کہ وہ مناسب حال فعل نہیں ہاں
ممکن ہے کہ منفعل کو اوس سے کراہت طبع ہو اور اسی طرحسے عورت کو مرد کا لباس پہن
لینے مین اور مردانہ وار حرکتون کے اختیار کرنے مین یہ بہی مفسدہ ہے کہ انجام اسکا
لواطہ اور سحق کی طرف منجر ہو اور یہ سب دار تکلیف مین منع ہین"

(سجدہ)

چونکہ شریعت مین استکبار و خودی عموماً مذموم ہے۔ اور سوا ے تذلل اور فروتنی
انسان کو کسی وقت مین استکبار نہ چاہیے۔ خصوصاً نماز جسکی بنیاد محض خاکساری
پر ہے۔ لہذا شریعت نے کسی طرحسے جائز نہ کیا کہ۔ سجدہ سوا ے خاک اور اوس
چیز پر جو خاک سے روئیدہ ہوے ہو یا خاک سے نکلی ہو علاوہ معدنیات کے۔
کیا جاوے۔ ملبوس و ماکول یا طلا ے۔ ونقرہ سجدگاہ پر سجدہ کسی طرحسے جائز نہوا
ہان جسوقت کوئی شے سجدہ کے واسطے ممکن ہی نہو اوسوقت بمجبوری کپڑے وغیرہ
پر سجدہ کرلینا جائز قرار پایا۔

یا ایہا الذین امنو کتب علیکم الصیام کما کتب
علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون

روزہ کا حسن عقلی

روزہ۔ ایک قانون مقررہ ہے اور کرہ ارض کے ہر طبقہ مسلمانان مین کم و بیش
اخلاص کے ساتھ سالانہ ماہ رمضان مین اسکی تعمیل کیجاتی ہے مسلمانون کے سال کا

نوان مہینا رمضان مبارک ہے - اور قبل از طلوع فجر تا غروب آفتاب روزانہ روزہ رکھا جاتا ہے - یہ مہینہ رمضان دو وجہون سے کہا جاتا ہے - یا تو یہ کہ گرم موسم مین واقع ہوتا تھا - یا یہ کہ مہینے بہر کا روزہ آدمیوان کے گناہون کو جلا دیتا ہے - ہمیشہ سے ہر مذہبی طریقہ کا ایک جزو روزہ ہے - جس کو اوسکے بانیان طریقہ سے خوب جانتے ہین تاریخی سلسلے کے وقت سے لیکر آنحضرت کے زمانہ تک یہ امر معلوم ہوتا ہے کہ جتنے الہامی ہادی مذہب گذرے اون سب لوگون نے اپنے مقلدین کو تعلیم روزہ داری کی - اور جن لوگون نے دنیا کے کسی حصہ مین روحانی رفعت حاصل کری اونھون نے بھی اسکی تعمیل پر اصرار کیا - پس اس سے یہ نتیجہ مستخرج کرلینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسکے متعلق کوئی مستحکم سبب ہے -

"روزہ کا وجود کم وبیش جمیع اقوام اور جمیع مذاہب مین پایا جاتا ہے - عربی مین اسکو صوم سنسکرت مین برت - اور انگریزی مین فاسٹ کہتے ہین - سوائے اسکے اور ہر ایک زبان مین بہی اسکا مرادف لفظ ملسکتا ہے -

توراتٌ مین روزہ کا کئی جگہ ذکر آیا ہے - انجیل مین بہی روزہ کا وجود پایا جاتا ہے اہل ہنود کے

٭ حضرت موسے نے کوہ طور پر چالیس روزے رکھے (خروج ۳۴ ب ۲۸) حضرت مسیح نے بیابان مین چالیس روزے رکھے (دانیال ۹ ب ۳) حضرت الیاس جب کوہ حوریب کو گئے تو اونہون نے چالیس دن رات روزے رکھے - توریت مین عزراہ ۸ ب ۲۱ مین ہے - مینے وہان اکے دریا پر منادی کرائی - کہ روزہ رکہین - اور خدا کے آگے دکھ کھینچین اور اوس سے دعا مانگین - تو کہ اپنے اور اپنی اولاد کے لیے سیدہی راہ پاوین -

پہر روزہ کا ذکر المیاہ - ۵ باب ۳ - ۲ سموئیل ۱۲ باب ۱۶ + دانیال ۹ باب ۳ + استر ۴ باب ۱۶ + لوقا ۲ باب ۳۷

ہر فرقہ نے اسکو مقرر کیا ہے - یہانتک کہ بہابڑون (جینیون) مین اس سختی کے
برت ہین - کہ جو آدمی ایک دفعہ رکھلے - تو وہ پہر عمر بھر ہوش نہین سنبھال سکتا -
اور روزون سے پہلے طاقت کو حاصل نہین کرسکتا - تمام مذاہب مین اس امر کا اشتراک
صاف بتلاتا ہے - کہ ضرور ان بانیان مذہب کا اصول بھی ایک ہی ہوگا - اور اسی رکن کا
مذہب مین داخل کرنا ضرور کسی حکمت پر مبنی ہے - کسی امر پر عقلا کا اتفاق بھی اوس امر
کی صحت کی دلیل ہوتی ہے - جب عقلی دلائل بھی ملجاوین تو یہ امر اور بھی پختہ ہوکر
حق الیقین کے مرتبہ تک پہونچ جاتا ہے - نصارا یہود ہنود وغیرہ مذاہب مین
روزون کا وجود دلیل ہے اس امر کی کہ روزے ضرور بہت سے مصالح دینی و
دنیاوی پر مشتمل ہونگے -

(۱) یہ کہ روزہ انسان کی روحانی قوی کی ترقی پکڑنے اور تزکیہ نفس کا ذریعہ ہے کون

(بقیہ حاشیہ صفحہ) مین ہے - یہود کا ہر ہفتہ مین دو دن روزہ رکھنا - انجیل لوقا ۱۸ باب ۱۲ - سے
ثابت ہے - مین ہفتہ مین دوبار رکھتا - انجیل مین حضرت مسیح اپنے شاگردون کو اونکی سست
اعتقادی پر ملامت کرتے ہوے - روزہ کو ایمان کا نشان قرار دیتے ہین - دیکھو متی ۱۷ باب
۱۹ - ۲۰ - تب شاگردون نے الگ یسوع کے پاس آکے کہا - ہم کیون اوس (دیو) کو نہ
نکال سکے - یسوع نے اونہین کہا اپنی بے ایمانی کی سبب کیونکہ مین تمسے کہتا ہون کہ اگر تمھین رائی
کے دانے برابر ایمان ہوتا تو اگر تم اس پہاڑ سے کہتے - کہ یہان سے وہان چلا جا تو وہ چلا جاتا ہے
اور کوئے بات تمھاری ناممکن نہ ہوتی - مگر اس طرح کے (دیو) بغیر نماز اور روزہ کے نہین نکالے جاتے -
پولس وبرنباس حضرت مسیح ء کے شاگردون کا روزہ رکھنا اعمال باب ۱۳ - ۲ - ۳ - سے
ثابت ہے اور ایسا ہی اعمال ۲ باب ۹ سے بھی -

شخص ہے جو کم کھانا کم پینا شہوات نفسانی کی طرف کم توجہ کرنا ایک خوبی کی بات نہ سمجھتا ہو
ہر فرقہ اور ہر ملت کے لوگ عقلاً کم کھانے کم پینے اور شہوات نفسانی کی طرف کم متوجہ ہونیکو
ایک بڑی فضیلت سمجھتے ہین۔ کم کھانے کم پینے شہوات نفسانی کی طرف کم توجہ کرنے
سے انسان کی قوت بہیمیہ کا زور گھٹ جاتا ہے۔ روحانی قوا ترقی پکڑتے ہین۔ کم کھانا
تزکیہ نفس اور روح مین نیکی اور صلاحیت پیدا ہونے کا ایک بھاری ذریعہ ہے انسان
کے قواے غضبیہ اور شہویہ جو تمام فسادات اور معصیت کی جڑ ہین۔ دب جاتی ہین (یعنی
انسان پر دوزخ کے دروازے بند ہوجاتے ہین) روحانی قوت ترقی پکڑتی ہین (گویا جنت
کے دروازے انسان پر کھل جاتے ہین) ماہ رمضان کے اندر لاکھون حرص وہوا کے
اسیر اور پابند طمع روزہ کی برکت سے عذاب دوزخ سے نجات پاتے ہین۔

(۲) روزہ ملکی صفات سے موصوف ہونے اور متخلق باخلاق اللہ ہونیکا سبب ہے
خدا کے فرشتے کھاتے پیتے نہین۔ خدا ہی کھانے پینے سے مبرا ومنزہ ہے۔ شہوات
سے اوسکی ذات منزہ وپاک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جسقدر انسان کم کھاے کم پیئے۔
شہوات نفسانی کی طرف کم توجہ کرے۔ اوسیقدر خدا کو یہ عادت پسند ہے۔ انسان
کم کھانے کم پینے سے شہوات کی طرف کم توجہ کرنے سے ملکی صفات سے متصف اور
متخلق باخلاق اللہ ہوجاتا ہے خدا کی معرفت کے انوار کامل طور پر اوسکے دل پر تو ڈالتے
ہین۔ تجلیات الہی سے بہرہ وانی حاصل کرتا ہے۔ خدا کا خاص منظور نظر ہوکر متخلق
باخلاق اللہ ہوجاتا ہے۔

(۳) روزے کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ نفس کشی اور جہاد اکبر کے لیے ایک
زبردست ہتھیار ہے۔ نفس وشیطان کے ساتھ جہاد کرنیکا ایک ذریعہ ہے۔ مذہبی آزادی

کے لیے کفار سے لڑنا جہاد اصغر ہے۔ اور نفس و شیطان کے پھندے سے رہائی پانے کے لیے مجاہدہ اور مقاتلہ کرنا جہاد اکبر ہے۔ پس نفس کے ساتھ مقابلہ کرنا اور اوسکے خواہشات کو زیر کرنا اگر جہاد اکبر ہے۔ تو روزے سے بڑہکر اس جہاد کا کوئی کارگر آلہ نہین۔ تمام حکما، اور علما، مصلحان قوم فلاسفر اور ڈاکٹر اس بات پر متفق ہین کہ جو آدمی اپنے لالچ اور نفسانی خواہشات پر غالب آتے اور اندرونی موذی (نفس) پر فتح حاصل کرے وہ سب سے بڑا رستم اور جنگی بہادر ہے۔ پس اگر یہ اصول سچا ہے تو یقین سمجھو کہ اس عدو (نفس) کے پچھاڑنے کے لیے روزے سے بڑہکر کوئی شئے نہین۔

(۴) ہمیشہ تکلیفات گناہون کا کفارہ ہوتے ہین اور یہ خیال قریباً کل اہل مذاہب کے دلون مین مستحکم و راسخ ہے۔ حضرت رسالتمآب نے ایک دن کی تپ کی تکلیف کو کئی گناہون کی جڑ جانے کا موجب ارشاد فرمایا ہے۔ اگر دنیا کا یہ اصول سچا ہے کہ ریاضت شاقہ اور تکلیفات عظیم انسان کے گناہون کے کفارہ ہوتے ہین تو یقین سمجھو کہ روزہ بہی انسان کے بہت سے گناہون کے میٹ دینے کا باعث ہے۔

(۵) روزہ ہمدردی سکہلانے والا ہے۔ کوئی آدمی کسی مصیبت زدہ پر سچے دل سے ترحم نہین کرتا جب تک وہ خود کسی مصیبت مین نہ پھنسا ہو۔ اور کوئی شخص دوسرے کی تکلیف کا اندازہ نہین کرسکتا جب تک خود تکلیف مین مبتلا نہ رہ چکا ہو۔ کوئی کسی بھوکے کی بھوک اور پیاسے کی پیاس کے رفع کرنے مین مدد نہین کرسکتا۔ جب تک وہ خود بھوک اور پیاس کی سختی نہ اوٹھا چکا ہو۔ دولتمند اور اغنیا بھوک پیاس کی تکلیف سے اکثر ناواقف ہوتے ہین۔ مگر جب مذہبی قید سے اونہین یہ تکلیفین اوٹھانی پڑین تو یقیناً وہ بھوکے پیاسے کی تکلیف کا بہی اندازہ کرسکین گے اور اونکی ہمدردی کا پورا خیال اونکو پیدا ہوسکتا ہے

اور جس شخص کی فطرت مین آگے ہی ہمدردی کا جوہر ہے کئی گنا ہوکر ظہور پکڑ سکتا ہے۔
کیا ماہ رمضان مین روزے مقرر ہونے کا یہ بڑا بھاری فائدہ نہین ہے کہ اس سے
اغنیا کو فقرا اور غربا کے ساتھ سچی ہمدردی پیدا ہوجاتی ہے اور خیرات کی سچی ترغیب
اونمین ظہور پکڑ سکتی ہے۔

رسول کریم ؐ ماہ رمضان کے فضائل بیان کرتے ہوے خود اس مہینہ کو شہر الصبر (صبر و
استقلال کا مہینہ) اور شہر المواسات (ایک دوسرے کی ہمدردی کا مہینہ) ارشاد
فرماتے ہین اور اس مہینے مین ایک دوسرے کی ہمدردی اور غمخواری کرنے کی تحریک
فرماتے ہین۔

(۶) روزے سے انسان مین صبر و استقلال کی عادت راسخ ہوتی ہے انسان
وقت پر بھوک پیاس کی تکلیف کو جھیل سکتا ہے۔ زمانہ ہمیشہ ایک سا نہین رہتا
اور اسی واسطے انسان کو انقلابات ایام سے کبھی بھوک پیاس پر بھی صبر کرنا پڑتا ہے
روزے کا ایک بڑا فائدہ یہ ہے۔ کہ انسان کو صبر کی عادت ہوجاتی ہے مستقل
مزاج ہوجاتا ہے۔ مصائب مین گھبراتا نہین۔ بھوک پیاس کی تکلیف سہنے سے مہینہ بھر
مین ایک کامل ریاضت ہوجاتی ہے۔ پس روزہ کا یہ کتنا بڑا فائدہ ہے۔

(۷) اگر صبر و قناعت عادات حسنہ مین سے ہین۔ تو بلاشبہہ روزہ صبر و قناعت
کی عادت بھی انسان مین پیدا کرتا ہے۔ روزہ کھولنے کے وقت بسا اوقات انسان
صرف تھوڑے سے پانی۔ اور ٹکڑے پر قناعت کرتا ہے۔ اور چونکہ سچی بھوک اور
سچی پیاس لگی ہوتی ہے وہ ایسا وقت ہوتا ہے کہ جو کچھ مل جاے اوسکو انسان
غنیمت سمجھتا ہے اور ماحضر پر قناعت کرتا ہے۔ سچی بھوک پیاس کے وقت انسان جو کچھ

کھاپی سے خوب انگ انگ کو لگتا ہے۔ اور اچھی طرح جزو بدن ہوتا ہے۔ اور یون انسان کی صحت اور طاقت کے واسطے بھی روزہ اکسیر ہے۔ مگر چونکہ ہر ایک امر مین اعتدال شرط ہے۔ یہ ضرور ہے کہ افطار صوم کے وقت بے صبری نکرے۔ مناسب غذا پر قناعت کرے تو پھر بلاشبہہ یہ امر حفظ صحت اور مزید طاقت کا موجب ہوگا اور صبح کے زائل شدہ قوت کے پھر آنیکا سبب بسا اوقات انسان۔ سحری کے وقت بھی تھوڑے بہت پر جو کچھ ملجاے قناعت کرتا ہے۔ کبھی انسان وقت پر اوٹھہ نہین سکتا تو دو گھونٹ پانی اور ایک آدہ لقمہ پر ہے صبر کرنا پڑتا ہے پس روزے کی یہ کتنی بڑی خوبی ہے کہ اسی سے انسان مین صبر و قناعت کی عادت پیدا ہوتی ہے۔

(۸) بھوک پیاس سخت سے سخت انسان مین نرمی و بردباری کی عادت پیدا کردیتی ہے۔ انسان متکبر متواضع ہوجاتا ہے۔ سرکشی و تمردی رفع ہوجاتی ہے پس روزے سے یہ کتنا بڑا فائدہ ہے کہ اس سے انسان مین ایسے عادات حسنہ پیدا ہوجاتے ہین۔ یقیناً بھوک پیاس اور مصیبت کا سا کوئی معلم نہین۔ یہ ایسا معلم و مودب ہے کہ ایک دن مین اپنی تعلیم و تادیب سے وہ اثر ڈالتا ہے۔ جو برسون علوم تاریخ وغیرہ کی تعلیم سے حاصل نہین ہوسکتا۔

(۹) روزے مین آدمی بھوکا ہوتا ہے اور پیاس کے مارے حلق مین کانٹے پڑجاتے ہین ہونٹون پر پپڑیان جمی ہوتی ہین جب تمام دن کی بھوک پیاس اور تکلیف کے بعد انسان کو کھانا پانی ملتا ہے۔ تو اوسوقت حلق کو پانی سے سیراب کرنے۔ معدہ مین غذا پڑنے سے دل کو جو غایت درجہ کی فرحت اور سرور حاصل ہوتا ہے وہ روزہ دار ہون ہی کے دل سے پوچھنا چاہیے۔ اسوقت بلاشبہہ انسانکے سارے اعضا

اور دل سچی طور سے الحمد للہ پکارتے اور خدا کا شکر ادا کرتے ہین اور جو سچی خوشی اُس وقت

روزہ دارون کو ہوتی ہے وہ عید کی خوشی سے کم نہین ہوتی - اور جو خوشی انسان کو

خدا کا فرض ادا کرنیکی وجہ سے قیامت کے دن ہوگی اسکی کچھہ انتہا ہی نہین رسول

خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا ہے کہ روزہ دار کے لیے دو خوشیان ہین ایک

خوشی تو اوسی روزہ کھولنے کی وقت ہوتی ہے (جب سارا دن کھانے

پینے سے باز رہکر سیراب ہوتا ہے اور شکر خدا ادا کرتا ہے) اور ایک خوشی

جب اپنے رب سے ملیگا (اور خدا اوسے جزا دیگا) بلاشبہہ روزہ دار کو منہہ کی بو خدا

کے یہان مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے - کیسا خوشی کا موقع ہے جب

انسان سارا دن اپنے مالک کی طاعت اور رضا جوئی کے لیے کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے

اور شام کے وقت اپنے مالک کے عطا کی ہوی روزے سے روزہ افطار کرتا ہے

اور کہتا ہے خدا میرا کھانا پینا چھوڑنا تیرے ہی لیے ہے اور مینے اب تیرے ہی عطا

کی ہوی - روزے سے کھول دیا ہے - اللھم لك صمت وعلی رزقك افطرت

وعلیك توکلت - خدایا مینے تیرے ہی لیے روزہ رکھا اور تیرے ہی رزق سے

افطار کیا - اور تجھی پہ توکل میرا ہے -

(۱۰) روزے کی یہ کتنی خوبی ہے کہ خالق ہمارا فرشتون کے روبرو اپنے بندگان

خاص کی بڑائی اور خوبی بیان کرتا ہے - اپنی طاعت کے سبب درجات بلند

کرتا ہے - اونکی برائیون کو مٹا ڈالتا ہے اور اپنی مغفرت کے سایہ تلے جگہ دیتا ہے

بات یہ ہے کہ فرشتے کھاتے پیتے نہین - انکو اللہ نے خود فطرت ہی ایسی عطا

فرمائی ہے کہ کھانے پینے کی حاجت نہین رکھتے - پس دن کا نہ کھانا نہ پینا اور شہوات سے

بری رہنا کوئی کمال کی بات نہین کیونکہ اونکی فطرت ہے ایسی بنائی گئی ہے ۔ جس شخص کی عادت کھانا پینا ہو جب وہ شخص اپنے مالک کی طاعت اور رضاجوئی کے لیے کھانا پینا چھوڑدے تو ایک کمال کی بات ہے انسان جو کھانے پینے سے صبر نہین کر سکتا۔ جب وہ محض اپنے مالک کے حکم سے اوسکی طاعت و رضاجوئی کے لئے خاص وقت تک کھانا پینا چھوڑدی تو یہ کمال کی بات کیون نہوگی ؟ بلاشبہہ یہ ایک کمال کی بات ہے ۔ اور انسان کا شرف اور درجہ اس حالت مین فرشتون سے بڑہکر ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ خدا ملائکہ کے روبرو انسان کی بڑائی اور خوبی بیان کرتا ہے ۔ جسکو اگر انسان سمجھے تو یقیناً روزے کی تہوڑی سی مشقت اوسے عین راحت اور کمال مسرت معلوم ہوگی ۔ ہماری تہوڑی سی مشقت کو ہمارا خالق فرشتون کے روبرو بطور فخر بیان کرے اللہ اکبر اس سے بڑہکر ہمارے لئے کونسا فخر کا مقام ہوگا ۔

(۱۱) روزہ رکھنے سے انسان کے قوائے شہوانی غضبی دبے ہوتے ہین ۔ مارے بھوک پیاس کے بولنے کی طاقت نہین رہتی ۔ اور خاموشی جو ایک عمدہ عادت ۔ انسان اختیار کرتا ہے ۔ لغو باتون سے احتراز کرتا ہے ۔ اور روزے کے ارکان مذہب مین داخل ہونے کا یہی بڑا امر ہے روزے مین جھوٹ غیبت ۔ لعنت ملامت ۔ گالی گلوچ ۔ بد نظری بری باتون سے بچنا ہی روزے کا اعظم و اہم مقصود ہے ۔ ایک روزہ روح اور دل کا ہے ۔ اور وہ یہ کہ ان دونون کو یاد الٰہی مین مصروف رکھے ۔ دوسرا روزہ عقل کا ہے ۔ اوسکا مطلب یہ ہے کہ عقل کے خلاف نکرے برا کام نہ کرے ۔ تیسرا روزہ نفس کا ہے ۔ اور وہ یہ کہ نفس کو کھانے پینے اور جمیع شہوات ولذات سے باز رکھے ۔

آنکھ کا روزہ یہ ہے کہ بُری چیزون پر نظر نکرے بلکہ کتاب مقدس یا کتب احادیث و احکام کو زیر نظر رکھے۔

کانون کا روزہ یہ ہے کہ کلام فحش یا لغو باتین اور غیبت وغیرہ ہرگز نہ سنے بلکہ خدا و رسول و مقدس لوگون کا کلام سُننے۔

زبان کا روزہ یہ ہے کہ لغو باتین نہ کرے نہ کسیکی غیبت کرے اور کوئی خلاف شرع بات زبان سے نہ نکالے۔ بلکہ خدا کی یاد اور کلام الٰہی کی تلاوت مین رطب اللسان رہے

ہاتھ کا روزہ یہ ہے کہ انسے کوئی خلاف شرع کام نکرے جس سے مرتکب گناہ ہو۔ بلکہ اوسنے صدقات و خیرات کرے اور ایسے ایسے کام کرے جس سے دنیا اور دین مین بھلا ہو

پاؤن کا روزہ یہ ہے کہ خلاف شرع کامون مین قدم نہ مارے بلکہ نماز و جماعت کے لیئے یا وعظ و نصیحت سنے۔ بزرگان دین کی زیارت کے لیئے جاوے۔

تمام جسم کا روزہ یہ ہے کہ اپنے تمام جسم کو خدا کی راہ مین فنا کردے اسکے مرضی کے بغیر نہ کوئی کام کرے اور اوسی کے ذکر و فکر مین محو ہو جاوے اور یہی کامل روزہ ہے

(۱۲) صحت کا محافظ ہے۔ تمام اطباء و حکماء اس بات پر متفق ہین۔ کہ کم کھانا کم پینا۔ انسان کی تندرستی کی بنیاد ہے۔ پس اگر یہ اصول سچا ہے تو یقیناً ماہ رمضان مین ایک مہینہ بھر کھانے پینے سے پرہیز کرنا انسان کی صحت کے واسطے بہی مفید ہی۔ بلاشبہہ اگر روزہ ٹھیک اصول پر رکھا جاوے۔ اور شام و سحر کے وقت مناسب اندازہ کے ساتھ غذا کھائی جاوے۔ تو یہ صحت کا محافظ ہے۔ اور کئی امراض کے لیئے بالخاصیت دوا ہے۔ اسکی برکت سے اخلاط غیر طبعی کے مواد فاسدہ (موجبات سوء ہضمی۔ ریزش و نزلہ۔ جو ام الامراض ہے۔ اوجاع وغیرہ وغیرہ) دور ہو جاتے ہین

جسم کا ٹھیک طور پر فضلات سے تنقیہ ہوجاتا ہے پس ایسی چیز (جو دینی و دنیاوی مفاد کے لحاظ سے اعلیٰ درجہ پر واقع ہے) کی نسبت جسقدر شارع اسلام نے تشدد و تقید کیا بہت مناسب اور بالکل ٹھیک ہے - اور اس خصوص مین ہر ایک قانون افراط و تفریط سے خالی ہے سر سے پاؤن تک کوئی بیماری بے پیٹ کے فساد کے نہین ہوتی اور سارے طب اسی ایک تعلیم مین بھرے ہوے ہے اور حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ پیٹ کے مشک کے دہانے یعنے منہ کا پھندا آنکھ ہے کہ اگر اوسے ہر چیز کی طرف سے بند رکھا ہو تو دہانا بند ہے اور نہین تو مشک کا دہانا کھل گیا کہ اب جو کچھ اوسمین ہے وہ بے گرے نہین رہتا روزے کے لیے دن ہی کا وقت مناسب تھا کیونکہ قواے غضبیہ و شہویہ کے خاص طور پر ظہور کا وقت دن ہی ہے رات کو تو انسان سوجاتا ہے - اور خود بخود یہ سب قواے شہوانیہ و غضبیہ حالت تسکین مین ہوتے ہین - رات کے روزے کا کچھہ فائدہ نہ تھا - یہی وجہ ہے کہ اگلے شرایع کی اصلاح و ترمیم کر کے (جسمین دن رات کا روزہ تھا) رسول خدا نے صرف دن ہی کا روزہ قرار دیا تاکہ اصلی مفاد بھی حاصل ہو اور فضول سے احتراز ہو جاوے - اور زیادہ تکلیف بھی نہو جس سے صحت پر بُرا اثر پڑے -

روزے کے لیے منجملہ ۱۲ مہینون کے ایک ماہ کا تقرر بہت موزون و مناسب ہے - اوس سے کم مین اصلی غرض مفقود تھی - اور زیادہ مین ضرر اور تکلیف مالا یطاق لازم آتی تھی یہ تقرر بالکل اوسط و اعتدال پر مبنی ہے - جیسا کہ خدا نے دین اسلام کے ہر ایک اصول کو ٹھیک اوسط و اعتدال پر رکھا ہے -

حسب ضرورت اور نفلی روزون کی اجازت دیگئی ہے اور بحالت مجبوری و معذوری

یہ فرض ساقط کیا گیا ہے بیمار اور مسافر کو اس سے بری کیا گیا ہے - اور ایسا ہی شیخ
فانی یعنی نہایت بڈھا جو روزہ نہ رکھ سکے اس سے بری کیا گیا - روزہ سے جس شخص کی
جان پر آبنے - اوسے افطار کر دینے کا حکم دیدیا گیا ہے - حایضہ کو حیض کی حالت مین
معاف کیا گیا ہے غرض کہ ان قوانین کے بنانے مین بنی نوع کی حفاظت کا بڑا خیال رکھا
گیا ہی جو نہایت ضروری امر تھا - باوجود اس آسانی کے جو طاقت رکھتا ہے اور اوسکی
برکات و فواید سے محروم رہتا ہے - یا روزہ کی عظمت کو نہ سمجھکر عمدا توڑ ڈالتا ہے وہ
تشدد برتا گیا ہے - جسکی کہ سیاست دینی مقتضی ہے تاکہ کوئی شخص ایسی مفید اور
با برکت عبادت سے محروم نہ ہے -

OSMANIA UNIVERSITY
COLLEGE LIB... Y.

بلاشبہہ اسلام مین روزہ ایک نہایت ہی اعتدال پر واقع ہے - اور بہت سے
دینی و دنیاوی فواید پر مشتمل ہی دیگر بانیان مذاہب مین روزے کے اصول کو دیکھو تو
اسلام کے آگے کچھہ بھی وقعت نہین رکھتے - اونسے وہ اغراض حاصل ہی نہین ہوتے
جو مطلوب ہین - یہود و نصارا مین دن رات کا روزہ ہوا کرتا تھا - یعنے وہ رات
ہی کو کھا کر پھر ۲۴ گھنٹہ کے بعد کھانا کھایا کرتے ہین - بعض مذاہب مین خود رو پودون
اور پھلون کو جائز رکھا گیا ہے - بعض جلکی کا پیسا نہین کھاتے باقی سب ہڑپ کر جاتی ہین
بعض اتنا بڑہ گئے ہین جسمین جان کا بڑا نقصان ہے - جیسے برہمنون کے روزے -
غرض کہ کوئی قوم یا کوئی مذہب نہین جسمین روزے کا وجود حد اعتدال پر قائم اور
افراط و تفریط سے خالی ہو -

قربان جائیے شارع اسلام کے جنہون نے بنی نوع انسان پر کسی قسم کی تکلیف مالایطاق
گوارا نہین کی کوئی حرج نہین رکھا لغو سے احتراز فرمایا - آپ نے رات کا روزہ موقوف فرمایا

صرف روزہ کے لیے دن مقرر فرمایا۔کیونکہ انسان کے لذات وشہوات کے ظہور کا خاص وقت دن ہی ہے۔اور نفس امارہ کی زیادہ کارروائی دن ہی مین ہوتی ہے۔رات کو عموماً سب لوگ آرام کرتے ہین اور سب اعضا تھکے ماندے ہوتے ہین۔جو ایک آدہ لذت رات کے لیئے مقرر کی گئی ہے وہ عادتاً ومصلحتاً ہے اور چونکہ سونیکے بعد انسان خودہی کھانے پینے اور حوائج بشریہ سے محترز ہوجاتا ہے تو پہر رات کے روزے کی کچہہ ضرورت ہی نہین تہی۔اسی لیے آپ نے دن کا روزہ مقرر فرمایا۔مگر پو پہٹنے سے قبل (سحرے) کہالیا کرو کہ اسمین برکت ہے۔ہمارے اور اہل کتاب کے روزون مین فرق سحرے کہانے کا ہے۔

کہانا پینا خاص حیوانی کام ہے۔اس سے انسان جسقدر دور رہ سکے بہتر ہے لیکن ہم مین حیوانیت کا جزو بہی ہے۔اسلیے مجبور اسکا لحاظ بہی ضرور تہا مگر رات دن کہانے پینے ہی کے خیال وفکر مین ڈوبا رہنا بری بات ہے۔جتنے بزرگان دین گذرے ہین اگر اونکی حالت پر غور کیا جاوے تو صاف معلوم ہوگا کہ وہ حضرات بہت کم خوراک تھے اور اکثر روزے رکھتے تھے جناب امیرؑ جس روز روزے سے نہین ہوتے تھے اوس روز بہی روکہی سوکہی جو کے آٹے کی چٹکی پہانک کر بسر کرتے تھے۔

خدا نے انسان کو مرکب بنایا ہے۔اوسمین ملکوتی۔اور حیوانی یا بہیمی دونون صفتین ہین۔ عبادتون سے ملکوتی صفت کی ترقی ہوتی ہے۔روزے مین بہت بڑی تعلیم اسی بات کی ہے۔کہ بہیمی صفت کمزور رہے۔اور خدا کی عبادت مین خوب مصروف ہوکر انسان کی روح ایسی زور آور ہوجاوے۔کہ حیوانی صفت پر پوری حکومت رکھ سکے جس طرح کسی کو کہین لڑائی کے لیئے جانا ہوتا ہے تو چند روز پہلے ہی خوب

ورزش کرتا ہے تاکہ اسکی مہارت حاصل رہے کہ وہ لڑائی کے دن دشمن پر غالب آوے
اسی طرح ہم انسان بھی اس جہان مین لڑائی اور جہاد ہی کے لیے پیدا کیے گئے ہین وہ کونسی
لڑائی ہے جس سے کسی کو چھٹکارا نہین ؟ وہ لڑائی بھی نفس کی لڑائی ہے۔ خوش
نصیب ہے وہ جسنے اس لڑائی مین فتح حاصل کی جسکی ملکوتی صفات نے حیوانی
صفات پر پوری حکومت حاصل کر لی۔ یہ تیس دن کے روزے اسی لڑائی مین کامیاب
ہونے کی تیاری ہے۔ صفات حیوانی کی قوت دینے والی چیزیں کھانا پینا ہے اور صفات
ملکوتی کی قوت دینے والی چیز خدا کا ذکر اور اوسکی محبت ہے۔ جب آدمی ایک قوت دینے
والی چیز کی مقدار کو کم کریگا اور دوسرے کی مقدار کو بڑہائی گا۔ تو ضرور ایک کو دوسرے
پر فتح حاصل ہوگی۔ صحیح و تندرست آدمی کو بھوکا اور پیاسا رہنے سے کچھ تکلیف البتہ
ہوتی ہے۔ لیکن کسی قسم کی بیماری نہین ہوتی۔ جنگلی ملکون کے رہنے والے جو محض
شکار پر زندگی بسر کرتے ہین۔ اکثر تین تین چار چار روز تک شکار نملنے کیوجہ سے
بھوکے رہجاتے ہین۔ لیکن وہ اون آرام طلب آدمیون سے کہین صحیح و تندرست
رہتے ہین جو رات دن پلاؤ قورمہ کھایا کرتے ہین اور جانتے بھی نہین۔ کہ بھوک کی
تکلیف کیا شے ہے۔ انسان کو زیادہ کھانے سے جتنی بیماریان ہوتی ہین۔
اوسکا ہزاروان حصہ بھی بھوکا رہنے سے نہین ہوتین بلکہ مصری اکثر امراض کا فاقوسے
علاج کرتے ہین۔ امریکہ اور فرانس کے بعض ڈاکٹرون نے چالیس شبانہ روز بھوکا رہکر
ثابت کر دیا ہے۔ کہ سوائے کمزوری کے بھوکا رہنے سے اور کوئی ضرر پیدا نہین ہوتا۔ البتہ بیمار
کے واسطے یہ تجربہ درست نہین۔ سو اسلام مین اوسے معذور سمجھا گیا ہے۔ اور اوسپر
روزہ بیماری کی حالت مین حرام قرار دیا گیا ہے۔

اور پھر یہ روزہ اوسوقت مین کیا مفید ثابت ہوا ہوگا۔ جسوقت کی قوم نہایت وحشی بدپرہیز شکم پرور بلانوش جنگجو بیوقوف بدخو (یعنے جاہلیت کے عرب) تھے جو بالکل قواعد حفظان صحت سے واقف نہ تھے نہ اس امر کا اونکو امتیاز تہا کہ غذا، معدہ مین ابہی ہے نہ تداخل کو سمجھتے تھے نہ اس امر کی تمیز تہی کہ کیا شے کھانا چاہیے ہے اور کس سے پرہیز چاہیے۔ خرمون کی گھٹلیان تک کھا جاتے تھے پیاز کی سبزی سے بہی پرہیز نہ تھا۔ اونکی جسمانی اصلاح مذہبی طور پر کی گئی مہینہ بھر مین معدہ خوب صاف کیے تنقیہ فضولات ہوا۔ سنتے روزون کے فضائل بیان کرکے اوسپر بہی راغب کیا چونکہ عرب تنومند و قوے تھے اسوجہ سے جرات سنتی روزون کی بہی ہوی تیس روز کے روزے خطرے مین بہی نہ آئے باطناً قوت جسمانی اونکی گھٹنا شروع ہوے قوت روحانی مین ترقی ہوی حلم و بردباری انکسار و تواضع رفتہ رفتہ آنا شروع ہوے۔ صبر و استقلال اکل و شراب سے طبیعتون مین دخل کرنے لگا وحشت مین کمی ہونے لگی کچھہ سوچنے سمجھنے کے بہی عادی ہوے انجام بینی کا مادہ پیدا ہوا روزون کی کثرت سے جنگجوی بہی موقوف ہوی تہوڑے ہی عرصہ مین وہ وحشی قوم ایک نہایت سلیس تعلیم یافتہ مہذب نیک چلین قوم بن گئی۔ پس یہ روزہ اوس قوم کے واسطے کیسا مفید ثابت ہوا۔ جس سے بہتر کوئی علاج نہ تہا۔ غلہ اور اناج ارضی چیزین ہین۔ انکے استعمال سے ارضی صفت یعنے کاہلی پیدا ہوتی ہے غلہ جتنا کم کھاوے اوتنا ہی انسان چست و چالاک رہیگا روزے میں اسلام کی بہی تعلیم ہے کہ ہم اپنی ارضی صفت کو اعتدال پر رکھین۔ یہ بہی ایک خدائی قانون ہے۔ کہ جب تک آدمی تکلیفون سے بہاگتا پہرتا ہے۔ تکلیف اوسکی جان نہین چہوڑتے۔ لیکن جب تکلیف کو پیاری چیز بنا لیتا ہے تو ہر طرف اوسکے لیے آرام ہی آرام ہے۔ مسلمانون کی ترقی کے

زمانہ کو دیکھو کہ وہ کیسے جفاکش تھے عیش وعشرت سے نفرت تھی دھوپ کو دھوپ نہین سمجھتے
تھے جیسے مسلمانون نے جفاکشی سے منہ موڑا ہے راحت پسندی وآرام طلبی اختیار کی ہے
سستی وکاہلی اور صفت ارضیہ کا اپنے کو سرچشمہ بنالیا ہے اوسوقت سے اقبال بھی
اونسے رخصت ہوگیا ہے ۔ روزے مین اسی صفت جفاکشی کی تعلیم ہے ۔
کل عبادتون مین بڑی تعلیم اس امر کی ہے کہ انسان کو خدا کے ساتھ تعلق پیدا ہو اس غافل انسان
کی غفلت دور کرنے کے لیے یہ نہایت ضروری ہے کہ وہ سال مین پورا ایک مہینہ
خاص خدا کے ساتھ تعلق پیدا کرنے مین بسر کرے ۔ اور ہفتے مین ایک روز ۔ اور
ہر روز پانچ وقت اپنے معبود کی طرف متوجہ رہے ۔ اس سے کم تعلق رکھکر کوئی
قوم ہرگز اپنے روحانی حالت کو قائم نہین رکھ سکتے ۔ شریعت محمدیؐ چونکہ آخری شریعت
ہے اسلیے اوسمین ایسا کامل اور پختہ طریقہ انسان کو کامل انسان قائم رکھنے کا خدانے
اپنی رحمت سے جاری کیا ہے جسمین کسی طرح تخفیف کو گذر نہین ۔ جو قوم اس سے کم عبادت
کریگی وہ ہرگز نفس کی غلامی سے نجات نہین پاویگی نمازی کو پانچ وقت اپنے رب کا
خیال آتا ہے ۔ لیکن روزہ دار کو بھوک پیاس کی تکلیف دن بھر خدا کی یاد سے غافل
نہین ہونے دیتے ۔ روزہ دار سمجھتا ہے کہ مین کھانے پینے کی یہ تکلیف محض اوسکے
حکم سے بجالاتا ہون اس سے اوسکو ایسی روحانی راحت حاصل ہوتی ہے جس کو
لفظون مین ہم بیان نہین کرسکتے ۔ اس جہان مین اگر کوئی کسی کا عاشق ہو اور
معشوق اوسکا مثلاً دن بھر دھوپ مین کھڑا رہنے کا حکم کرے تو یہ تکلیف عین راحت
معلوم ہوگی ۔
ہمنے روزے کے ساتھ باوجود اوسکی تکلیف کے ایسی سچی محبت مسلمانون اور ایماندارون مین

دیکھی ہے کہ جب ماہ مبارک رمضان کے اخیر جمعہ مین رمضان المبارک کی الوداع پڑھی جاتی ہے اوسوقت روتے روتے اونکی ہچکیان بندہ جاتی ہین ۔
مخبر صادق نے خبر دی ہے کہ قیامت کے دن گنہگارون کو پیاس کی شدید تکلیف ہوگی اور دوزخیون کو بھوک وپیاس کی مصیبت ستائیگی ۔
روزے مین اس امر کی بھی تعلیم ہے ۔ کہ عاقل انسان عذاب آخرت سے غافل نہو جاوے بلکہ اوس سے بچنے کی ترکیبون پر عمل کرے ۔
روزہ یہ بھی سکھاتا ہے کہ انسان اس بات پر غور کرے کہ صرف چند گھنٹے اناج پانی سے علٰحدہ رہنے اور پان تمباکو وغیرہ کو تھوڑی دیر کے لیے چھوڑنے مین کیا تکلیف ہے پس جب ہم مرجاوینگے تو اوسوقت اس دنیا کی ساری چیزون سے الگ ہونا پڑیگا اوسوقت کیسی تکلیف ہوگی ۔ اسلیے لازم ہے کہ جیتے جی دنیا کی سب چیزون سے ہم بے تعلقی پیدا کرین پس روزہ سے انسان دوراندیش وعاقبت اندیش بنجاتا ہے ۔
صرف کھانا پینا وغیرہ چھوڑ دینے سے روزے کا جسم تیار ہوتا ہے ۔ اور جب انسان بری باتون سے بھی اپنے کو روزے کے دنون مین بچائے رکھتا ہے تب اسکا روزہ کامل ہوجاتا ہے پس روزہ درحقیقت ایک پکا واعظ ہے ۔ جو روزہ کو باقاعدہ رکھے گا کبھی کسی گناہ مین مبتلا نہوگا اخلاق درست ہونگے تہذیب وشائستگی آویگی پس کیا یہ کسی شخص کیواسطے ممکن ہے کہ وہ سال مین ایک مہینے تک نیک خصلت رہے بغیر اسکے کہ اوسنے اپنی مجموعی حالت بقیہ گیارہ مہینون مین کسی حد تک فائدہ بخش رکھی ہو جس شخص نے دقیق اور غیر متعصبانہ نگاہ سے اسلامی طریقہ کو جانچا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ کس معقولیت و دانائی سے اسکی ترتیب کی گئی ہے ۔ اور کسقدر وسیع وپر اثر نتائج حاصل ہوسکتے ہین اگر صدق

وعرفان سے اسپر عمل کیا جاوے۔ ہم سب عادت کی قوت سے آگاہ ہین خواہ وہ مستحسن ہو یا قبیح اور گناہ و بُرائی مین مبتلا ہوجانا کسقدر آسان ہے اسی طرحسے بہ نسبت صالح ہونے کے بدکار ہونا بہت سہل و آسان معلوم ہوتا ہے۔ بعض نئی روشنی کے طالبون اور نو تعلیم یافتہ جوانون کے دلون مین یہ سمائی ہوی ہے کہ روزہ سے بھوک مین مرنے کے سوا اور کچھ حاصل نہین۔ کاش جسقدر یہ لوگ ریاضی کے ایک معمولی سوال حل کرنے پر توجہ دیتے ہین اوس سے تھوڑی سی توجہ روزہ کی حقیقت کی طرف بھی کرین جو کچھ فلاسفی جننے روزہ کی بیان کی ہے وہ سب خدا نے ان چند الفاظ جامع و مانع مین بیان کردی ہین غور کرو تو بہت کچھ سمجھ سکتے ہو۔ خدا فرماتا ہے ایمان والون تم پر روزے مقرر ہوے جس طرح اون لوگون پر مقرر ہوے جو تمسے پیشتر تھے۔ اسلیے کہ تم وصف تقوی سے متصف ہوجاؤ۔ چند گنتی کے دن ہین سال نہین۔ چھ ماہ نہین۔ بلکہ برس مین ایک ماہ بدن کی زکوۃ نکالنی پڑتی ہے پس جو کوئی تمین سے بیمار ہو۔ یا سفر پر ہو تو وہ اور دنون مین گن کر رکھ لین۔ اور جو لوگ کمال مشقت سے روزہ رکھ سکتے ہین۔ (جیسے شیخ فانی) تو وہ ہر روزے کے عوض ایک مسکین کو کھانا کھلادیا کرے اور روزہ

* یاایھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون ایاما معدودات فمن کان منکم مریضا او علی سفر فعدۃ من ایام اخر و علی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین فمن تطوع خیرا فھو خیر لہ وان تصوموا خیر لکم ان کنتم تعلمون شھر رمضان الذی انزل فیہ القران ھدی للناس و بینات من الھدی والفرقان فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ ومن کان مریضا او علی سفر فعدۃ من ایام اخر یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر ولتکملوا العدۃ ولتکبروا اللہ علی ما ھداکم ولعلکم تشکرون ۱۲۔

نہ رکھے اور جو شخص رغبت سے نیکی کماوے تو یہ اوسکے لیے کمال خوبی کی بات ہے - اور روزہ رکھنا تمھارے واسطے بڑی خوبی کی بات ہے - اگر تم شریعت کے اسرار جانتے ہو - ماہ رمضان وہ مہینہ ہے جسمین قرآن شریف نازل کیا گیا - لوگون کے لیے رہنما - اور ہدایت کے لیے کھلی نشانیان اور حق و باطل کو جدا کرنے والا - پس جو شخص تم مین سے اوس مہینہ کو (حالت صحت وحیات مین) پاوے تو چاہیے کہ اوسمین روزہ رکھے اور جو کوئی بیمار یا سفر مین ہو - تو وہ اور دنون مین گن کر روزہ رکھے خدا تمپر آسانی چاہتا ہے اور دشواری (تکلیف مالا یطاق) نہین چاہتا یہ اور دنون مین گن کر روزے رکھ لینے کا حکم اسلیئے فرمایا کہ تمھاری تعداد پوری ہو جاوے - اور تاکہ تم خدا کی عظمت و کبریائی کو یاد کرو اسپر کہ اوسنے تمھین دین کی راہ سمجھائے - اور تاکہ تم اوسپر خدا کا شکریہ ادا کرو "

(قد افلح من تزکّیٰ)

حسن زکوۃ

داد و دہش سے بڑھ کر کس شے مین حسن ہے جو کہ ہر مذہب اور ہر عقل سلیم کے نزدیک بہتر ہے - یون تو ہر صدقہ مناسب ہے لیکن ہمارے خیر اندیش خالق نے فقط اس غرض سے کہ ہر ادنی و اعلی درجہ مساوات پر رہے اور کسیکو کسیکے آگے ہاتھ پھیلانے اور سوال کرنیکی ضرورت نہ ہو - اسوجہ سے ہر مالدار کے مال مین ایک حق تعین فرمادیا جسکا دینا واجب سمجھا جاتا ہے - اور ہر مفلس و محتاج اوس مال سے منتفع ہو کر دوسرے سال کیواسطے پھر اوس رقم معینہ کا امیدوار رہتا ہے - اور بطور استحقاق کے اوس مقدار کو ہر متمول سے لے سکتے ہین - اور پھر خوبی یہ ہے کہ جو شخص دیندار نماز گذار متقی و ابرار ہو وہی اس مال سے متمتع ہو سکتا ہے - جب یہ قید لگا دی گئی ہے تو ضرور ہر شخص اپنے تقوی و صلاح کی

کوشش کریگا - ابتداءً لالچ سے - بعد مین عادی ہوتے ہوتے سچا اصلی پابند شریعت کا ہوجاویگا - اسی سے خدا فرماتا ہے " قد افلح من تذکّیٰ " ضرور وہ شخص جسنے زکوۃ دی فلاح دارین کا مستحق ہے دنیا مین نفع یہ ہے کہ ذات سے اوسکی برادران ایمانی منتفع ہوے اور جو لوگ شریعت کے پابند نہ تھے - وہ بھی اسکی وجہ سے پابند بنے - اور آخرت مین ثواب بیحساب کے مستحق ہوے -

زکوۃ ایک برادرانہ محبت کا مستحکم خیال ہے - امام رضا علیہ السلام سے ایک شخص نے سوال کیا کہ کس وجہ سے خدا نے مقدار زکوۃ کی ہزار مین پچیس مقرر فرمائی اور تیس قرار نہ دیے حضرت نے فرمایا یہ مقدار بقدر کفاف فقرا ء ہے اگر مالدار زکوۃ ادا کرین توکبھی کوئی محتاج نہ ہو -

اسقدر برادرانہ نسبت کے قائم رکھنے کے واسطے زکوۃ کی تاکید ہے کہ " بہا حقنوا دمائہم و بہا سمّوا مسلمین " حقن دم اور اطلاق اسلام زکوۃ دینے والی ہے پر ہے - یہ مقدار تو بقدر کفاف تھی - اب توسعہ کے واسطے مطلق صدقہ کو مستحب کیا اور ارشاد ہوا " فی اموالہم حق معلوم " یہ وہ مال ہے جو اغنیا ء اپنے مال سے قلیل و کثیر ہر دن یا ہر جمعہ یا ہر ماہ مین فقراء و مسکینون کو دین اور پھر فرمایا " واقرضوا اللہ قرضا حسنا " اگر تم دے ڈال نہین سکتے تو اوسوقت کی مصیبت کو اپنے بھائی کی ضرور دفع کرو اور قرض ہی دیکر کام نکالو بلکہ " والذین یصلون ما امر اللہ بہ ان یوصل " ہر حسن سلوک اور صلہ رحمی کو لازم قرار دیا برادرانہ خیال کو ویسا ہی اسلام مین قرار دیا ہے جیسے اپنے نفس کا انسان خیال کرتا ہے - اسلام کا سچا معتقد وہی ہے جو اپنے ہمسایہ والے کو بھوکا دیکھکر خود نہ کھاوے اور اوسکو کھلاوے -

تاکید وتنبیہ اس صدقہ - اور ایثار - اور حُسن سلوک - و برادرانہ محبت کی جسقدر اسلام میں ہے شاید کسی مذہب میں ہو - تاریخی واقعات اور مسلمانوں کی فیاضی وسیر چشمی "کالشمس فی رابعۃ النھار" ہے -

جس طرح سے طہارت جسمانی پانی سے ہوتی ہے اوسی طرح سے زکوۃ کو مُطہر مال قرار دیا ہے اس سے وہی روحانی نزرع مراد ہے جو انسان بذریعہ زکوۃ حاصل کرتا ہے جس سے مطلب یہ ہے کہ مال انسان پر اوسیوقت حلال ہے جبکہ اپنے بھائی کو بھی کھلا کر کھاوے ہمنے یہ بھی کہتے سُنا ہے کہ اسلام پر تنگدستی کا اعتراض ہوتا ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ مسلمان اسکے قایل ہین کہ خدا مسرفین کو دوست نہین رکھتا - اور جو لوگ زیادہ پانی لنڈھاتے اور اچھا کپڑا پہنتے اور تھوڑی تھوڑی بات کو اسراف کہتے وہ کیا کسی کو دیسکتے ہین - بلکہ خدانے انسان کو طبعاً تنگدل بنایا ہے - اگر داد دہش اچھی شے ہوتی تو خدا انسان کو طبعاً تنگدل پیدا نکرتا -

جواب اسکا یہ ہے کہ خدا کا انسان مین ایسا وصف رکھنا جو بظاہر قبح کی صورت مین نظر آتا ہے ایک کمال حکمت پر مبنی ہے - لیکن انسان اوسمین افراط و تفریط کر کے جادۂ اعتدال سے گذر کر ایک بُرائی کی صورت مین بنالیتا ہے - خدا نے انسان مین کوئی خاصہ یا کوئی وصف لغو و فضول اور حکمت کے بغیر نہین رکھا ہے خدانے انسان مین شہوت پیدا کی ہے اور طبعاً انسان مین قواے شہوانی رکھے ہین - ہر ایک انسان مین قوت سبعی (غصہ) بھی رکھی ہے جو بظاہر قبیح کی صورت مین نظر آتی ہین - مگر دراصل کمال حکمت پر مبنی اور اعلی اخلاق کی بنیاد ہین - قوت شہوانی کو اگر برمحل استعمال کیا جاوے تو اولاد صالح کے پیدا ہونے اور اعلی صفت عفت اور عصمت کے حاصل ہونے کا موجب ہے - اگر بےمحل

استعمال کیا جاوے تو۔ لواطہ۔ جلق۔ زنا وغیرہ وغیرہ اخلاق ذمیمہ کے پیدا ہونے کا موجب ہے
اگر انسان اپنی خود اختیاری سے قوت شہوانی کو بے محل استعمال کرے تو پیدا کرنے
والے کی ذات پر کوئی اعتراض نہین آسکتا۔ ایسا ہی قوت سبعی کو خدا نے انسان مین پیدا کیا
ہی تو وہ بھی اعلا اخلاق شجاعت وغیرہ پیدا ہونے کا محل ہے۔ لیکن اگر اوس سے بھی
بیجا طور پر کام لیا جاوے۔ تو غضب وغصہ بیجا قتل وسفک وایذا وغیرہ کے پیدا
ہونے کا موجب ہے پس بات یہ ہے کہ ہر خاصہ جو انسان مین خدا نے پیدا کیا ہی اور
بظاہر قبیح کی صورت مین نظر آتا ہے۔ دراصل کمال حکمت پر مبنی ہے۔ اور اخلاق فاضلہ
کے پیدا ہونے کا باعث ہے۔ لیکن انسان اوسمین افراط وتفریط کرکے بدی کا چشمہ بنا لیتا
ہی۔ انسان مین طبعاً ایک قسم کی تنگدلی کا ہونا اصل مین تو ایک اعلی وصف (کفایت شعاری)
کے پیدا ہونے کا موجب ہے۔ اگر انسان مین طبعاً تنگدلی کا وصف نہ ہوتا تو دنیا مین کوئی
شخص کفایت شعار نہ ہوسکتا۔ ہر شخص فضول خرچ مسرف بیجا اوڑانے والا ہوتا۔ خدا نے
انسان مین ایک قسم کی تنگدلی اور نگہداشت پیدا کرکے اوسکو کفایت شعاری کا منبع ٹھہرایا
ہی۔ اور ساتھ ہی خرچ کرنے خیرات وصدقات دینے لوگون کی بھلائی مین خرچ کرنے اور فیاضیان
ظاہر کرنے کا حکم دیکر اس وصف کو جادہ اعتدال پر لانیکا حکم دیا۔ جیسا کہ اوسنے فرمایا۔
ولا تجعل یدك مغلولة الی عنقك ولا تبسطها کل البسط فتقعد ملوما محسورا۔ تو نہ
تو اپنی ہاتھ کو اپنی گردن مین بندھا رکھ (کہ بالکل خرچ ہی نکر) اور نہ اوسکو بالکل کھول ہی دے
(دینے سب کا سب اوڑا دے) اگر ایسا کریگا تو لوگ تجھکو تنگدلی پر ملامت کرینگے۔ اور
سب خرچ کر دیگا تو پچھتاتا رہیگا۔ "واقصد فی مشیك" ہمیشہ اوسط درجہ کی راہ چل اور
اعتدال کے ساتھ خرچ کر۔ خدا نے گویا اس آیہ مین انسان کی طبعی خاصہ کی طرف اشارہ کرکے

تنبیہ کی ہے کہ انسان کو اپنے جذبات طبعی کا مغلوب نہین ہونا چاہیے بلکہ اپنے طبعی جذبات کو حکم الٰہی کے طابع کرنا چاہیے اور بیجا تنگدلی اور بخل سے اجتناب اور پرہیز کرنا چاہیے ۔

"و للہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ

سبیلا و من کفر فان اللہ غنی عن العالمین"

حج کا حسن عقلی

حج برادرانہ خیال کی نشو و نما کی بنیاد ہے ۔ موجودہ زمانہ مین ہر مسلمان سے یہ توقع کیجاتی ہو کہ وہ اپنی زندگی مین کم سے کم ایکمرتبہ سفر مکہ اختیار کرے ۔ ہمارے حضرت کا صریحی یہ خیال تھا کہ وہ اپنے معتقدین کو ملک کے جملہ اطراف سے سال مین ایک دفعہ بمقام واحد مجتمع کرین تا کہ وہ لوگ یکجا ہو کر عبادت کر سکین ۔ اور اوس رفعت زندگی مین باہمدگر تحریک حاصل کرین جو اونہون نے اختیار کر لیا تھا اور باہم ایک دوسرے سے بذریعہ ہمسفری محبت برادرانہ حاصل کرین نیک اخلاقون سے اخلاق نیک کی تحصیل کرین اور بداخلاقون کو اپنے اخلاق نیک کا حصہ دین سفر کے فوائد سے منتفع ہون ۔ مذہب اسلام مین اس حج کے ذریعہ سے گویا سیر و سیاحت کی تاکید کی گئی اور عجائبات قدرت کے مشاہدہ کرنے کی رغبت دلائی گئی ہو اس سفر حج مین علاوہ اخروی زندگی کے دنیاوی فوائد بھی بہت سے ہین جو کہ عام سفر مین حاصل ہوتے ہین ۔ جناب امیر کے وہ اشعار اکثر لوگون کو یاد ہونگے جنمین اونہون نے فرمایا ہو کہ ۔ اگر ناموری اور بزرگی تلاش کرنی ہے تو وطن مین سے پردیس کو نکل جاؤ اور سفر کرو ۔ کیونکہ سفر کرنے مین پانچ فوائد ہین ۔ رنج و ملال کافور ہوتا ہے، روزی حاصل ہوتی ہے، علم کو ترقی ہوتی ہے، اخلاق سدھرتے ہین، بزرگون کی صحبت نصیب ہوتی ہے ۔

اگر کوئی کہے کہ سفر مین ذلت و تکلیف ہے جنگلون کا طے کرنا اور مصیبتون کا جھیلنا ہے تو اوس سے

کہو کہ جوان آدمی کا حاسدون اور بدگویون کے مجمع مین ذلت کے ساتھ قیام سے مرجانا بہتر ہی
پس جن مسلمانون کو قدیم سے سیر و سیاحت کا چسکا تھا اونہون نے اسی سفر حج کی بدولت
بہت سے سفر کیے اور اچھے اچھے فوائد دنیاوی بہی حاصل کیے بہت سے مسلمانون نے
حج کے بہانہ سے حرمین کی زیارت سے فارغ ہو کر جدہر کو منہ اوٹھا یا دور تک نکل گئے۔ اور
آگے بہاتھ بہت دور دراز سفر کر کے بہت سے علمی اور اخلاقی اور مالی فوائد حاصل کیے
جسمانی صحت اور روحانی قوت ایمانی محبت کو اسی کے ذریعہ سے حاصل کیا اور چونکہ سفر
وحضر ہر حال مین خدا الہی کی یاد اوسی کا ذکر اوسکی عبادت ہمکو ہر وقت اور ہر حال مین چاہیے
لہذا اس سفر کو محض سفر عبادت قرار دیا کیونکہ انسان اکثر سفر بسبب سیاحت و تجارت وغیرہ
کے کرتا ہے یاد خدا مین ایک سفر قرار پایا جو کہ بمنزلہ زکوۃ سفر کے ہے۔ یا یون کہو کہ اغراض
دنیاوی سے جو سفر ہوتے ہین اونکا کفارہ ہے ـــــ
انسان گھر بیٹھے ہر طرح سے اطمینان کے ساتھ خدا کی پرستش کر سکتا ہے۔ سفر مین چونکہ
منتشر الحواس ہوتا ہے کوئی عبادت اطمینان قلب سے اس سے نہین ہو سکتی۔ شارع نے
ہمکو اس عبادت سفری پر مامور کر کے گویا ہمکو یہ بتا دیا کہ خدا کی عبادت جس طرح سے اطمینان
قلب کے ساتھ گھر بیٹھے ادا کرتے ہو اوسی طرح سے کہین جا کر بہی اوسکی عبادت مین تساہل
اور سہل انکاری نہ کیا کرو بلکہ اطمینان کے ساتھ سفر مین بھی اوسکی عبادت کرو۔
بلکہ اس عبادت مین یہ بھی حسن سمجہو کہ ہر مذہب کے اکثر یادگار اور معبد اور تیرتھ ہین اکثر
لوگ دور دراز سے سفر کی مصیبتین جھیل کر اون معبدون مین جاتے ہین اور اپنے اپنے
عقیدے کے موافق اوسمین عبادت کرتے ہین اور عبادت ایسے عنوان بد سے ہوتی ہے
کہ جسکے دیکھنے سے اوس مذہب کی رہی سہی وقعت بھی جاتی رہتی ہے اور بالکل پوچ دلچیر

معلوم ہونے لگتا ہے ہمارے بنی نے محض وقعت مذہبی اور حسن عبادت دکھانے کیواسطے
اس معبد مین پرستش کا حکم دیا اور کچھہ اصول وقواعد حسب تعلیم الٰہی اس عبادت کے معین
کر کے ہمکو اوسکا پابند بنایا۔ اگر اب بنظر انصاف غیر قومین اپنے معبدونمین پرستش کے کیفیت
کو ہماری اس پرستش کے مقابل مین کر کے دیکھین گے تو ضرور اس بدر درخشان سے اونکے
دل بھی منور ہونگے اور پرستار اس مذہب کے خود نظر امعان سے حقیقت کو اس عبادت
کی دیکھینگے تو اونکو بھی اپنے مذہب کی قدر و منزلت ہوگی ایمان واذعان مین اونکی ترقی ہوگی
اگر یہ سفری عبادت معین نہ ہوتی تو طریقہ عبادت ہمارا اکمل نہ ہوتا اسلیئے کہ بعض عبادات حضری
ہین یعنے ہمکو مکان ہی پر بجالانا اونکا سزاوار ہے مثلاً روزہ سفر مین ہم نہین رکھہ سکتے
اگر ہم دس روز سے کم کہین مقیم ہون اور مسافت بھی پوری ہو (یعنی شرعی) اور کثیر السفر بھی
نہ ہون۔ اور سفر حلال بھی ہو۔ پس چونکہ یہ عبادت حضری ہے لہذا ایک عبادت سفری بھی
ہونا چاہیئے تھی جو اپنے مکان پر ہمکو میسر نہ تھی۔ تاکہ طریقہ عبادت ہمارا اکمل ہو جاوے۔
اور یہ بھی منشا اس عبادت سے تھا کہ لوگ دور و دراز سے دوڑ کر اپنے معبود کی پرستش
اس خانہ محترم مین آکر کرین جس سے غیر قومون کو ذوق عبادت اور شوق عبادت مسلمانون
کا معلوم ہو۔ اور اپنے شوق عبادت کے اظہار کا موقع بھی مسلمانون کو ملجاوے۔ ایک دوسرے
پر سبقت کر کے اپنا اشتیاق وولولہ اور جوش قلبی دوسرے کو دکھاوے۔ اور دوسرا مسلمان اپنے
جوش قلبی کو اسپر ظاہر کرے۔ اور اظہار موجب ہو اس امر کا کہ جوش قلبی مین ترقی ہو اور ایک
دوسرے کو اپنے سے زیادہ عابد و شایق دیکھکر خود بھی اوس کمال کو حاصل کرنیکی کوشش
کرے۔ اور پھر اسمین ایک پہلو برائی کا جو نکلتا تھا (یعنے دکھلاوہ) اس قصد کو مذمت ریا و
سمع کر کے روکا اور یہ بتلا دیا گیا کہ جس عبادت کو تم اپنی کسی خواہش نفسانی سے کروگے اور

دکھلاؤ مقصود ہوگا وہ عبادت تمھاری مقبول نہ ہوگی۔ پس اس ممانعت سے وہ جوش وولولہ محض خدا ہی کی عبادت کے واسطے ہوگیا اور ریا وسمع بالکل برطرف ہوگیا۔

اور ساتھی اس سفر مکہ کے آنحضرت کا یہ بھی ضرور منشا تھا کہ جو لوگ اس خانہ محترم کی عبادت کو آوینگے بسبب قرب کے ہماری خدمت مین بھی حاضر ہونگے یا کعبہ مین ہم بھی حج کو جاوینگے اور وہین ان لوگون سے ملاقات ہوگی ہم ہونگے تو ہماری اولاد وعترت اور اوصیاء واصحاب وتابعین سے ملاقات ہوگی۔ پس حجاج ان حضرات کی فیض صحبت سے مشرف ہونگے افعال واخلاق اپنے درست کرینگے جو کچھ پوچھنا پوچھنا ہوگا وہ پوچھ گچھ لینگے اس یادگار اسلامی کو دیکھکر وہ پرجوش باتین یاد کرینگے جو کار نمایاں ہاتھ سے بانیان اسلام کے ہوے ہین اور خود بھی جوش مذہبی پیدا کرینگے۔

(تعین ارکان)

چونکہ انسان طبعا متلوّن مزاج ہے۔ اور میلان طبعی ایجاد واختراع کا ہے ہر امر مین کچھ نہ کچھ ایجادین کرتا رہتا ہے۔ پس اگر فرائض وارکان حج معین نہ کردیے جاتے تو نہین معلوم ہر شخص اپنی طبیعت کی پابندی سے۔ اس معبد بزرگ مین پہونچکر کیا کیا ایجادین کرتا اور ان امور کے ظہور کی اس سے امید تھی۔ جو کہ خلاف مذہب وملت ہوتے۔ ممکن ہے کہ یہ بھی اپنی خواہش کے موافق ویسی ہی عبادت کرنے لگتا۔ جیسے اور قومین اپنے معبودون کی پرستش کرتے ہین۔ مثلاً عیسائی گرجا مین صلیب بناتے ہین بت پرست اپنے معبودون کی صورتین بناکر نصب کرتے ہین۔

اسی طرح سے جاہل قوم عرب کی نہین معلوم کیا کیا اختراع کرتے۔ اسیوجہ سے شارع نے طریقہ تعظیم خانہ کعبہ بتادیا اور طریقہ عبادت کے معین کردیئے گئے جسکی وجہ سے یہ ادن سب

معلوم ہونے لگتا ہے ہمارے نبی نے محض وقعت مذہبی اور حسن عبادت دکھانے کیواسطے
اس معبد مین پرستش کا حکم دیا اور کچھ اصول و قواعد حسب تعلیم الٰہی اس عبادت کے معین
کرکے ہمکو اوسکا پابند بنایا۔ اگر اب بنظر انصاف غیر قومین اپنے معبدونمین پرستش کے کیفیت
کو ہماری اس پرستش کے مقابل مین کرکے دیکھین گے تو ضرور اس بدر درخشان سے اونکے
دل بھی منور ہونگے اور پرستار اس مذہب کے خود نظر تعمق سے حقیقت کو اس عبادت
کی دیکھینگے تو اونکو بھی اپنے مذہب کی قدر و منزلت ہوگی ایمان و اذعان مین اونکی ترقی ہوگی
اگر یہ سفری عبادت معین نہ ہوتی تو طریقہ عبادت ہمارا اکمل نہ ہوتا اسلیئے کہ بعض عبادات حضری
ہین یعنے ہمکو مکان ہی پر بجالانا اونکا سزاوار ہے مثلاً روزہ سفر مین ہم نہین رکھ سکتے
اگر ہم دس روز سے کم کہین مقیم ہون اور مسافت بھی پوری ہو (یعنے شرعی) اور کثیر السفر بھی
نہ ہون۔ اور سفر حلال بھی ہو۔ پس چونکہ یہ عبادت حضری ہے لہذا ایک عبادت سفری بھی
ہونا چاہیئے تھی جو اپنے مکان پر ہمکو میسر نہ تھی۔ تاکہ طریقہ عبادت ہمارا اکمل ہوجاوے۔
اور یہ بھی منشا، اس عبادت سے تھا کہ لوگ دور و دراز سے دوڑکر اپنے معبود کی پرستش
اس خانہ محترم مین آکر کرین جس سے غیر قومون کو ذوق عبادت اور شوق عبادت مسلمانون
کا معلوم ہو۔ اور اپنے شوق عبادت کے اظہار کا موقع بھی مسلمانون کو ملجاوے۔ ایک دوسرے
پہ سبقت کرکے اپنا اشتیاق و ولولہ اور جوش قلبی دوسرے کو دکھاوے۔ اور دوسرا مسلمان اپنے
جوش قلبی کو اسپر ظاہر کرے۔ اور اظہار موجب ہو اس امر کا کہ جوش قلبی مین ترقی ہو اور ایک
دوسرے کو اپنے سے زیادہ عابد و شایق دیکھکر خود بھی اوس کمال کو حاصل کرنیکی کوشش
کرے۔ اور پھر اسمین ایک پہلو برائی کا جو نکلتا تھا (یعنے دکھلاوا) اس قصد کو مذمت ریا و
سُمع کرکے روکا اور یہ بتلادیا گیا کہ جس عبادت کو تم اپنی کسی خواہش نفسانی سے کروگے اور

دکھلاؤ مقصود ہوگا وہ عبادت تمھاری مقبول نہ ہوگی۔پس اس ممانعت سے وہ جوش وولولہ محض خدا ہی کی عبادت کے واسطے ہوگیا اور ریا وسمع بالکل برطرف ہوگیا۔

اور ساتھی اس سفر مکہ کے آنحضرت کا یہ بھی ضرور منشا تھا کہ جو لوگ اس خانہ محترم کی عبادت کو آوینگے بسبب قرب کے ہماری خدمت مین بھی حاضر ہونگے یا کعبہ مین ہم بھی حج کو جاوینگے اور وہین ان لوگون سے ملاقات ہوگی ہم نہونگے تو ہماری اولاد وعترت اوس اوصیا، واصحاب وتابعین سے ملاقات ہوگی۔پس حجاج ان حضرات کی فیض صحبت سے مشرف ہونگے افعال واخلاق اپنے درست کرلینگے جو کچھہ پوچھنا ہوگا وہ پوچھ کچھ لینگے اس یادگار اسلامی کو دیکھکر وہ پرجوش باتین یاد کرینگے جو کارنمایان ہاتھ سے بانیان اسلام کے ہوے ہین اور خود بھی جوش مذہبی پیدا کرینگے۔

(تعین ارکان)

چونکہ انسان طبعاً متلون مزاج ہے۔اور میلان طبعی ایجاد واختراع کا ہے ہر امر مین کچھہ نہ کچھہ ایجادین کرتا رہتا ہے۔پس اگر فرایض وارکان حج معین نہ کردیے جاتے تو نہین معلوم ہر شخص اپنی طبیعت کی پابندی سے۔اس معبد بزرگ مین پہونچکر کیا کیا ایجادین کرتا اور اون امور کے ظہور کی اس سے امید تھی۔جو کہ خلاف مذہب وملت ہوتے۔ممکن ہی کہ یہ بھی اپنی خواہش کے موافق ویسی ہی عبادت کرنے لگتا۔جیسے اور قومین اپنے معبودون کی پرستش کرتے ہین۔مثلاً عیسائی گرجا مین صلیب بناتے ہین بت پرست اپنے معبودون کی صورتین بناکر نصب کرتے ہین۔

اسی طرحسے جاہل قوم عرب کی نہین معلوم کیا کیا اختراع کرتے۔اسیوجہ سے شارع نے طریقہ تعظیم خانہ کعبہ بنادیا اور طریقہ عبادت کے معین کردیئے گئے جسکی وجہ سے یہ اون سب

مہمل ولغو باتون سے بچ گیا اور سچی حقانیت کے ساتھ اوس سے خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت کرنے لگا۔

(حقیقت حج)

حج زیارت ہے اوس خانہ محترم کی۔ جوکہ مید راسلام و بنائے حضرت آدم وحضرت ابراہیمؑ وحضرت اسمعیل علیہم السلام ہے اور یادگار اسلامی ہے۔ پس جو کچھ اس خانہ محترم مین حضرت آدمؑ سے تا حضرت خاتمؐ وقوع مین آیا ہے اونہین امور کے بجالانے کا ہمکو حکم ہوا ہے۔ اور تقلید و پیروی کا ان انبیاء اولوالعزم کے نام حج ہے ہم حج مین وہی افعال وارکان بجالاتے ہین جو ان انبیاء وصدیقین سے ظہور مین آتے تھے اور اسی کا نام حج رکھا گیا ہے۔

اور فائدہ ان ارکان کے بجالانے مین علاوہ فوائد تقلید کے جو مذکور ہوے یہ ہے جوکہ خانہ کعبہ یادگار اسلامی ہے پس جو کچھ اس خانہ محترم مین انبیاء کے ہاتھ سے ہوا ہے وہ افعال سے بندون کے ظاہر ہوتا رہے اور حجاج نسلا بعد نسل اور طبقہ بعد طبقہ ہر زمانہ مین ویسے ہی افعال بجالاوین تاکہ وہ واقعات ہر شخص کو یاد رہین۔ اور حجاج متخلق باخلاق اللہ وباخلاق الانبیاء ہوجاوین۔ عقلا بھی بہت بڑا حسن ہے اس بات مین کہ جو مکان جس واسطے بنایا ہو اور اوسمین خدا کے خاص خاص ملہم بندون سے جو افعال سرزد ہوے ہون وہی افعال ہم بھی بجالاوین اور تاسی کرین اون انبیاء کی اور ہمارے افعال زندہ تاریخ ہون سیرت انبیا کی۔

اللہ اللہ کیسا حسن ہے اس حج مین کہ ہر زمانہ مین جس نبی سے جو کار نمایان اس مقام پر ہوا ہے اوسکی نقل کرکے حاجی (من تشبہ بقوم فھو منھم) مین داخل ہوجاتا ہے

(تلبیات) کا اسوجہ سے حکم ہے کہ حاجی جب احرام کرتا ہے : تو خداوند کریم ندا فرماتا ہے "عبادی وامائی لاحرمنکم علی النار کما حرمتم" اے بندون اور کنیزون میرے تمہر ہینے آتش دوزخ کو حرام کیا ہے جس طرحسے تمنے ہماری خوشی کے واسطے احرام باندھا ہے اور اپنے اوپر اون چیزون کو جو تمہارے واسطے عرصہ سے مباح تہین ہماری شوق عبادت مین تمنے حرام کرلیا۔ پس اس نداے غیبی کا جواب حاجی دیتا ہے" لبیك اللھم لبیك لبیك لاشریك لك لبیك ان الحمد والنعمۃ لك والملك لاشریك لك لبیك" مقصود حاجی کا یہ ہوتا ہے کہ خدا ہی کی مدد اور اوسکی توفیق سے ہم اوسکے خانہ محترم کی عبادت کرنے جاتے ہین پس گویا اوسکے حکم طلب کی لبیک کہتے ہین۔

(سعی صفا ومروہ) کے درمیان مین۔ اسوجہ سے ہوی کہ حضرت ابراہیمؑ کو شیطان دکھائی دیا تھا۔ پس حضرت ابراہیم صفا سے مروا کی طرف مقابلہ شیطان کے واسطے تشریف لیگئے تھے۔ پس حاجی تشبیہ کرتا ہے اس فعل مین حضرت ابراہیمؑ خلیل کا اور مقابلہ شیطان کے واسطے مثل خلیل الرحمٰن آمادہ ہوکر سعی کرتا ہے صفا ومروہ مین اور اپنی ہوا وہوس نفسانی سے جہاد کرکے غالب آتا ہے نفس کسی کرکے شیطان کو مغلوب بنانا چاہتا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کے اس تاریخی واقعہ کا پتہ اپنے اس فعل سے دیتا ہے۔

(منیٰ) مین چونکہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے فرزند اسمعیل کے ذبح کرنے کی تمنا کی تھی اور خوشنودی خدا پر اس غم اولاد کو بطیب خاطر گوارا کرلیا تھا اور عوض حضرت اسمعیلؑ دنبہ ذبح ہوا جو فدیہ حضرت اسمعیل تھا اونکے اس تاریخی واقعہ کی شہادت حجاج قربانی سے دیتے ہین اور منی مین دنبہ ذبح کرکے یادگار ابراہیمیؑ کو قایم کرتے ہین اور اوسی گوشت کو مساکین پر تقسیم کرکے ہمدردی قومی اور اتفاق باہمی پیدا کرتے ہین

(رمی الجمرات) مین بھی تاسّی ہے حضرت ابراہیم کی شیطان پر حضرت ابراہیمؑ نے پتھر مارے تھے اسی مقام پر۔ پس حاجی بھی اوسی طرحسے سنگریزہ مارتا ہے۔ اور مقصود اس سے یہ ہوتا ہے کہ مین بھی مقابلہ شیطان کو موجود ہون اور خواہشہاے نفسانی کو اسیطرحسے دور کرتا ہون اور دل کو اپنے اسی طرحسے مارتا ہون جیسا حضرت ابراہیمؑ نے کیا تھا۔

(مشعر الحرام) مین ٹھہرنا اسوجہ سے واجب ہے کہ خانہ کعبہ خدا نے گھر عبادت کا بنایا ہی اگر ہر شخص بلیغر اور ردّانہ اس خانہ محترم مین گھس جاتا تو خلاف آداب وتعظیم ہوتا۔ اب کمال ادب وتعظیم کے ساتھ زایر اس حرم مین جاتا ہے مشعر جو کہ بمنزلہ دروازہ کے ہے پہلے اوسپر ٹھہر کر تضرع وزاری درگاہ باری مین کرتا ہے اور اذن دخول حاصل کرکے دوسرے دروازہ پر جو مزدلفہ ہے جاکر پھر تضرع وزاری کرتا ہے اپنے گناہون سے شرم کرتا ہی اور یہ خیال ہوتا ہے کہ مین بندہ گناہگار کیونکر سے یکایک دربار خداوندی مین چلا جاؤن پس اعتراف واقرار گناہونکا کرکے توبہ کرتا ہے اور وہین ٹھہرا رہتا ہے۔ جب گناہون سے پاک وصاف ہولیتا ہے اوسوقت داخل کعبہ ہوتا ہے۔

(استقبال رکن یمانی) جسمین حجر اسود ہے اسوجہ سے لازم ہے کہ جب حضرت آدمؑ نے صفا سے نظر کی اس جانب اور حجر اسود کو اس رکن مین نصب کیا تو تکبیر وتہلیل وتمجید خداے مجید کی۔ پس ذریت بھی اونکی استقبال رکن یمانی کرتی ہے اور تکبیر وتمجید خداے مجید بجالاتے ہین۔

(طواف کعبہ) اسوجہ سے کرتے ہین کہ حضرت آدم جب دنیا مین تشریف لائے اور حضرت حوا سے ملاقات نہوی تو فراق حضرت حوا مین طواف کعبہ کرتی رہی جسکے بعد حضرت حوا سے ملاقات ہوی۔ پس یہ طواف النسا تھا اور حضرت نوحؑ کی کشتی جب اس مقام پر

پہونچی تو ازخود سات مرتبہ گرد کعبہ گھومی اور سات مرتبہ صفا و مروہ مین آئی گئی پھر کوہ جودی پر جاکر ساکن ہوی۔ اسی وجہ سے سات شوط طواف کعبہ فرض ہوا تاکہ واقعہ حضرت آدمؑ و نوحؑ یاد رہے اور عذاب خدا سے انسان ڈر کر توبہ و انابت کرے۔

(حلق راس) حضرت آدمؑ کا جبرئیل امین نے سر مونڈا تھا ہمکو بھی سر منڈانے کا حکم ہوا تاکہ اس واقعہ جلیل کی یادگار رہے۔

(مقام ابراہیمؑ) پر دو رکعت نماز کی پڑھتے ہین بسبب بزرگی اوس مقام کے اور شکر خدا ادا کرتے ہین کہ ہم مقام ابراہیم۔ جو مقام خلیل خدا ہے اوس تک پہونچ گئے۔

(بعد ادائے ارکان حج مکہ معظمہ مین قیام نہین کرتے) اسواسطے کہ رسول خداؐ نے ممانعت فرمائی ہے اور باعث قساوت قلب قرار دیا ہے۔ یہ امر ظاہر ہے کہ وہ مقام مقام عبادت و تعظیم ہے نہ مقام قیام و سکون اگر ہم مکہ معظمہ مین قیام کرینگے تو عظمت کعبہ کم ہوگی مثل اور مقامات کے اس مقام محترم مین بھی ارتکاب جرائم ہوگا جو خلاف عظمت و احترام ہے۔ علاوہ اسکے یہ ظاہر ہے کہ حجاج کس ذوق شوق سے حج کو جاتے ہین اور جب زیادہ قیام نہین کرسکتے اور واپس ہوتے ہین تو اشتیاق کم نہین ہوتا بلکہ آتش شوق اور بھی بھڑک جاتی ہے۔

(ایام تشریق) مین جو لوگ منا مین ہین اونکو روزہ نہ چاہیے اسواسطے کہ حاجی مہمان خدا ہوتا ہے اور مہمان کو روزہ رکھنا چاہیے جسوقت کہ وہ کسیکا مدعو ہو۔

اور جب حضرت ابراہیمؑ و حضرت اسمعیلؑ تعمیر کعبہ سے فارغ ہوے اور دنبہ ذبح کرکے عربون کی دعوت کی اور آب زمزم سے سیراب کیا پس پانی زمزم کا خشک ہوگیا سب نے حضرت ابراہیم سے شکایت کی کمی آب کی پس وحی ہوی حضرت ابراہیمؑ کو کہ وہ کنوان کھودین

حکم الٰہی سُنکر حضرت ابراہیمؑ و حضرت اسمٰعیلؑ و حضرت جبرئیلؑ نے چاہ زمزم کھودا اور اوس سے کافی پانی پیدا ہوا حضرت جبرئیل نے عرض کی کہ اے خلیل خدا پیجیئے پانی اور اپنے فرزندون کو پلائیے اور اس پانی کے واسطے خدا سے برکت طلب کیجیے خدا نے آپ کو اور اسمٰعیلؑ اور اونکے فرزندون کو یہ پانی عطا کیا ہے۔ پس جس پانی کے واسطے دوست خدا اور ذبیح اللہ برکت طلب کرین کیون نہ حجاج اوس آب طاہر و مطہر کو متبرک و باعث شفا نہ سمجھین۔

اب فرمائیے جبکہ اس عبادت (یعنے حج) کا یہ اصول قرار پایا کہ انبیاء و رسولان برحق پر جو کچھ اس خانۂ محترم مین گذرا ہے اوسیکے بجالانے کی ہم بھی کوشش کرتے ہین تو کیا خاصان خدا اور اوسکے نیک بندون کی تاسی و تقلید کرنا ایک اچھی بات نہین ہے اور یہ حج ہمارا اوس یادگار اسلامی کی زندہ تاریخ نہین ہے۔

اسلام مین زمانہ سابق سے اسوقت تک جو کچھ ہوا ہے وہ سب افعال سے حجاج کے ظاہر ہوتا رہتا ہے۔ کیا وہ طریقہ جو اور قومون مین رائج تھے وہ مقابل ہمارے اس الہامی طریقون سے بہتر تھے۔

زمانہ سابق مین یہود قربانیون کو آگ مین جلاتے اور اونپر شراب چھڑکتے تھے یہ کیسا نامرطوط طریقہ تھا۔ کیا گوشت کا جلانا اور اوسپر شراب چھڑکنا یہ طبّاً مانع صفائی ہوا نہین ہے گوشت کے جلنے کی چراہند سے تمام ہوا متعفن ہو کر امراض کے حدوث کا باعث ہوتی ہے۔

اگر انصاف سے دیکھو تو ملت ابراہیمیؑ کی پابندی جیسے اس تیسری شاخ (اسلام) خصوصاً حج مین ہے کل وہ ارکان و عبادات حاجی بجالاتا ہے جو حضرت خلیلؑ سے ظہور مین آئے تھے۔

تومنون باللہ و رسولہ و تجاھدون فی سبیل اللہ

باموالھم و انفسکم ذلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون

(حُسن جہاد)

عیسائیون کی یہ ایک معمولی بات ہے کہ اسلام کو تلوار کا مذہب کہتے ہین جو نفسانیت کے متعلق ہے جہانتک مین یقین کرتا ہون اسلام کو بمقابلہ عیسائیون کے کوئی وجہ شرمندگی کی نہین ہے کیونکہ مسلمانون کا دامن عیسائیون کے دامن سے زیادہ خون آلودہ نہین ہے جسنے کبھی تاریخ "انگلو برٹش اینڈ کروسیڈ" پڑہی ہے جبوقت عیسائی "جیرو سلیم" مین داخل ہوے تھے تو اونہون نے کمسن لڑکون کے دماغ پاش پاش کردیے بچون کو فصیلون پر پٹک دیا۔ جس عورت کو گرفتار کیا اوسکی عصمت مین خلل اندازی کی۔ آدمیون کو آگ پر رکھکر کباب بنایا۔ بعض کو اس خیال سے چیر ڈالا کہ اونہون نے شاید سونا کھالیا ہو۔ یہودیون کو اونکے عبادت خانون مین لیجاکر جلادیا مرد عورت بچے ملاکر تخمیناً ستر ہزار آدمی بیرحمی سے ذبح کیے گئے۔ یہ بیان اسلامی مورخین کا نہین بلکہ مسیحی مورخین کا ہے۔

جس زمانہ مین انگلستان کا شیر دل بادشاہ "رچرڈ" علیل ہوا سلطان صلاح الدین نے اوسکے واسطے برف اونٹون پر بار کرکے بہیجی تاکہ جس حرارت سے اوسکی جان معرض ہلاکت مین ہے اوسمین تسکین ہو۔ "رچرڈ" سلطان کا جانی دشمن تھا لیکن جب اوسنے سنا کہ "رچرڈ" بشدت علیل ہے اوسکی دشمنی کو بالکل فراموش کردیا اور ایسا برتاؤ کیا جو ایک بہادر سپاہی دوسرے سپاہی سے کرتا ہے۔

جب ہمارے نبی مکرمؐ بعد فتح مکہ اوس شہر مین داخل ہوے تو کسی مرد و عورت لڑکے کو نہ قتل کیا اور نہ بدسلوکی کی اور نہ کوئی مکان غارت کیا گیا تہا اور وہان کے باشندون نے بڑی بیرحمی سے انپر جبر و ظلم کیا تہا۔ اونہون نے موقع پاکر انتقام کیون نہ لیا۔ اونکے دلمین بغض و انتقام کا ایک ذرا بہی خیال نہ تہا وہ جناب پیغمبر تھے "رحمت و راستبازی

وانصاف کو عزیز رکھتے تھے۔

کیا حلیم ومنکسرالنفس مسیح کی ہدایت اورطرز سے عیسائیون کو پوری اجازت حاصل تھی کہ وہ جاکراون لوگون کو قتل کرین جنکے عقائد ہمسے نہ تھے۔ آنحضرت نے نہ اس امر کی تعلیم وہدایت کی اور نہ پسند کیا کہ اشاعت اسلام بذریعہ تلوار کیجاوے بلکہ اونھون نے نہایت سختی سے ظلم وتعدی وقتل کی ممانعت کی۔

مین تمسے سچ واقعات بیان کرتا ہون جنکی صداقت ایسے ایماندار اور غیر متعصب شخص سے ہوسکتی ہے جو بلا طرفداری ان معاملات مین تحقیق کی تکلیف گوارا کرے۔

مذہب اسلام پر یہ اعتراض عاید کیا جاتا ہے کہ مسلمانون مین تحمل نہین ہے۔ ایک عیسائی مندرجہ ذیل عبارت "چمبرس انسائیکلوپیڈیا" مین رقم طراز ہے اسپین مین اسلامی حکومت کا یہ ایک یادگار واقعہ قابل تذکرہ ہے جسکے سبب سے تازمانہ موجودہ اوس ملک کے معاصرین وموخرین حکمرانون کے ساتھ اونکی مطابقت عمدگی سے ہوتی ہے اور یہ اونکا مذہبی معاملات مین عموماً تحمل ہے"

یہ لکھنے والا عیسائی ہے اور اوسکے اوپر اسلام کی طرفداری کا الزام لگانا مشکل ہے دگاڈفری ہنگس، اونیسوین صدی کا عیسائی ہے اور وہ بھی حسب ذیل عبارت لکھتا ہے "عیسائیون مین اس سے زیادہ کوئی عام بات نہین ہے کہ وہ اسلام پر تعصب ومذہبی حرارت افزا اعتقاد ومکر کا الزام عاید کرتے ہین لیکن وہ کون لوگ ہین۔ جنھون نے اسپین سے قوم مارسکو کو اسوجہ سے نکالدیا کہ وہ لوگ عیسائی نہین ہوے اور وہ کون تھے جنھون نے "مکسکو" اور (پیرو) کے لاکھون لوگون کو قتل کیا اور غلام بنایا اس سبب سے کہ وہ عیسائی نہ تھے اور مسلمانون نے یونان مین کیا کیا ستعہ وصدی تک عیسائیون کو

اونکے مملوکات پر یہ اطمینان قابض رہنے دیا۔ اونکے مذہب۔ پیشوایان مذہب، واعظین ومجتہدین سے کچھہ تعرض نہ کیا۔ اور یونان وٹرکی مین جو جنگ ہوئی تہی وہ اوس سے زیادہ مذہبی نہ تھے جو انگریزون اور ڈمرارا کے حبشیون سے ہوئی تھی خلفانے بھی جب فتح حاصل کی تو اگر ملک مفتوحہ کے باشندون نے مذہب اسلام قبول کیا تو وہ قوم فاتح کے ساتھ درجہ مساوات مین شامل ہوگئی۔

ایک فاضل لیکن منکر مذہب اسلام ہے۔ سارا سن کے متعلق کہتا ہے کہ "اُنہون نے کسی شخص پر جبر وظلم نہین کیا یہودی اور عیسائی آپس مین خوشی وخرمی کے ساتھ رہتے تھے" ہگلس "کا بیان ہے کہ تاریخ خلفا مین کوئی ایسا واقعہ نہین ملتا جو بدنامی مین "انکویزیشن" کی رسوائی کے نصف بھی ہو کیونکہ ایسے ایک ہی مثال کہین مندرج نہین ہے کہ کوئی شخص اپنے مذہبی خیالات کے سبب جلایا گیا ہو یا اوس امن کے زمانہ مین اسوجہ سے قتل کیا گیا ہو کہ اوسنے دین اسلام نہین قبول کیا جزایر فلیپین جہان کی آبادی سات ملین ہے اور جو تین سو برس سے عیسائی اسپین کی حکومت مین ہے جا کر بجز طریقہ رومن کیتھلک کے کسی دوسرے طریق مذہب کی ہدایت کرو تو دیکھو کہ تمھارے ساتھ کیا واقعہ پیش آتا ہے۔ روے زمین پر کوئی اسلامی ملک ایسا نہین ہے جو مسیحی واعظین کے داخل ہونے سے انکار کیا کرے یا اونکی محافظت مین پہلوتہی کرے۔

ایکمرتبہ لندن کے دو شخص جزایر فلیپین کے دارالسلطنت منیلا مین انجیل بیچنے کے واسطے گئے تھے ایک شخص تو پہونچنے کے تین ہفتہ بعد مرگیا جسکی نسبت بعض مفسدین نے

---

* بارھوین صدی رومن کیتھلک چرچ نے ایک ایسا محکمہ قائم کیا جس مین بعد تحقیقات اون لوگون کو سخت سزائین دیجاتی تہین جو فرقہ رومن کیتھلک کے مخالف ہوتے تھے ۱۲

کہاکہ رومن کیتھلک واعظین کے اغوا سے اوسکو زہر دیا گیا اور دوسرا شخص گرفتار کر کے اسی جرم مین قید کیا گیا کہ وہ ملکی مذہب کے خلاف وعظ کہتا تہا اور بعد مین گورنمنٹ اسپین کے حکم سے سنگاپور بہیدیا گیا۔ چین سے بدہ مذہب کے ساتھ واعظین اپنے ملک والون کی تحریک سے منیلا مین اس خیال سے گئے کہ اونکو بدہ مذہب کی اشاعت کی اجازت ملجاوے لیکن وہ لوگ گرفتار کیے گئے اور جرمانے ہوے اور چین کو واپس کردیے گئے۔

اب اس مقام پر یہ بہی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ بائبل کی کسیقدر خونریزیان بہی بیان کیجاوین تاکہ انصاف کے ساتھ موازنہ کرنے کا موقع ملے۔

(پیدایش ۳۴ ب ۲۵) مین دیکہو کس فریب اور دہوکے سے (سکم) اور (حمور) اور اونکے شہر والے بنی اسرائیل کے ہاتھ سے قتل ہوے (دیکہو گنتی ۳۱ ب) اونہون نے مدیانون سے لڑائی کی جیسا خداوند نے موسیٰ کو فرمایا۔ اور سارے مردون کو قتل کیا (آدمی) اور (رحم) اور (صور) اور (حور) اور (رابع) کو جو مدیانون سے پانچ بادشاہ تہے جان سے مارا۔۔ مدیان کی عورتون اور بچون کو اسیر کیا۔ مویشی و مال واسباب کو لوٹا۔ شہرون اور قلعون کو پہونک دیا۔ موسیٰ اونپر اسلیے خفا ہوے کہ عورتون کو کیون جیتا چہوڑا۔ حالانکہ یہ لوگ گناہ کا باعث نہین۔ کل باب دیکہنا چاہیے (گنتی ۳۳-۵۵) پہر اگر تم زمین کے باشندون کو اپنے آگے سے دفع نہ کروگے تو یون ہوگا کہ جنہین تم رہنے دوگے تمہاری آنکہون مین خار ہونگے اور کانٹون کے مانند تمہارے پہلوؤن پر چہبین گے۔

(استثنا ۲ ب ۳۴) اور ہمنے اوسیوقت اوسکے سب شہر لئے وہان ایک شہر بہی نہ رہا جو ہمنے اونسے نہ لے لیا ہو ساتھ شہر اور (حوب) کا سارا ملک (۳ ب ۶) مردون عورتون اور بچون کو جرم کیا۔

(استثنا ۱۲ ب ۲ و ۳) اونکے بتون کو توڑ ڈالیو گنے باغون مین آگ لگائیو اونکے معبودون
کے گھڑی ہوی مورتون کو چکناچور کیجیو۔

(استثنا ب ۲) مین خدا فرماتا ہے کہ زیادہ طاقت اور اسباب والے دشمنون سے مت
ڈرو تمہارا خدا تمہارے ساتھ ہے وہ تمہاری طرف سے دشمنون کے ساتھ لڑیگا اور تمہین
بچاویگا۔ اگر دشمن اپنا ملک آپ حوالہ نہ کردے تو اوسکا محاصرہ کرو اور جب وہ ملک قبضہ مین
آجاوے تو وہان کے ہر ایک مرد کو قتل کرو مگر عورتون لڑکون مواشی کو اور جو کچھہ اوس
شہر مین ہے اوسکا سارا لوٹ اپنے لیے اور وہ لوٹ کا مال کھاؤ اور مقبوضہ شہرون مین
کسی سانس لینے والی چیز کو جیتا مت چھوڑو تاکہ اوسکا مکروہ کام تم مین اثر نہ کرے۔

(استثنا ۷ ب ۱) الٰہی فرشتہ یسوع کا لشکر ہو کر آیا۔ تب اوسنے تمام لوگون کو جو شہر
مین تھے کیا مرد کیا عورت کیا جوان کیا بوڑھا۔ کیا بیل کیا بھیڑ اور گدھا۔ سبکو ایک لخت
ہلاک کیا۔ تہ تیغ کیا۔ حرم کیا۔

(یشوع ۶ ب ۲۴) سب کچھہ پھونک دیا۔ مگر سونا۔ اور روپا۔

(یشوع ۷ ب ۵) مجرم آدمیون کا جلایا جانا۔

(یشوع ۷ ب ۲۵ – ۸ ب ۲۲ – ۲۹ + ۱۰ ب ۲۴) سنگسار کرکے جلانا۔ اور پھر اوسپر پتھراؤ
کرنا۔ بادشاہون کو فنا کرنا۔ بلکہ خدا کے حکم سے کوئی ذی روح باقی نہ رکھنا ایک بادشاہ
بھاگ کر یائیل کے خیمہ مین آیا اوسنے فریب سے اوسکے سر مین میخ گاڑدی۔

(قاضی ۴ ب ۲۱ + ۵ ب ۲۴) اس وحشیانہ حرکت سے مبارک ٹھہری (قاضی ۵ ب ۲۰)
داؤد نے کنواریون کو سپاہیون کے لیے رکھا (قاضی ۹ ب ۴۹) سکم کے برج مین آگ
لگا کر لوگون کو جلادیا (قاضی ۸ ب ۱۶) سپاہ کو روٹی نہ دینے سے بیشمار لوگ قتل کیے گئے۔

(۲ سموئیل ۲ ب ۳۱) داؤد نے ربہ کے بادشاہ کا تاج اوتار اپنے سر پر رکھا لوگون کو آرون اور کلہاڑون اور لوہے کی گاڑیون کے نیچے کیا اور اینٹون کے جلنے بجاوے مین جلا دیا ۱ا تاریخ ب ۲۰) ۲ سلاطین ب ۱۱ ۱) انہونے اخی ابکے سارے گھرانے کو بالکل نابود کیا۔ (۲ سلاطین ب ۱۵ ۱۶) مناحم نے تمام حاملہ عورتون کے پیٹ پھاڑ والے۔ (سلاطین ب ۲۳ ۱۴) قبرون سے ہڈیان منگواکر الٰہی حکم سے جلائین ہائے ستم جس مذہب مین یہ ظلم اور یہ غضب الٰہی ہو اور اوس مذہب کا بانی بھی کہے کہ مین دنیا مین صلح کروانی نہین بلکہ تلوار چلانے آیا ہون (انجیل متی) اور جسکے پاس تلوار نہو کپڑے بیچ کر بہم پہونچاوین۔

کیا اوس مذہب کا کوئی آدمی اسلامی جہاد پر اعتراض کرسکتا ہے جو نہایت ہی اعتدال و انصاف پر مبنی ہے اور بالکل قانون قدرت کے موافق ہے جو رحمۃ للعالمین بلال سے فقط اتنی سی بات سے ناخوش ہوکر تو قیدیون کو مقتل سے کیون لیکر آیا تیرا قصی القلب ہو کوئی بھی عورتون کو مقتل سے لیکر آتا ہے۔ پس جس مذہب مین ایسے جابرانہ برتاؤ ہون وہ کیا منہ لیکر کسی پر اعتراض کرے درانحالیکہ یہ نہایت اعتدال اور انصاف پر مبنی اور بالکل قانون قدرت کے مطابق ہے۔

جو لوگ کہتے ہین کہ بیبل مین انبیاے سابقہ کی یہ دنیاوی جنگ تہی وہ لوگ بالکل غلطی کررہے ہین۔ دنیاوی جنگون کو کتاب الٰہی مین ذکر کرنے سے کیا کام جب تک اونکے ساتھ دینی تعلق نہو کیا اگر یہ دینی جنگ نہ تہی تو بالکل فضول تہی جنکا ذکر خواہ نخواہ کتاب ربانی مین کیا کیا اگر یہ جنگ ان قومون کے گناہون کی سزا تہی تو پھر دنیاوی جنگ نہین بلکہ دینی جنگ سمجھنا چاہیے۔ اور پھر کیا اگر دین کے لیے جنگ ناجائز ہو تو دنیا کی لیے جائز ہوسکتی ہے۔ اور توریت مین تو صاف موجود ہے کہ یہ سب کچھ خداوند نے فرمایا۔ خداوند کے حکم سے ہوا

پھر انجیل مین بہی ان بہادرون کی تعریف کی گئی ہے جہان لکھا ہے کہ اونہون نے ایمان سے بادشاہون کو مغلوب کیا اور راستی کے کام کیے اور وعدون کو حاصل کیا لڑائی مین بہادر بنے اور غیرون کی فوجون کو ہٹایا (عبرانی ۱۱ باب ۳۲ و ۳۳) اب ہم ناظرین کو کچا چہٹا اسلام کی تمدنی حالت کا دکھاتے ہین ہمارے مذہب اسلام مین سلاطین کو کیا کیا ہدایات ہین اور ملک داری کا کیا طریقہ ہے۔

(مذمت ظلم و اعانت ظالم)

آنحضرت اور اونکے وزیرون نے ظلم و بدعت کی کمال مذمت کی ہے اور حاکمان جابر کے بارے مین بہت کچھہ فرمایا ہے۔

چنانچہ "جناب امیر علیہ السلام" فرماتے ہین حذر کرو اوس صاحب سلطنت سے جسکو یہ گمان ہے کہ طاعت اوسکی طاعت خدا ہے اور معصیت اوسکی معصیت خدا ہی ایسا شخص اپنے دعوے مین کاذب ہے۔ اسلیے کہ ایسی طاعت جسمین معصیت خالق کی ہو جائز نہین ہے اور طاعت اوس شخص کی جائز نہین ہے جو معصیت خدا کرتا ہے۔

"امام رضاء" فرماتے ہین کہ جب والیان ملک جہوٹ بولتے ہین اور حکم بہ ناحق کرتے ہین تو آسمان سے باران نہین برستا اور بادبان ملک جب جور و ظلم کرتے ہین تو دولت اونکی پست ہوتی ہے۔ اور جب لوگ زکوۃ دینی کو مال مین منع کرتے ہین تو چارپایہ ہلاک ہوتے ہین۔

اور جو لوگ ظالمون کی مدد و اعانت کرتے ہین اونکی نسبت فرمایا ہے۔

"رسالتمآب" فرماتے ہین جو شخص حاکم جابر کے سامنے اپنی کمر مین تازیانہ لٹکا کر کھڑا ہو تاکہ اوسکا حکم بجالاوے۔ تو بروز قیامت خداوند کریم اوس تازیانہ کو مار آتشین ستر ہاتھ کا

بناکر اوسکی گردن مین ڈالے گا اور آتش دوزخ مین جلا دیگا پھر فرماتے ہین کہ قیامت کے روز منادی پکاریگا کہان ہین وہ لوگ جو ظلم و بدعت کرتے تھے۔ اور وہ لوگ جو فرمان بردار وخدمتگار ظالمون کے ہین تا اینکہ جن لوگون نے اونکی قلم دوات درست کی یا اونکے واسطے کوئی چیز بنائی ہے سب حاضر ہون جب وہ لوگ آوینگے تو بحکم خدا صندوق آہنی مین بند کرکے جہنم مین ڈالدیے جاوینگے۔ شریعت اسلام نے تعظیم و تکریم کو حکام جابر کے منع کیا ہے درصورتیکہ خوف ضرر نہ ہو اور طاعت و تعظیم کو بادشاہان عدالت گستر کی تعظیم و طاعت خدا قرار دیا ہے۔ اور رعایا کے ساتھ حسن سلوک و تواضع و فروتنی کی کمال تاکید ہے

(رعایا سے حسن سلوک)

امام زین العابدینؑ فرماتے ہین کہ رعیت کا حق بادشاہ پر یہ ہے کہ وہ اس امر کو جان لے کہ مین اسی رعایا کے واسطے بادشاہ ہوا ہون خدا نے اسکو قوت و حکومت عطا کی ہے اور رعایا کو ضعیف و محکوم قرار دیا ہے۔ پس حاکم کو حسن سلوک سے پیش آنا چاہیے اور مانند پدر مہربان کے شفقت کرے۔ اگر رعایا سے بسبب جہالت کے کوئی امر ظہور مین آوے تو اوس خطا کو بخشدے اور سزا نہ دے اور خدا کا شکر کرے کہ مجھکو قوت عطا کی۔ ہے جب چاہے انکو سزا دون۔ یہ خیال کرکے درگذر کرے اور اونکو محتاج بخشش خیال کرکے تقصیرات کو مبدل بعطا کرے۔ رعیت پروری مین اہتمام و عدالت گستری کے ساتھ انتظام کرکے رعایا کو رضامند کرے۔ ہر وقت رضامندی رعایا کا خیال رکھے اور ہر طرح سے دلجوی کرے یہی دستور رسالت مآب اور اونکی آل و امجاد کا تھا۔

رعایا سے فروتنی کی یہ حالت تھی انحضرت کی۔ ایکروز امام رضاؑ حمام مین غسل کیواسطے

داخل ہوے۔ ایک شخص حمام مین بھا رہا تھا جو حضرت کو نہ پہچانتا تھا اوسنے حضرت سے
کہا کہ تم میرے جسم پر کیسہ کرو حضرت بلا عذر کیسہ کرنے مین مشغول ہو گئے جب کچھ
اور لوگ حمام مین آئے اور حضرت کو پہچانا تو پھر اوسکو آگاہ کیا۔ جب اوسنے عذر و
معذرت کی۔ حضرت نی اوسکی دلجوئی فرمائی بکمال اصرار پھر کیسہ کرنےمین مشغول ہو گئے۔
امیر المومنین بیواؤن کے گھر پیر اکثر خرمہ و روٹی اپنی پشت پر لاد کر لیجاتے تھے اور
مخفی اونکے گھرون مین کام کرتے تھے۔ تنور گرم کرتے تھے بچون کو بہلاتے تھے اکثر
لوگون سے گستاخیان ہوتی تہین حضرت کچھہ نہ فرماتے تھے۔ ایک قصاب نے جو حضرت
کو نہ پہچانتا تھا دکان پر سے سینہ پر ہاتھ مار کر ڈھکیل دیا حضرت نے کچھہ نہ فرمایا ”مسٹر
جارج سیل“ بہی اپنے ترجمہ قرآن کے (صفحہ ۱۵) مین ایک حکایت لکھتےہین کہ ایکروز
غلام کے ہاتھ سے کھولتا ہوا پانی امام حسنؑ کے بدن شریف پر گر پڑا آپ نے نظر
اوٹھا کر اوس غلام کی طرف دیکھا اوس غلام نے ڈر کر آیۃ کریمہ کا یہ ٹکڑا پڑھا ”والکاظمین
الغیظ“ یعنے روکنے والے غصہ کے۔ تب آپ نے رحم کرکے جواب دیا ”کظمت“
یعنے روکا مینے غصہ کو۔ پھر غلام نے دوسرا ٹکڑا آیہ کا پڑھا ”والعافین عن الناس“
یعنی معاف کرنے والے قصور کے۔ تب حضرت نے فرمایا ”عفوت“ یعنی معاف
کیا مینے۔ پہر غلام نے کہا۔ ”واللہ یحب المحسنین“ اللہ دوست رکھتا ہی احسان
کرنیوالے کو۔ تب حضرت نے اوس غلام کو چارسو اشرفیان دیکر آزاد کر دیا۔
اسی طرح سے ایکروز کچھہ لوگ امام زین العابدینؑ کے یہان مہمان آئے ایک غلام خوان
مین کھانا لیکر دسترخوان پر رکھنے چلا۔ خوان اوسکے ہاتھ سے حضرت کے ایک فرزند
پر گر پڑا وہ صاحبزادہ صدمہ سے اسکے فوراً مر گیا۔ غلام متحیر و مضطرب ہوا جب

حضرت نے غلام کو بہت مضطرب پایا تو فرمایا کہ تو نے جانکر یہ خطا نہین کی بس تو مضطرب و متحیر نہو مینے تجھکو آزاد کیا یہ کہکر حضرت نے پہلے سکو کھانا کھلایا پھر دفن وکفن مین صاحبزادہ کے مشغول ہوے یہ مختصر کیفیت حسن سلوک و فروتنی کی تھی ان حضرات کی ۔ مفصل کیفیتین کتب سیر و تواریخ مین مندرج ہین ۔

(طریقہ جہان داری)

شریعت اسلام مین رعیت کے چند طبقہ ہین جنسے رونق و شوکت شہریاری ہے امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہین ۔

(طبقہ اول) عام رعایا ہے ۔ رضا جوئی جنکی واجب و لازم ہے ۔ کیونکہ اگر تمام رعیت رضامند ہوگی تو رضامندی سے چند رفیقان خاص کے جو ملازم ہین کوئی نفع نہین ۔ اور اگر سب رعیت رضامند ہے تو ناراضی سے چند اشخاص کے کیا گزند ہے ۔

(طبقہ دوم) اہل حرفہ و صناعت و سوداگران سرمایہ و تجارت ہین ۔ بدون انکے آرایش شہر دشوار ہے ۔ اور آسایش رعیت محال ہے ۔ پس مالگذاران دولت سے اسقدر مالگذاری و ٹکس لی کہ وہ لوگ تباہ و پریشان نہون ۔ اگر یہ لوگ خوشحال و دولتشاد رہینگے تو تمام ملک خوشحال و آباد رہیگا اور بدون آبادی کے تحصیل زر ناممکن ہے ملک کی حالت خراب ہوگی رعیت برباد ہوگی بادشاہی مین فساد ہوگا ۔ اگر رعایا آباد اور اہل شہر دلشاد ہونگے تو خراج ملک کو ترقی ہوتی رہیگی اور اگر رعایا بدحال و برباد ہے تو دولت کو تنزل ہوگا ۔ حضرت فرماتے ہین کہ رعایا برباد نہین ہوتی مگر فقر و مصیبت سے اور فقر و مصیبت نہین ہوتی رعیت کو

مگر حکام کے ستانے سے یا غفلت سے یا طمع مال وجمع دولت سے ۔
(طبقہ سوم) عاملان علاقجات - ناظمان دیہات - حاکمان مال وزراعت ہین جو کہ خراج ملک کو بطور مناسب تحصیل کرین اور احکامات مناسب کی تعمیل کرین امانت دار و صاحب دیانت ہون اور ایسا شخص ہو کہ زبردستون اور سرکشون پر سرکوبی سے حکمرانی کرے صاحب جرأت وجسارت اور دلیر و شجاع ہو تاکہ شکل مین خوفناک نہ ہو جاوے ۔
(طبقہ چہارم) قاضیان عدالت گستر و منصفان رعیت پرور ہین - اور یہ وہ لوگ ہونا چاہیے جو فضل و شرف مین افضل ہون علم و عدالت مین اکمل ہون اور کثرت مقدمات اور ہجوم محاکمات سے دل تنگ نہ ہو جاوے حق کے قبول مین تامل نکرین اور فیصلہ مین نا اہل نکرین اپنے گمان باطل پر مقدمہ کو فیصل نکردے کسیکی خوشامد سے یا طمع رشوت سے حق سے غافل نہو - پس بادشاہ کو لازم ہے کہ ان لوگون کی اسقدر اعانت و کفالت کرین تاکہ وہ لوگ رشوت ستانی سے مستغنی ہو جاوین اور لسبب طمع کے کسیکا حق نہ مٹاوین ۔
(طبقہ پنجم) منشیان ومہتممان محکمجات و دفتری وغیرہ ہین - ایسے لوگ جامع اوصاف حمیدہ و اخلاق پسندیدہ ہونا چاہیے تاکہ تحریرات مین اسرار نہانی کو افشا نہ کردین اور بحفاظت رکھین - جاسوس راست گفتار رہون کیونکہ یہ ذریعہ تخولیت و تادیب ہے اور خواہ نخواہ لوگ بخوف دیدہ بان و اندلیشہ جاسوسان و اخبار نویسان کے کوئی امر خلاف بادشاہ نہ کرسکے ۔
(طبقہ ششم) لشکر ظفر پیکر اور فوج نصرت موج ہے - جو کہ محافظ رعیت اور نگاہبانان مملکت - اور موجب شوکت سلطنت ہونگے پس سردار لشکر بلند ہمت

عالی خاندان شجاع و بہادر ہونا چاہیے ان لوگون کی جفاکشی و کارگذاری و فرمان برداری کی مدح وثنا کرنا لازم ہے اسواسطے کہ تعریف و توصیف کرنا شجاعون کو جوش مین لاتا ہے اور بودون کو دلیر کرتا ہے - انکی اعانت و کفالت بخوبی لازم ہے - اور انکے عیال کی پرورش و حمایت کرنا لازم ہے تاکہ یہ سب بجمعیت خاطر و اطمینان قلب مصروف کارزار رہین - اور اہل فوج جوان مرد عاقل و ہوشیار ہون مبتلا کسی آزار مین نہ ہون دانا قواعد جنگ سے ہون پیر زمین گیر و طفل صغیر نہ ہو تاکہ معرکہ جنگ مین ثابت قدم رہے -

کیفیت حرب وضرب یہ ہو کہ لشکر جنگاہ کی طرف گھوڑے دوڑاکر جاوے اور معرکہ نبرد مین بہ آہستگی روان ہو - اوس مقام پر لشکر کا پڑاؤ ہو جہان کی زمین سرسبز و شاداب ہو تاکہ فوج نایابی آب و گیاہ سے متاذی نہ ہو پس صفوف لشکر کو میمنہ و میسرہ و قلب و جناح و کمینگاہ سے آراستہ کرے اول صلح کا پیغام دے اگر راضی بصلح نہ ہون اور سرکشی حریف کی زیادہ ہو تو اوسوقت مبارزطلب ہون اور آمادہ بجنگ ہون - پس بنابر شریعت احمدیؐ و طریق حیدریؑ ایک مسلمان مقابلہ سے دو کافرون کے فراری نہو اگرچہ قتل ہو جاوے اور اطفال خوردسال و پیر و مستورات کو ہرگز قتل نکرے - اور بحیلہ و مکر نہ لڑے مثل اسکے کہ پانی مین زہر ملاکر پلانا - یا شب خون مارنا یہ نہایت نامردی و بزدلی کی بات ہے اور ہرگز جائز نہین -

جب وہ لوگ طالب امان ہون تو لازم ہے کہ امان دے - یہی طرز رعیت پروری و شیوہ عدالت گستری ہے اور یہی سنت رسول مقبول اور دستور و معمول شوہر بتولؑ جناب امیرؑ کا ہے -

اس طریق رعیت پروری کے دیکھنے سے ہر منصف مزاج اندازہ کر سکتا ہے کہ اسلام مین کیسی پابندی اخلاق کیساتھ جہانداری کا حکم ہے نہ بزور شمشیر۔

ہم بیبل کی خونریزیون کو بیان کر چکے اب ذرا متوجہ ہو کر وید کے احکام بھی متعلق جنگ سُن لیجیے تاکہ معلوم ہو جائے کہ اسلام اس بارہ مین بھی سب سے زیادہ منصف و رحیم ہے (۱) لڑائی مین مارتے ہوے اور لڑائی سے مُنھ نہ پھیر کر جو کشتری مرتا ہے وہ سورگ (بہشت) مین جاتا ہے (منو ۸۹/۷)۔

(۲) بگلہ کیطرح اپنے مطالب کا غور کرے ببر کے مانند پراکرم کرے بھیڑیے کیطرح چیزون لیوے خرگوش کیطرح بھاگے (۱۰۶/۷)۔

(۳) دشمن قلعہ مین رہے یا باہر رہے اور جنگ بھی نکرتا ہو لیکن اوسکو گھیرے رہے اور راج کو اوسکے تکلیف دے اور گھاس و لکڑی اور پانی مین اونکی ناکارہ چیز ڈالکر خراب کرے (منو ۱۹۵/۷)

(۴) اے فرمانروالوگو تمھارے اسلحہ آتشین وغیرہ از قسم استر و توپ و تفنگ تیر و تلوار وغیرہ شستر مخالفون کو مغلوب کرنے اور اونکے روکنے کیلیے قابل تعریف و بالاستحکام ہون تمھاری فوج مستوجب توصیف ہو تاکہ تم لوگ ہمیشہ فتحیاب ہوتے رہو لیکن جو آدمی کہ مذموم و سراپا ظلم شیوہ رکھتا ہے اوسکو مذکور الصدر چیزین نصیب نہون (رگوید منڈل اسکت ۳۹ منتر ۲ ستیارتھ پرکاش سملاس ۶)

(۵) جب رعایا پرور راجہ کو کوئی اپنے سے چھوٹا خواہ برابر خواہ بڑا جنگ کے لیے طلب کرے تو کشتریون کے دہرم کو یاد کر کے میدان جنگ مین جانے سے ہرگز پہلو تہی نکرے بلکہ بڑی ہوشیاری کیساتھ اوسے جنگ کرے (ستیارتھ پرکاش سملاس ۶/۲۹ بحوالہ منو ۸۷/۷)

(۶) جو راجہ لوگ میدان جنگ مین دوسرونکو جوہر تیغ دکھلانے کی خواہش مین بخوف وخطر بلا پشت نمائی اپنی تمام طاقت سے جنگ کرتے ہین وہ راحت کو پاتے ہین اس سے کبھی ہٹنا نہ چاہیے ہان کبھی دشمنون کو مغلوب کرنے کی غرض سے اونکے سامنے سے چھپ جانا واجب ہے کیونکہ جس ڈھنگ سے دشمن کو مغلوب کرسکین ویسے ہی کام کرنے چاہیین جیسا شیر غضبناک ہوکر سامنے آتا ہے اور اسلحہ شعلہ زن سے فوراً ہلاک ہو جاتا ہے ویسی ہی توفی کرکے نیست ونابود نہ ہو جاوین۔ (سیتارتھ پرکاش سملاس ۶/۲۹ بحوالہ منو ۸۹/۷)

(۷) سفرور یعنے بھاگا ہوا ملازم جو دشمنون کے ہاتھ سے مارا جاتا ہے اوسکو اپنے آقا کے گناہ لگجاتے ہین اور وہ قابل سزا ہوتا ہے اور نیز اوسکی وہ عزت جسکے سبب سے وسکو پرلوگ مین سُکھ ہونے والا تھا اوسکا آقا لے لیتا ہے سفرور مارا جاوے تو اوسکو کچھ بھی سُکھ نہین ہوتا بلکہ اُسکے نیک اعمال کا ثمرہ نیست ونابود ہو جاتا ہے اوس شہرت کو وہ پاتا ہے جس نے دہرم کو مدنظر رکھکر قرار واقعی جنگ کی ہو (سیتارتھ پرکاش سملاس ۶/۳۰ بحوالہ منو ۹۴-۹۵/۷)

اسلام ہرگز بزور شمشیر نہین پھیلایا گیا اگر ایسا ہوتا تو اس زمانے مین کہ اسلام کی حالت بہت خراب ہی اور بالکل بے دست وپا ہوگیا ہے۔ کیون دین اسلام مین ترقی ہے اسکی تائید مین ہم ایک تقریر (مسٹر آئزک ٹیلر) کی بیان کرتے ہین اونھون نے لکھا ہے "ہمکو یہ اقرار کرنا چاہیے کہ اسلام دنیا کے ایک بہت بڑے حصہ پر بطور واعظ مذہب کے بہ نسبت مذہب عیسوی کے زیادہ تر کامیاب ہے اور نہ صرف بت پرستی سے اسلام پر ایمان لانے والے بہ نسبت عیسائی مذہب پر ایمان لانیوالون کے زیادہ تر ہین۔ بلکہ مذہب عیسائی بعض ملکون مین درحقیقت اسلام کے مقابلہ سے ہٹتا جاتا ہے اور مسلمان قومون کو معتقد بنانے کی

کوشش مین ظاہرا بالکل ناکامیاب ہوتی ہین اور صرف یہی نہین کہ ہم اپنا وہان
قدم نہین جما سکتے بلکہ ہم اپنے آپ کو بچا نہین بھی ناکامیاب ہوتے ہین۔ مذہب اسلام
اسوقت مراکو سے جاوا تک زنگبار سے چین تک پھیلا ہوا ہے اور وسط افریقہ مین بہت
تیزی سے پھیلتا جاتا ہے وہ سلسلہ وار بحر روم سے خط استوا سے پھیلا ہوا ہے اور بڑی
تیزی سے جنوب کیطرف بڑہتا جاتا ہے۔ ہندوستان مین یورپ مین شایستگی تو ہندو
مذہب کو دور کر رہی ہے۔ وہ اسلام کے لیے ایک رستہ تیار کر رہی ہے۔ ساڑھی پچیس[۲۵] کرور
مین سے پانچ کرور آدمی ہندوستان مین مسلمان ہین اور افریقہ مین آدھے سے زیادہ
کا مذہب عیسوی اپنی گرفت مین مضبوط نہین ہے اور ہندوستان افریقہ مین اسلام کے
سامنے سے ہٹتا جاتا ہے۔ اور جمیکا مین حبشی جو صرف نام کے عیسائی ہین راوبی ازم،
کو قبول کرتے جاتے ہین اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ افریقہ کی ایک قوم جو کہ ایک دفعہ اسلام
قبول کرتی ہے پھر کبھی بت پرستی اختیار نہین کرتے اور نہ عیسائی مذہب کو قبول کرتی
ہے۔ یہ اقرار کرنا چاہیے کہ اگرچہ اسلام اعلی درجہ کی مہذب قومون کے بالکل ناموافق
ہے مگر وہ وحشی قوم کے مہذب بنانے اور ترقی دینے کی زیادہ قابلیت رکھتا ہے۔ بعد چند
فقرون کے پھر کہتے ہین کہ "کل دنیا مین مذہب اسلام سے زیادہ قومی گروہ شراب پینے
والونکا ہے۔ اور بمقابلہ اسکے یورپ کی ترقی سے گویا شرابخواری و گنہگاری کا پھیلاو اور ایکجگہ
کی قوم کا تنزل مراد ہے حالانکہ اسلام کسی کم درجہ کی تہذیب نہین پھیلاتا جس مین لکھنے
علم، عمدہ لباس پہننا، ذاتی صفائی، راست گوئی، اور سلطنت ہیکٹ شامل ہین اسکی برائی
سے روکنا اور تہذیب پھیلانے کے ذریعے عجیب ہین۔ ٹیلر صاحب نے اپنے اس مضمون
کے مشتہر ہونے کے بعد 'لندن ٹائمس' کے اڈیٹر کو جو ایک چٹھی لکھی اوسکا مضمون یہ تھا

کہ میرا پہلا وہ فقرہ جسپر بہت اعتراض ہوئے ہین یہ ہے کہ ایشیا اور افریقہ مین مذہب
اسلام بطور ایک واعظ مذہبی کے ہے بہ نسبت عیسائی مذہب کے زیادہ کامیاب ہی
اور ہماری کوششین مسلمانون کے عیسائی بنانے مین بے سود ثابت ہوتی ہین۔ مین
اولاً اپنی بحث ہندوستان سے شروع کرونگا جہان کے باشندون کی نسبت تقریباً صحیح
اطلاع ہمارے سامنے موجود ہے ۱۸۷۱ و ۸۱ء کے درمیان مین یعنی دس برس مین ہندوستان
کے مسلمانون کی آبادی مین جو زیادتی ہوئی ہے وہ قریب (۹۲۴۰۰۰) کے ہے
یعنی قریب پچیس فیصدی کے حساب سے اس قدرتی زیادتی کو جو عموماً پیدایش کی زیادتی
اور موت کی کمی سے ہوئی ہے اگر ہم محسوب نکرین تو وہ نومسلم جو ہندو اور عیسائی مذہب
چھوڑکر اسلام اختیار کرتے ہین اونکی تعداد قریب چھ لاکھ سالانہ کے ہے مسلمانون کے یہان
تنخواہ دار واعظ نہین ہین اور نہ انمین کوئی بڑی جماعت اس قسم کی ہے جو اپنے مذہب
کے پھیلانے مین کمربستہ ہو۔ بڑی تعداد نومسلمون کی۔ کچھ تو پرجوش مسلمانون کی بالانفراد
کوششون۔ اور کچھ مذہب اسلام کی حقیقی کششون کا نتیجہ ہے برخلاف اسکے عیسائیون
کو باوجود اس تمام رعب و داب کے جو اونکو ایک ہم مذہب گورنمنٹ کے ہونے سے حاصل ہے
اور باوجود اس رقم کثیر اخراجات کے جو مشنری سوسائٹیون پر صرف ہوتی ہے کل تعداد
ان نئے عیسائیون کی بڑی کھینچا تانی سے دسوان حصہ نومسلمانون کی تعداد کا ہے"
یوروپ کی تاریخ مولفہ ریکارٹ صفحہ ۱۳۹ مین ہے یہ خیال کرنا ایک بہت بڑی غلطی ہے کہ دین
محمدی صرف بزور شمشیر پھیلا۔ پھر کہا ہے۔ حجازیون پر پہلا حملہ آٹھوین صدی کے آخر پر ہوا
وہ لوگ ملک شمالی سے جو مابین بحیرہ خضرا اور بحیرہ اسود کے واقع ہے۔ آئے اور یہ لوگ اوس
وقت مین دین محمدی نہ رکھتے تھے مگر اونھون نے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ان مغلوب حجازیونکا

مذہب اختیار کر لیا گا ڈفری ہگنس نے ایکسو دسوین نقرہ مین لکھا ہے کہ ہم مین خوب جانتا
ہون کہ عیسائی لوگ مسلمانون پر اور اونکے مذہب اور مذہب ایک شئے پر شایانہ حقارت سے
نظر ڈالنے پر مائل ہین مگر وہ تحقیق کرین تو معلوم ہو جاوے کہ اہل اسلام اپنے مذہب کی تقریر
کے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد کل روے زمین پر سب سے زیادہ فیاض اور بامروت قوم ہو گئی
صاحب موصوف نقرہ ۲۷ مین ڈاکٹر پریڈوکس سے نقل کرتے ہین جسکا خلاصہ یہ ہے کہ "مدینہ
مین محمدؐ کے انصار خاصکر نصاری تھے اور آپکا استقبال اونھون نے بڑی خوشی سے کیا
پس خواہی نخواہی یہ سوال ہوتا ہے کہ اس مذہب مین کیا بات ہے جسکا اثر ایسا ہوا بجز
اور شیرین کلامی کے اور کوئی سلاح مستعمل نہین ہوا بس عیسائی پادری اس تبدیل مذہب
کو بخوف شمشیر نہین کہہ سکتے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اگر پریڈوکس کے قول پر اعتبار کرین تو یہ
شہر مثل مکہ کے بت پرستون کا نہ تھا بلکہ یہودیون اور عیسائیون کا تھا جو آپکے دلی مرید ہوے
علاوہ اسکے آپ مدینے کو مرید کرنے نہ گئے تھے بلکہ مدینے والون نے خود آکر آپ سے التجا کی"
"گبن صاحب جلد ۵ صفحہ ۳۸۲ مین لکھتے ہین کہ افریقہ اور ایشیا کے لکھوکھا نو مسلم جنھون
نے کہ عرب کے مسلمانون کی تعداد بڑھادی ایک خدا اور اوسکے رسولؐ پر ایمان لانے
مین فریفتہ ہو گئے تھے یہ نہین کہ اونپر کچھ دباو تھا کلمہ کے پڑھنے یا ختنہ ہو جانے سے رعیت
یا غلام یا قیدی نا محرم ایک لمحہ مین اپنے فتحیاب مسلم کا ہمسر اور آزاد ساتھی ہو گیا ہر ایک
گناہ دور ہوا اور ہر عہد سابق ٹوٹ گیا۔ نکاح نکرنے کا عہد قدرتی عنایت سے جاتا رہا قوی
شہوانی جو صومعہ مین پڑے سوتے ہین حجازیون کے ڈھول سے چونک پڑین اور معاملات
دنیا مین نئے مجمع کا ہر شخص اپنی لیاقت اور حوصلہ کے موافق اصلی سرشت پر پہونچ گیا۔

"پادری رابن صاحب" کا قول ہے کہ یہودی اور عیسائی سب مسلمانون مین چین سے رہتے تھے

"سیل صاحب کا دیباچہ قرآن صفحہ ۶۴" مین ہے کہ - ابتک محمد نے اپنے مذہب کو مناسب طور پر پھیلایا اسلیے ہجرت سے پیشتر کی آپکی کل کامیابی صرف ترغیب تحریص سے منسوب ہونی چاہیے نہ جبر سے کیونکہ پیشتر اوس بیعت ثانی کے جو دربابِ وفائے عقبہ کے جلوس مین ہوئی آپکو اجازت جبر کرنے کی مطلق نہ تھی اور قرآن کے بعض مقامات مین جو انکے قول کے بموجب ہنگام قیام مکہ وحی ہوتی تھی فرماتے ہین کہ تمھارا کام صرف وعدہ اور پند کرنیکا ہے اور آپ مجاز نہین کہ کسی سے جبرًا اپنا مذہب اختیار کرائین اور یہ لوگ خواہ ایمان لائین یا نہین آپکو اوس سے کچھ سروکار نہین وہ صرف اللہ تعالے کے متعلق ہے اور آپ اپنے پیرو ونکو جبر کی اجازت دینے سے اسقدر دور رہتے کہ آپ نے اونکو نصیحت کی کہ اون نقصانات کو جو بوجہ دین کے ہوئے صبر سے برداشت کرو اور جب خود تکلیف پائی تو اپنے مولد کو چلا جانا پسند کیا نہ مقابلہ کرنا"

(محاربات اسلامی بغرض حفاظت خود اختیاری)

خدا فرماتا ہے قاتلوا الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین یعنے جو تم سے لڑے اونسے لڑو اور زیادتی مت کیا کرو خدا زیادتی کرنے والون کو دوست نہین رکھتا پس اسلام مین جہاد اونھین لوگون سے ہے جو سبقت کرے لڑائی مین مسلمانون کیلیے کافی وجوہ تھی کہ وہ ایذا رسان کارروائی اختیار کرتے کیونکہ وہ اپنے اہل و عیال و نیز اون لوگونکی حفاظت کے خواستگار تھے جو اونکے ساتھ مکہ والون کے ظلم و تشدد سے ہجرت کرنیکے لائق نہ تھے لیکن اونھون نے کسی موقع پر اپنے کو بانی فساد نہین ثابت کیا اور خانمان برباد ہوکر بھی اون لوگون نے اوسوقت تک آلات حرب کیطرف رجوع نہین کی جبتک کہ حفاظت خود اختیاری کیواسطے کلیتًہ مجبور نہین ہوے ہمارے حضرت کی یہ خواہش

نہ تھی کہ جنگ کی تیاری کیجاوے وہ جناب صلعم کو کل چیزون پر مقدم رکھتی تھی اور اپنے ارادتمندون کیواسطے بھی چاہتے تھے کہ فعل و عمل کی پوری آزادی رہے اور مذہبی اعمال و ہدایت مین اونکے ساتھ کوئی مزاحمت نہ کیجاوے۔ مکہ والون نے اس سے انکار کیا اور تب ادنھون نے اپنے دوستون کو صلاح دی کہ وہ لوگ شہر کو چھوڑ دین۔ اور دوسری جگہ امن کی تلاش کرین ہجرت کے بعد قریشون کی عداوت اور زیادہ ہوئی حتی کہ بمقام "بدر" پہلے قریشون کے نوسو پچاس[۹۵۰] سپاہیون سے سامنا ہوا آخر کو حفاظت خوداختیاری کی واسطے مجبور ہوے اور اونکو شکست دی اسپر بھی اکتفا نہ ہوئی۔ مسلمانون کے اس غلبہ سے آتش حسد نے قریشون کو بیہم لڑائیون پر آمادہ کیا۔

"ابوسفیان"، "سلیم"، "غطفان"، کے خانہ بدوش طائفون نے دو مرتبہ مدینہ پر غارت کنان حملہ کیا (بنی اسد) ایک طاقت ور قبیلہ قریشون کیساتھ شامل ہوا۔ پھر (بنی طیان) مدینہ پر حملہ کیواسطے تیار ہوے یہ واقعات جابرانہ و ظالمانہ پیہم ہوتے رہے جو کتب تواریخ مین مندرج ہین اسی بنا پر آنحضرت کو ضرور ادن حملون کو روکنا پڑا اور قریشون کیساتھ محض اپنی حفاظت کیواسطے لڑتے رہے اور کبھی پیشدستی نہین کی۔

"امرنین صاحب" اپنی تصنیف "سلنیس اینز" مین لکھتے ہین۔

"محمد صاحب کیوضع اون عادات و صفات کو بالکل غلط ثابت کرتی ہے جو عموماً اونسے منسوب کیجاتی ہین۔ یعنی یہ کہ وہ الوالعزم و دلیر تھے وہ عادتاً کمزور و غیر مستقل تھے اور مشکل سے اپنی راے پر بھروسا کرتے تھے۔ یقیناً وہ عام طور پر بزدلی کیساتھ پیشقدمی کرتے تھے اور تقریباً ہمیشہ اپنے ہمراہیون کے جوش کو روکتے تھے"[۱]

امرنین صاحب۔ اصلیت واقعہ تک پہونچے لیکن اونھون نے نتیجہ نکالنے مین غلطی کی جو اونھون

سے آنحضرت صلعم کی کمزوری اور غیر استقلالی پر محمول کیا کہ وہ حملہ مین سبقت کی جرأت نہین دلاتے تھے۔ وہ جناب جنگ مین پیشدستی نہین کرتے تھے اور تاوقتیکہ اپنے اراد تمندون کی جان کا بچانا ضروری نہین سمجھ لیتے تھے استعمال اسلحہ کی اجازت نہ دیتے تھے۔

"اڈورڈ گبن مورخہ رومتہ الکبری" تاریخ کبیر کے ۵۰ باب مین جہان حضرت کے حالات ہین لکھتے ہین کہ " کہ فطرت الٰہیہ کی روسے ہر ایک شخص کا حق ہے کہ اسلحہ کے ذریعہ سے اپنے جسم اور آبرو کی حفاظت کرے اپنے دشمنون کے قہر کو دفع کرے یا روکے اور معقول تدبیر سے اطمینان اور مکافات تک اپنی عداوت کو بڑھاوے عربون کے آزاد تمدن مین رعایا اور اہل شہر کے فرائض مین ایک قید ضعیف تھی۔ اور محمد کو ایک بے فساد اور خیر اندیش رسالت کے بجا لانے مین اسکے ملک کے لوگون کے ظلم نے اس سے نزاع کی اور انھین جلا وطن کر دیا" صفحہ ۹۱۶ مطبوعہ لنڈن ۱۸۳۶ء پھر اسی باب کے ۹۲۷ صفحہ مین لکھا ہے "عقل غیر اندیشش یقین جان لیگی کہ محمد صلعم کی اصلی غرضین خالص اور اصلی نیکی کی تھین مگر ان گردن کش کفار کے جو اسکے دعاوی کی تردید اور دلیلون کی تذلیل کرین اور اسکی جان کو ایذا دین کوئی رسالت انسانی برداشت نہین کر سکتی وہ اپنے ذاتی دشمنون کو تو معاف کر دیگا اور خدا کے دشمنون سے جائز طور پر عداوت رکھیگا۔ محمد کے سینے مین اسکبار و انتقام کی سخت تحریک مشتعل ہوئے۔ اور اسی نے دنیوا کے نبی کے مانند ان کفار کے استیصال کے لیے جنھین ملزم ٹھہرایا تھا آواز بلند کی۔ مکہ کے ظلم اور مدینہ کے قبول نے اس ایک شخص کو امیر قوم اور مسکین واعظ کو رئیس افواج بنا دیا مگر اسکی تلوار مقدسین کی تاسی پر سبیل آلہی مین تھی اور وہی خدا جو گنہگارون کو وبا اور زلزلہ سے سزا دیتا ہے ضرور ہے کہ انکی استقلام یا تعذیب کے لیے اپنی عباد کی دلاوری القا فرماوے"

گبن نے اپنی اصول کے مطابق جو نتیجہ مستخرج کیا ہے یقیناً اوسکو ہر شخص تسلیم کرے گا
ابتدا مین مسلمانون کو مکہ مین نہ تو امن تھا نہ آزادی حاصل ہوتی تھی وہ مذہبی آزادی
سے بھی محروم کیئے گئے باوجودیکہ وہ لوگ اپنی جماعت کے مسکین و بے گناہ اشخاص
تھے علاوہ اسکے وہ اپنی مسکن سے خارج کی گئی اور بعض مواقع پر اونھون سے
اپنی عیال وجایداد کو ظالمون کے ہاتھ مین چھوڑ دیا مکہ مین واپس آنے سے باز رکھی
گئی متبرک معبد مین داخل ہونے سے ممنوع کی گئی مدینہ مین اونکا تعاقب ہوا
جہان اہالیان مکہ نے اونپر حملہ کیا۔ مسلمانون کے ساتھ قریشیون کا جبر وظلم مذہبی بنیاد
پر تھا وہ معتقدین کو اوسکی اجازت نہین دینی چاہتی تھی کہ وہ لوگ اپنے آباء واجداد
کے مذہب سے انکار کرین اور اسلام قبول کرین۔ اونمین ایسی سختی اور بیدردی سے
تعصب تھا کہ اونھون نے بعض تو معتقدین کو اذیت وعقوبت مین رکھا تھا
کہ اون لوگون کو پھر مرتد و بت پرست ہونے پر مجبور کرین۔ مسلمانون کو باہم حق
حاصل تھا کہ وہ مکہ والون کے مظالم کا انسداد کرین اور اسلحہ کے ذریعہ سے
اپنے کو برقرار رکھین تاکہ اونکو مذہبی آزادی حاصل ہو جاوے اور اپنے
مذہب کے ارکان ادا کر سکین۔

"جان ڈیونپورٹ" رقم طراز ہین کہ "یہ اون لوگون کی ایک ہیبت ناک
غلطی ہے جنھون نے خیال کرلیا ہے یا ابتک خیال کرتے ہین کہ جو مذہب قران
نے سکھلایا اوسکی اشاعت محض تلوار سے ہوے۔ کیونکہ غیر متعصب اشخاص
اوسکو فوراً تسلیم کرلین گے کہ محمد صاحب کے مذہب مین انسانی قربانی کے
قصاص مین نماز ونذ کوۃ قایم کی گئی اور بعوض عناد دائمی فسادات کے نفع رسانی

و تمدنی ترقیان جاری کی گئین جسکے سبب سے تہذیب و شائستگی پر بہت بڑا اثر مترتب ہوا اور جو مشرقی دنیا کے واسطے ایک حقیقی برکت کا باعث تہا پس اوسکا اون خونخوار ذریعون سے جنکو حضرت موسیٰ نے بیدردی و بے احتیاطی کے ساتھ استعمال بت پرستی کے واسطے استعمال کی کچھ ضرورت نہ تھی۔

اس بیان سے تمام تر ظاہر ہوگیا کہ اسلام نے اپنے مذہب کو بہ جبر نہین پھیلایا بلکہ صرف وعظ و نصیحت سے اپنے غیر مذاہب کے لوگون کو اپنے دین کی طرف راغب کیا۔

اگر یہ بھی تسلیم کرلیا جاوے کہ دین اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا تو کیا قباحت ہے اسواسطیکہ تمام مہذب سلطنتین اور حکماے سابقین و لاحقین کا اتفاق ہے کہ جو گورنمنٹ کے احکام پولیٹکل مین خلل اندازی کرے یا بغاوت و سرکشی کرے تو اہل شہر قتل کیے جاوین اور شہر پھونک دیا جاوے لوگ اسیر کیے جاوین محبس مین قید کیے جاوین قیدیون کے واسطے ایک آئین خدمتگذاری ولباس و خوراک مقرر کیا جاوے پس جن لوگون نے خداے برحق سے بغاوت و مخالفت کرکے دوسرون کی پرستش کی اور احکام شریعت خداوندی اور سلطنت خداوندی کی مخالفت کی بداین وجہ حکم قتل و نہیب و غارت صادر فرمایا اور نجاست کفر سے زمین کو صاف کیا۔

اور اسیرون کے واسطے بجاے محبس فوجداری کے غلامی کا حکم فرمایا۔ اور اسکے واسطے حدود و قواعد پرورش و خدمت گذاری مقرر کی تو کیا برائی ہوئی ہے البتہ عیسائیون نے ایک محکمہ بنام ودان کوی زیشن ۔۔۔

ملک اسپانیہ مین اسواسطے مقرر کیا تھا کہ لوگون سے مذہب عیسوی بجبر قبول کرایا جاوے
علاوہ ان سب امور کے یہ جاننا چاہیے کہ حکمت ناموس یعنے مذہب سے
عمدہ غرض چال چلن کا درست ہونا ہے یہ حکمت اور اخلاق کی حکمت جزو ان
نہین ہین کیا مار پیٹ لڑکون یا دیوانون کو یا چور ڈاکوئون کو برے نہین معلوم ہوتے اور
رحم دلون پر وہ دو بھر نہین ہوتے مگر کیا کرین کہ چال چلن درست کرنے کے لیے
یہ سب روگ سہا جاتا ہے یہانتک کہ اپنے بال بچون کو جو دل کے ٹکڑے ہوتے ہین
آنکھون سے مار کھلوائی جاتی ہے اور انتہا درجہ کا اہتمام چال چلن کی درستی کے لیے
یہی ہے کہ نہ اور کی جان کا پاس اوسکی بابت کیا جاوے نہ اپنی جانکا اور اسلام کا
مذہب جو خاتمہ کا مذہب تھا تو اسلیے اسمین چال چلن وغیرہ کی بابت اہتمام بھی حد پر
پہونچا دیا کہ جہاد کا حکم بھی دیا اور کر بھی دکھایا۔ رہا اپنی جان دیدینا تو اوسمین بھی
اونھون نے کمی نہین کی دس دس ہزار کے دعاوے مین جناب رسالتماب اور
حضرت امیر کبھی نہین ٹلے پھر آخر مین نتیجہ شہادت ہوا۔ اگرچہ معرکہ جہاد مین نہ شہید
ہوے ہون جو آنحضرت کی صدق نبوت و رسالت کی وجہ سے ہوا۔ کیونکہ بہ نص
توریت جھوٹا نبی قتل کیا جاوے لیکن اونکے قائمقام حضرت امام حسین علیہ السلام نے
اونکے بعد اسے بھی کر دیکھا یا کہ اگلے پیمبرون پر بھی فوق لیگئے اورون کا کیا ذکر پھر
اگر کوئی یہ کہے کہ طبع کلی کو مقدم طبع شخصی پر رکھین۔ تو یہ ویسا ہے کہ کوئی کہے کہ
لڑکون کی تعلیم اور ڈاکون اور چورون کی سزائین صلاح عام کے خلاف
ہین حالانکہ یہ خیال خام ہے بلکہ وہی صلاح عام ہے جیسا کہ قصاص سے ہے
حیات جان بخش ہے پھر ہٹ دھرمون کا اور کیا علاج اور ہٹ دھرمی

معجز نمائی بر غلامی سے ظاہر ہوتی ہے - اگر قطع نظر قرآن سے کرکے کہین کہ اب معجزہ کہان وہ جبھی سے ہے کہ جب معجز نما پیمبر و امام موجود ہین کہ مذہب کو عیانی کرکے قطع عذر فرماوین اور جو ہٹ دھرمی سے نہ مانے اوسے سزا دین - الغرض مذہب امامیہ مین غیبت امام مین جہاد حرام ہے -

(غلامی)

قرآن پر یہ غلط اتہام کیا جاتا ہے کہ وہ جہاد کے قیدیان قسم ذکور کو غلام بنانے اور قسم اناث کو فاتح کی ہم بغلی کے واسطے جائز کرتا ہے - جسکے دوسرے الفاظ مین یہ معنی ہین کہ میدان جنگ مین قیدی عورتین بجبر مدخولہ بنائی جاتی ہین -

قرآن مین غلامی کی بہ نسبت آزادی کا حکم زیادہ ہے - اخلاقی طریقہ مین غلام کی آزادی کا زیادہ حکم ہے - رسولخدا فرماتے ہین کہ جو شخص بندہ مومن کو آزاد کرے خداوند کریم اوسکے ہر عضو کے عیوض مین آزاد کنندہ کا ایک عضو آتش دوزخ سے آزاد کرے گا - اور اگر کنیز آزاد کرے تو بعیوض دو عضو کے ایک عضو اُسکا خدا آزاد کریگا قرآن مجید مین بیسیون جگہ فک رقبہ آیا ہے - اسیران جنگ کی نسبت بھی یہی وارد ہے ووفاما منا بعد واما فداء اما اسیری کے بعد یا تو احسان کرکے چھوڑ دیا جاوے یا قدرت پاکر کفارا تمین لونڈی غلام آزاد کرنا مقدم رکھے اور ہر طرح انکی آزادی کا خیال رکھے -

قانوناً یہ حکم دیا گیا ہے کہ اگر وہ زر معاوضہ دینا منظور کرین تو آزاد کیئے جاوین اور مذہبی طور پر یہ قاعدہ ہے کہ کوئی شخص اگر روزہ توڑ ڈالے - تو اُس کے کفارہ مین غلام آزاد کرنا چاہیے یا نذر شرعی کو ایفا نہ کرے تب بھی غلام آزاد کرے یہ تدبیرین تھین جو موجودہ غلامی کے موقوفی کے واسطے کی گئین -

ہماری شریعت نے اوس نامربوط طریقہ غلامی سے روکا ہے جو زمانہ سابق مین بنی اسرائیل کے
عہد سے جاری تھا اوس زمانہ مین کنیز و غلام کے کوئی حقوق نہ تھے جاہلیت کے لوگ
کمال بیرحمی سے کنیز و غلام بناتے تھے کوئی طریقہ آزاد کرنے کا معین نہ تھا نہ کوئی طریقہ
غلام بنانے کا مقرر تھا حضرت موسےٰ کے عہد مین کفار اسرائیلیون کو پکڑ لیجاتے تھے
اور طوق و زنجیر آہنی مین جکڑ کر اونسے عمارات کا اکثر کام لیتے تھے وہ بیچارے زنجیرونمین
اولجھکر پابندیون پر سے گرتے تھے اور کوئی پرسان حال نہ تھا غلام ایک قیدی سے
بدتر ہوتا تھا (استثنا ف ۲ / ۱۴) مین عورتون کو اسیر کرنے کا صاف حکم لکھا ہے
اور (۱۰ / ۲۱ / ۱۴) مین اون اسیر عورتون مین سے جسے حرم بنانا چاہے گھر مین اوسکا سر
منڈوا کر ناخون کٹوا کر جورو بنا لینے کا صاف حکم ہے۔ پھر اگر اوس سر مونڈی سے
خوش نہو تو اوسے جہان جی چاہے نکل جانے کا حکم ہے۔ اس نا مقیدی کو ہماری
شریعت نے مٹایا۔ اور بہت سے حقوق غلامون اور کنیزون کے معین کر دی۔

ہماری شریعت کی خاص یہ ہدایت ہے جناب امیر علیہ السّلام فرماتے ہین۔
مملوک و غلام کا تجھ پر یہ حق ہے کہ تو یہ سمجھ لے کہ خدا نے مثل تیرے ہی اوسکو بھی پیدا
کیا ہے۔ اور اپنی کنیز و غلام کو یہ سمجھکر کہ مثل تیرے وہ بھی تیرے باپ کا بیٹا اور تیری
ماں کا فرزند ہے (یعنے جو بھائیونسے برتاؤ چاہیے وہی کنیز و غلام سے بھی) بلکہ یہ سمجھ کہ غلام
تیرا گوشت اور تیرا خون ہے (یعنے فرزند کے برابر اوسکو رکھ اور اپنے گوشت و خون کو جسطرح جیسے
ایذ نہین دینا چاہتا اور راحت رسانی کرتا ہے ویسے ہی راحت رسانی کر اور یہ سمجھ
لے کہ تو اوسکے گوشت و پوست کا مالک نہین نہ تو نے بنایا ہے کہ جس طرح سے
چاہے اوسکو اپنی کاریگری سمجھکر تصرف کر ڈالے۔ بلکہ خالق اوسکا خدا ہے۔

تونے کوئی عضو کوئی جارحہ اوسکا نہین بنایا۔ نہ اسپر گھمنڈ کرکہ تونے اوسکو رزق دیا ہے
بلکہ رزاق اوسکا بھی خدا ہے۔ ہان اتنا ضرور ہے کہ تیرے ہاتھ سے اوس کو دلاتا ہے
تو اسکے عیوض مین خدانے اوسکو تیرا مطیع کیا ہے اور تجکو سپرد کیا ہے۔ اور اپنی امانت
تیرے پاس رکھوائی ہے تو اوسکی حفاظت کر اور بہتری کا خواہان رہ۔ اور ایسی نیکی
اور احسان اوسکے ساتھ کر جیسے خدا تیرے ساتھ نیکی و احسان کرتا ہے۔ اگر تیری کوئی
تقصیر کرے تو تو عفو کر اور خلق خدا پر آزار نہ پہونچا۔

رسولخدا نے اپنی پیاری بیٹی جناب فاطمہؑ سے تاکید فرمائی ہتی کہ ایک روز گھر کا کام
تم کیا کرو اور فضہ اپنی لونڈی سے کام نہ لیا کرو۔ دوسرے روز تم راحت لو۔ اور اپنی
کنیز سے گھر کا کام کرایا کرو جو تم کھاؤ کنیز کو بھی کھلاؤ اور جو تم پہنو وہ کنیز کو بھی پہناؤ۔
باوجودیکہ اوس سیدہ عالم کے ہاتھ چکی پیستی پیستی زخمی ہو جاتے تھے اور خون بہنے لگتا تھا
مگر لونڈیون سے چکی نہ پسواتی تھین اور خود بھی چکی پیس کر بسر کرتی تھین۔

جناب امیرؑ کی یہ حالت تھی کہ ایک روز بازار سے دو پیراہن خرید کئے ایک تین درم کا دوسرا
دو درم کا۔ اور قنبر اپنے غلام سے فرمایا جو تین درم کا پیراہن ہے یہ تم پہنو جو کم قیمت ہے
یہ مین پہنونگا۔ قنبر نے عرض کی اے مولا جو پیراہن بہتر ہے یہ آپ ہی پہنین کیونکہ آپ
منبر پر بیٹھکر لوگونکو وعظ کہتے ہین حضرت نے جواب دیا۔ اے قنبر تم جوانون کو اچھے
اچھے کپڑے کی خواہش ہوتی ہے۔ مین خدا سے شرم کرتا ہون کہ اپنے کپڑے تم سے
بہتر رکھون۔ کیونکہ رسولخدا سے مین نے سنا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ جو کچھ تم پہنو
اپنے غلامون کو بھی پہناؤ اور جو کچھ تم کھاؤ وہی اپنے غلامون کو بھی کھلاؤ۔
بس اسلامی غلام غیر قومون کے آزادون سے بہتر ہین۔ کیا اسی کا نام غلامی ہے

اور اسی غلامی مین طعن و تشنیع اسلام پر ہوتی ہے اسلام مین مالک و غلام مین کوئی فرق نہین ہوتا۔ امیر المومنین ع کے پاس ایک روز دو لڑکے آے اور باہمی نزاع کا فیصلہ چاہا ہر ایک اون دونون مین سے اپنے کو مالک اور دوسرے کو اپنا غلام بتاتا تھا۔ ایسی حالت سے وہ دونون تھے کہ بالکل ظاہری امتیاز نہ تھا کہ کون انمین مالک کا لڑکا ہے اور کون غلام کا۔ اسطرحسے مسلمان غلام کو رکھتے ہین۔

شریعت نے اکثر احکام کی تکلیف بھی غلام پر سے اوٹھالی ہے۔ حج، جہاد، نماز جماعت اور نیز دیگر مستحبات یہ غلام و کنیز پر سے ساقط ہین۔ کیا خیال غلام و کنیز کا ہے۔

اس غلامی پر کیا اعتراض ہوسکتا ہے۔

کیا بہ نسبت اسلامی غلامی کے بیگار پکڑنا اور قید سخت مین رکھنا بہتر ہے ہرگز نہین۔ اسلامی اسیرون کو دسوان حصہ بھی اون تکلیفونکا نہین ہوتا جو جیل مین تکالیف ہین۔ اسلام مین غلامی مثل فرزندی کے ہے۔ اگر اوسپر کوئی اعتراض کرے تو ہمکو اوسکے اعتراض کی کوئی پرواہ نہین گاڈفری ہنگس فقرہ ۸۸ سے ۹۴ تک لکھتے ہین جس سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ اسلام نے اس بارہ خاص مین بہت کچھ اصلاح و ترقی کی وہ کہتے ہین،، انسانون کی بدقسمتی ہے کہ نہ عیسیٰ نے اور نہ محمدؐ نے انسداد غلامی کو مناسب سمجھا اگر شاید یہ کہا جاوے کہ جب اونھون نے اپنے مریدون کو یہ ہدایت کی کہ اورون سے اوسی طرح پیش آؤ جس طرح کہ تم چاہتے ہو کہ وہ تم سے پیش آوین تو اس حکم سے گویا اونھون نے غلامی کو منسوخ کر دیا تو یہ تعریف کے لایق ہے مگر بدقسمتی سے تجربہ مین صحیح نہین خانہ زاد غلامی اسلام کے یہان بیشک ایسی ہے کہ اومین عذر کی گنجایش نہین مگر اون بیرحمون سے جو ملک افریقہ کی تجارت غلامی اور ویسٹ انڈیز

کی نئی آبادیون مین ہوتی ہے اوسکو کیا نسبت ہے۔ جیسے روم پوپ کینٹربری کے پادریون اور انجمنون اور پوپ کے فرطنون اور مسئلون اور مذہبی قانون وغیرہ کا تذکرہ خوب سنا ہے مگر یہ کبھی سنا کہ ان شخصون سنے اس عیب تجارت کے خلاف کوئی اعلان کیا تبلاؤ کوئی فرمان ہوا یا قانون یا کام انجمن کا خود روم اور کینٹربری کے پادری اس خطاب سیعنے اپنے پیرونکی شہوت پرستی کے ذریعہ بنی کے مستحق ہین جسکو محمد کی طرف منسوب کرتے ہین اسلیئے کہ تجارت مذکور کی بیرحمی کے صاف ثابت ہونے کے بعد بھی اونھون نے اون لوگون کو اپنے فرقہ سے علیحدہ نہ کیا جو اوس مین مصروف تھے چنانچہ فرقہ کواس نے کردیا تھا۔ مجکو معلوم ہے کہ وہ چرب زبانی سے یہ جواب دین گے کہ ایک آدمی کو صرف غلامونکے مالک ہونے کیوجہ سے ہم خارج نہین کرسکتے کیونکہ غلامی کا جائز ہونا غالبا انجیلون اور صحیفون کے ہر صفحہ مین پایا جاتا ہے اسلیئے کہ جہان کہین لفظ سروس کا پایا گیا ہے اور ترجمہ اوسکا خادم ہوا ہے وہان غلام کا استعمال ہونا چاہیے تھا کیونکہ لفظ سروس کے لفظ معنے اوس شخص کے ہین جو بازار مین خرید اگیا ہو یا فروخت ہوا ہو مگر چونکہ لفظ معتق یعنے غلام آزاد شدہ بمنزلہ کرایہ کے خادم کے ہے اسلیئے غلام کی جگہ خادم بولا گیا لیکن خانہ زاد غلامی اگر بدقسمتی سے عیسائیون مین جائز سمجھی جاوے تو یہ نتیجہ کسیطرح سے نہین نکلتا کہ افریقہ کی تجارت غلامی کی اجازت دیدی گئی ہو جسکی قباحتونکا متقدمین کبھی گمان نہ کرسکے ہونگے اور ہر بات مین عیسائیونکی خانہ زاد غلامی سے مختلف ہے گو کہ محمدؐ نے اس رسم قبیح کو منسوخ نہین کیا جیسا کہ آپکو کرنا مناسب تھا تاہم آپنے اُسکو بالکل فروگذاشت بھی نہین کیا کیونکہ یہ بیان فرما دیا کہ سب مسلمان بھائی ہین اور کسی شخص کو اپنا بھائی غلامی مین رکھنا نہین چاہیے

اپنے اسی کہنے سے گویا بہت سے آدمیون کو آزاد کر دیا تو اس معاملہ مین محمد نے بقدر
نہین کیا جسقدر کہ آپکو کرنا چاہیے تھا مگر آپنے کچھ تو کیا اور کچھ کرنا اور نہ کرنے سے بہتر ہے
اور ہرچند اس سے غالباً بعضون کو ترغیب ہوئی ہو گی کہ اپنے تئین بلا عقیدت مرید
بناوین جس کیوجہ سے ایک دیندار عیسائی جو مذبح کے جلتے کوئلے کی حرارت سے بھڑکا ہوا ہے
اسپر لعن طعن کرے گا اور اسکو برے محمل پر عمل کریگا تاہم اسکے ذریعہ سے لکھو کھا آدمی
خواری سے بچگئے۔ دوسری ترمیم غلامی کی یا دفعیہ اوسکی برائیونکا شرع مین یہ پایا
جاتا ہے کہ غلامونکی فروخت مین والدہ بچون سے کسیطرحپر جدا نکی جاوے اور یہ جرم
ویسٹ انڈیا والے ہر روز کرتے ہین۔ اس قسم کا قاعدہ مین نے انجیلون مین نہین دیکھا
ہے اسلیے محمد نے اس قاعدہ کی نقل انجیل سے نہین کی ویسٹ منسٹر ریویو مین لکھا ہے
محمد کا قاعدہ غلام کرنے کا یہ تھا اگر غلام تمھارے پاس اوین تو تم اونکو قید کر کے
علے رؤس الاشہاد فروخت نہ کرو کو کوئی دعویدار پیدا نہ ہو جیسا کہ نوین صدی مین
عیسائی انگلستان کے صوبون مین قاعدہ رہا ہے بلکہ اونکو آزاد کر دو اور یہ ممنوع ہے
کہ اونکو دوسرون کے حوالہ کرو اور آپ عرب کے ویرانون مین ساتوین صدی مین تھے
(دیکھو ویسٹ منسٹر ریویو نمبر ۹ صفحہ ۲۲۱) قرآن مین ارشاد ہے ،، والذین یبتغون
الکتاب مما ملکت ایمانکم فکاتبوھم ان علمتم فیھم خیرًا واتوھم
من مال اللہ الذی اتیکم یہ بات مینے انجیلونمین نہین پائی ہسپانیہ کے لالچی لوگون
نے بھی کیوبا مین اپنے غلامون کی نسبت ایسی ہی تدبیر پر عمل کیا ہے جن سے وہ
اپنے آپ کو رفتہ رفتہ آزاد کر لین ،، دو مسٹر بارسورتھ سمتھ ،، بھی اپنی کتاب
محمد اینڈ محمدن ازم ،، مین لکھتے ہین کہ ،، اب ہم یہ دیکھنا چاہتے ہین کہ غلام کی

نسبت اسلام نے کیا گیا - چنانچہ اسمین کلام نہین ہوسکتا کہ اوسکے بابت مین بھی ترقی
کی جانب قدم بڑھایا گیا - بلکہ عورتون کے باب مین جو قانون بنایا گیا اس کی نسبت
غلامی کے معاملہ مین زیادہ ترقی کی - بیشک محمدؐ نے غلامی کو بالکل نہین ہٹادیا
کیونکہ ملک کی موجودہ حالت کے لحاظ سے ایسا کرنا نہ تو مناسب تھا اور نہ ممکن ہی تھا
لیکن اونھون نے لوگون کو غلامون کے ازاد کرنے کی رغبت دلائی اور یہ اصول
قرار دیا کہ جو قیدی مسلمان ہوجاوے وہ آزاد سمجھا وے - اور اس سے بھی زیادہ اہم
بات یہ کی کہ اونھون نے حکم دیا - کہ کوئی آزاد شدہ غلام اس سبب سے کہ اوس نے
محنت و مشقت سے ایک دیانتداری اور عزت کی زندگی بسر کی ہے ذلیل نہ سمجھا جاوے
اور اونکی نسبت جو غلامی کی حالت مین ہون یہ حکم دیا کہ اونکے ساتھ مہربانی وملایمت
سے برتاؤ کیا جاوے - چنانچہ اونھون نے اپنی اخیری الوداعی خطبہ مین جو اپنی
وفات سے ایک سال پیشتر بمقام ومنا پڑھا تھا کہا ہے کہ اے مسلمانو نہ تم غلامون کو
ویسا ہی کھانا کھلاؤ جیساکہ تم خود کھاتے ہو - اور ویسا ہی کپڑا پہناؤ جیساکہ تم خود
پہنتے ہو کیونکہ وہ بھی خدا کے بندہ ہین اونکو ستانا نہین چاہیے - پس ایک غلام
جو قانون اور ایسے اعلے درجہ کے احکام مذہبی کی حفاظت مین ہو وہ اون معنون کے
لحاظ سے جو لفظ غلام کے اس زمانہ مین سمجھے جاتے ہین غلام نہین کہا جاسکتا جب کہ
مین اوپر بیان کرچکا ہون - یہ امر قابل لحاظ ہے کہ وہ لفظ جسکا ترجمہ غلام ہے -
قرآن شریف مین کہین نہین آیا - جو جملہ قرآن مجید مین استعمال کیا گیا ہے وہ یہ ہے
،، وہ جو تمھارے داہنے ہاتھ کے قبضہ مین ہین ،، جسکے معنے صرف یہ ہین کہ جو ایک
واجب طور کی لڑائی مین قید ہوکر آئے ،، اور اسطرح سے اپنی آزادی سے محروم

ہو سمجھ گئے ہون، ایسے قیدی اگر مسلمان ہو جاتے تھے تو انکی نسبت یہ حکم تھا
کہ آزاد کردیے جاوین۔ لیکن اگر اپنی مذہب پر قایم رہتے تھے۔ تو آپکا حکم اپنے
معتقدون کے لیے یہ تھا کہ پھر بھی تم اونھین اپنا بھائی سمجھو اونھون نے فرمایا کہ جو مالک
اپنے غلام سے مہربانی کرے وہ مقبول خدا ہوگا اور جو اپنے اختیار کو برے طور پر استعمال
مین لاوے۔ یعنی غلام کو ستاوے وہ داخل بہشت نہوگا۔ ایک مسلمان نے اونسے
سوال کیا کہ جو میرا غلام مجھے ناراض کرے اوسے کتنے بار مجھے معاف کردینا چاہیے نبی عربی نے
جواب دیا کہ ایک روز مین ستر دفعہ۔
محمد نے ایک نیم شایستہ ریاست کے سردار کی طرح قیدی عورتون کو حرم بنانا جائز
رکھا لیکن وہ عورت جسکی اس طرح پر اولاد ہو جاوے اوسکی نسبت یہ حکم دیا کہ وہ اولاد
سے جدا نہ کی جاوے۔ اور نہ وہ پھر بیچی جاوے بلکہ مالک کے مرجانے کے بعد آزاد
سمجھی جاوے۔ یہ رحیمانہ قوانین جیسے کہ امید کیجا سکتی ہے قوانین شریعت موسوی
کے موافق ہے۔ لیکن بہت سے باتون کے لحاظ سے اونسے بہتر ہین۔ بلکہ ایسے ہین
کہ کسی یوروپین۔ یا امریکن بردہ فروش سلطنت نے اپنے مجموعہ قوانین مین اوسوقت
تک رائج نہین کیے تھے۔ جیسا کہ عیسائیت کے موجد نے غلامی کو بالکل نیست
ونابود کردیا مثلاً ایک یہودی قوم کا آدمی جب غلام ہو جاتا تھا اوسکی نسبت شریعت
موسوی کا یہ حکم تھا کہ جب وہ اپنی غلامی کا زمانہ پورا کرلے۔ تو آزاد سمجھا جاوے لیکن
وہ عورت جس سے اوسکے مالک نے اوسکی شادی کردی ہو معہ بال بچون کے
اوس سے جدا کرلی جاوے اور وہ غلامی مین رہین جو مسلمان مالک اپنے غلام پر
بیوجہ خفا ہو۔ اوسپر واجب ہے کہ اوسکو فوراً آزاد کردے۔ مگر بخلاف اس کے۔

اگر کوئی بیوی اپنی غلام کو یہانتک ستاوے کہ اُسکو جان سے مار ڈالے تو وہ سکو لیکن ایسے سزا کا حکم تھا لیکن اگر وہ اپنی سزا کی حالت مین ایک یا دو دن تک زندہ رہے تو بالکل چھوڑ دیا جاوے ۔ جیسا کہ انجیل کے انگریزی ترجمہ مین خوفناک سخت الفاظ مین اس مطلب کو یون ادا کیا گیا ۔ کہ غلام اپنے مالک کا روپیہ ہے جس طرح سے چاہے اوسے استعمال کرے ۔ امریکہ کی ان سلطنتون مین جنمین غلامی جایز تھی غلام کو کوئی قانونی حق حاصل نہ تھا ۔ اگر کوئی مالک اپنی لونڈیون سے نیک برتاؤ کرتا تھا تو یہ صرف اوسکی انسانیت سمجھی جاتی تھی ۔ نہ کہ اسلام کی طرح کہ اوس کے (یعنے مالک کی) نہایت عروج کی حالت مین بھی عدالت کو جائز تھا کہ اوس کو غلام پر مہربانی کرنے کے لیے مجبور کر سکے ۔ تمام انسانونکا خدا کی نظر مین برابر ہونا ایک ایسا اصول تھا جسپر محمدؐ نے ہر ایک مقام پر زور دیا ہے اور اسی طرح پر چونکہ یہ اصول غلامی کی نسبت ذات وغیرہ کے خیال کو مٹا دیتا تھا اس لیے غلامی کی ذلت کو بھی دفع کر دیا محمدؐ کے نزدیک محنت کرنا ذلت کا موجب نہ تھا اور ملک عرب کی رسم غلامی اگرچہ اصولاً ہمیشہ برا کہنے کے لائق ہے لیکن اسوجہ سے غلامی ایک زیادہ تر مستحکم اور زیادہ مستقل تعلق ہوگیا جو گھر مین دوسرے لوگون سے خدمت لینے کے اوس طریقہ سے جو اور ملکون مین جاری تھا کچھ زیادہ برا نہین کہا جاسکتا ۔ پھر بھی صاحب لکھتے ہین کہ شاید یہ بات تعجب انگیز معلوم ہوتی ہے کہ عیسائیت اور غلامی ایک دن کے لیے بھی کسی طرح اکھٹے رہین ۔ لیکن ہمکو تو حقایق سے بحث ہے اور یہ امر محقق ہے کہ غلامی بیشک عیسائیت کے ساتھ رہے تھے بلکہ اونہون نے عیسائیت کی روسے جائز ہونے کا دعویٰ اونیسوین صدی تک بھی

ہے۔ اور یہ کہ انجیل مین بیشک کوئی صریحی ممانعت غلامی کی نہین ہے بلکہ برخلاف اسکے اوسمین غلامی کو بطور ایک موجودہ رسم کے تسلیم کیا گیا ہے۔ اور پولوس نے مالکون کے ساتھ نوکرون کے فرائض کو (جنکو ایسے غلامون کے سخت نام سے مخاطب کیا ہے) ایسی ہی صراحت سے بیان کیا ہے جیسے کہ مالکون کے فرایض کو اونکے ساتھ۔ پس اسلام کی فضیلت اور مذاہب پر تو اس معاملہ مین بھی ایسی ثابت ہے جیسے اور معاملات مین وید بھی غلامی کے صریحی الفاظ مین اجازت دے رہا ہے پھر اسلام پر کیا اعتراض ہے وہ جو شودر خرید کیا گیا ہو اوس سے داسس (غلام) کا کام کرانا چاہیے (منو ۸/۴۱۳) کیونکہ برہمن کا داس کرم کیواسطے سری برہما جی نے شودر کو پیدا کیا ہے۔ (۱) دھوجاہرت (جسکو میدان جنگ سے فتح کرکے لائے) (۲) بھگت داس (جو روٹی کی خاطر غلامی کا کام کرنا منظور کرے) (۳) گرہن داسی (جو کسی قصور کی سزا کے عیوض غلامی کام کرنا منظور کرے) سے پیدا ہو (۴) مول لیا ہو (۵) دان مین ملا ہو (۶) بزرگون سے چلا آتا ہو (۷) ڈنڈ داس (جرمانہ کے عوض جنکی غلامی قبول کی ہو) یہ ساتون بھی داس (غلام) ہی ہین (منو ۸/۴۱۵) زوجہ و فرزند و داس (غلام) یہ تینون بے زر ہین اور اگر دولت کو فراہم کرین تو جس کے یہ تینون ہین اوسی کی دولت ہے (منو ۸/۴۱۶) اس آخری حکم سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غلام اپنے پیدا کردہ مال کا بھی مالک نہین ہے۔

حدو قصاص

حدو قصاص - یہ ایک شاخ سیاست مدن کی ہے شریعت اسلام مین سب سے
زیادہ مدار نظام عدل پر ہے اور تاکید در تاکید ہے عدالت کی پابندیکی -
واضح رہے کہ حکمت اخلاق عمل ہے غالبًا پس اسمین زبانی جمع خرچ کا زیادہ مصرف
نہین جو کچھ ہے پابجے عمل درآمد مین پس اوسمین ایسا پابند ہونا کہ کبھی خواب مین بھی
بے انصافی نہ کرے اور سوتے جاگتے اوسے اپنا اوڑھنا بچھونا کرے اور جہان
ایسے گرونکا اخلاق نے ڈھب ڈال لیا ہوا ور رحم بیٹھا اور ذاتی شرافت سے اونکا
حمایتی بن گیا اور ہر دفع اونپر ہٹ کرنے کا ڈھب پڑگیا تو آسمانی مدد کا فیضان
اپنے ذاتی قطعی تجربون سے معلوم ہونے لگتا ہے اور ایک نئی طرحکا خداداد جذبہ
ہوجاتا ہے کہ کبھی وہ بہ تکلف بنانے سے نہین بن سکتا اور بے تکلف جب حاصل
ہوتا ہے تو دشمن تک پر اوسکا اثر ظاہر ہوتا ہے اور ہوتے ہوتے خدا کے جلال سے
لبالب اُسکا بدن بھرجاتا ہے اور بے ساختہ چھلکنے لگتا ہے اور یہ شخص اوسوقت
مظہر انصاف ہوجاتا ہے اور تسخیر حق مین ہوتا ہے کہ وہی اس سے کام لیتا ہے
اور یہ ہیئت مجموعی گویا ایک آلہ حق کا ہوجاتا ہے اور زبان اوسکی ترجمان حق
ہوتی ہے اور نمونہ اوس روحانیت وحقانیت کی - اور چاشنی اوس کی
پانے لگتا ہے کہ جو پیرون اور اماموں مین تھی - اور انصاف قریب و ہمسایہ ہے
خوف خدا کا اسلیے کہ انصاف رفیق ہے ترک ظلم کا اور ظلم مین ڈر ہے خدا کے
عدل و مواخذہ کا پس یہ ڈر باعث ہوگا ترک ظلم کا جو مستلزم ہے عدل کا

تو بندہ کا انصاف اور اوسکا ترک ظلم ہمسایہ ہوے اور ظلم اوسکا علت عدل خدا کی اور عدم ظلم عدم عدل کی کہ جو مستلزم رحم و انعام ہے خدا کے مبدا فیض ہونے کی وجہ سے پس ترک ظلم اور ظلم بندہ اور عدل اور ترک عدل خدا بلکہ عدل و ظلم بندہ و رحم عدل خدا گویا کہ اربعہ متناسبہ ہوے۔ پس جبکہ عدل عمدہ صفت ہے اخلاق کی اور مذہب اسلام مین اسکی تاکید در تاکید ہے تو یہ مقتضاے عدل و انصاف حد و قصاص کا جاری کرنا ہے۔ اور یہ کہنا کہ خونریزی صلاح عام کے خلاف ہے جسقدر زیادہ ہو اور جتنی کم ہو وہی صلاح کے موافق تر پس ایک کی تو جان گئی دوسری جان کا مارنا زیادہ تر صلاح عام کے خلاف تھا۔

جواب اسکا یہ ہے کہ چونکہ یہ مقدمہ ہے صلاح نوعی کا تو اس لیے بمجبوری قصاص قرار دیا گیا ہے۔ لیکن جب تک بچ سکے اور فوت غرض نہ ہو تو بچانے کا پہلو صلاح نوعی کی راہ سے مقدم ہوگا اسوجہ سے حکمت ناموس نے قاعدہ دیت اور عفو کا مستثنٰی کر لیا ہے کیونکہ خالی عفو تو فرض نادر ہے پس اوس سے اصلی حکمت قصاص باطل نہین ہو سکتی اور دیت مین باوجود ندرت و زحمت معتدبہ کہ جو کفایت عبرت کے لیے کرتی ہے جان بخشی صلاح عام ہے پس بلاشبہہ اصول حکمت کی راہ سے یہ تعلیم صحیح ہے۔ اور حصر قیاس ہے مین جیسا کہ عمل درآمد بعض حکما ہے خلاف اصول حکمت ہے اور کیسی عدالت کی بات ہے کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان۔ اور دانت کے بدلے دانت اور ہر زخم کے بدلے ویسا ہی زخم شریعت مین مقرر ہے اور اس سے زیادہ اور کس مین عدالت و انصاف ہے۔

لیکن حد سرقہ مین یہ شبہہ ہوتا ہے کہ چوری مالی جرم ہے اوسپر ایسی سخت سزا بدن
کی ظلم ہے اور یہ غلط ہے اسلیے کہ اسمین اظہار عظمت کا بدخلقی کی ہے اور عبرت مقصود
ہے اور ہدایت ہے اسکی کہ چوری بڑی بدخلقی ہے کہ کبھی اوسمین جان جوکھم ہوتی ہے
مثلاً ایک محتاج جان بلب ہے کہ کچھ اور پیدا نہین کرسکتا اور چور نے دانستہ یا نادانستہ
لالچ سے وہ سب مال چرالیا تو اوس بیچارہ کی تو مرن ہوئی اسلیے پہلے ہی سے کیون
اوسکی گنجایش رکھی جاوے اور سخت سزا کہین سہل ہو جاتی ہے شرطونکی سخت
کر دینے سے اور عبرت کی عبرت قایم رہتی ہے اور چند کو سخت سزا ہو کر باقیونکا بالکل
پاک رہنا اور اوس بدخلقی کا ناپید ہو جانا بہتر ہے اس سے کہ بہت سی تھوڑی تھوڑی زحمت
جھیل جاوین اور وہ بری عادت نہ چھوڑین اور ارادے کامونکے کیسی ہی سخت ہو بعد
مشہور کر دینے کے ظلم نہین بلکہ ظالم وہ ہے کہ باوصف اوس سزا کے پھر بھی اوس جرم کا
باعث ہو تو خود اوسنے اپنے پاؤن پر کلھاڑی ماری اور بعض فعل بعض وجہون
سے ظاہر مین خفیف ہون اور بعض وجہون سے حقیقت مین بہت شدید جیسے حملہ کرنا
اور چوٹ مار بیٹھنا کہ پہلے مین فقط ارادہ ہی ہے سرزد کرنیکا نہ یہ کہ کچھ سرزد ہوا
مگر امکان ایسی کاری چوٹ کے سرزد ہونیکا جو رکھتا ہے کہ جو مہلک ہو تو وہ
سخت تر ہے خود اوچھی چوٹ سے ۔ اسیطرح جیسے چوری زنا کفر وغیرہ جو جڑ ہین
بہت سے گناہون کی تو اونہین زیادہ سخت سزائین قرار دینا خصوصاً
اس لحاظ سے کہ انہین سہل انکاری نہ کی جاوے عین عقل ہے ۔

والحمد للہ علے اتمامہ

ورباعیات
وغیرہ بھی ہین
مجالس الابرار ترجمہ بحار الانوار ۴ر
درحالات امام حسین ع
محاسن الابرار ترجمہ بحار الانوار العمر
درحالات امام حسن ع
مجالس الابرار ترجمہ بحار الانوار ۸ر
درحالات جناب سیدہ عمر
مجموعہ مراثی جناب میر عشق
مرحوم جلد اول ۱۲ر
ایضاً جلد دوم عمر
دیوان نوحجات حیدر
مع مناجات جلد اول از
آغا حیدر علی بیگ۔ ۴ر
کلیات مراثی دبیر وسلام
از مرزا سلامت علی صاحب
جلد اول کاغذ سفید فوٹو تسوری عمر
ایضاً جلد دوم ۱۱ر
مجالس شعبعہ (عربی) مصنفہ
جناب آقا میرن صاحب قبلہ
علیہ مکان اعلی اللہ مقامہ
ہر دو حصہ در مصائب۔ للعہ
منتخب المصائب المعروف
مجالس حسینیہ نہایت معتبر مع
توثیق جناب آیۃ اللہ فی الارضین
وحجۃ علی المجاہدین آقا
السید ناصر حسین صاحب دیگر علما لکھنو ۸ر
مد ظلہم

مرثیہ ہائے مفصلہ ذیل مصنفہ
شاعر شیرین بیان مداح عترت
شاہ مرسلان جناب سید
مصحف حسین صاحب شاگرد
رشید جناب مولوی علی میان
کامل مرحوم جنکے مطلع ذیل
مین مرقوم ہین قابل دید ہین
تقطیع کلان کاغذ سفید
گندہ پر نہایت اہتمام سے
طبع ہوئے ہین اور ہر مرثیہ
مین سلام و رباعیات بھی
شریک کر دیئے ہین۔
"وہ سے کلاک قم مدح کے
وادی مین گذر کر" درحال
جناب سید الشہدا علیہ السلام
بند ۱۷۲ ۲ر
"دو آمد ہے کس دلیر کی دشت
قتال مین" درحال جناب
عباس علیہ السلام بند ۱۷۳ ۲ر
"وہ پھر جوش پہ ہے قلزم طبع
روان مرا" درحال جناب
علی اکبر علیہ السلام بند ۱۶۰ ۲ر
"یا سبط نبی لطف زبان
دیجئے مجکو" درحال جناب
قاسم علیہ السلام بند ۱۵۹ ۲ر
"دشت آفت مین صبح عاشور
ہوئی" درحال حضرت قاسم ۲ر
بند ۱۴۴

"یا رب کہ ابنی الفت خالص
عطا نہے" درحال حضرت
علی اکبر ع بند ۱۹۶ ۲ر
"اے قلم تیزی و زبان دکھلا کے
درحال حضرت امام حسین بند ۱۴۴ ۲ر
"کیا رتبہ بازوئے رسول
دوسرا ہے" درحال حضرت
عباس ع بند ۱۷۴ ۲ر
سواد غم مجموعہ نوحجات
جناب مولوی سید علی میان
کامل مرحوم مع توثیق حضرت
صدر المحققین آقا السید ناصر حسین
صاحب قبلہ مد ظلہم العالی ۸ر
مجموعہ نوحجات جناب نواب
باقر علیخان عرف نواب بنے
صاحب مشتاق مرحوم ۱ر
مجموعہ نوحجات جناب نواب
سید محمد حسین خان مرحوم ۴ر
گنجینہ عزا نوحجات مشتری مرحوم ۲ر
بیاض نوحجات جناب نواب
سید بہادر علیخان صاحب انجم ۲ر
عروج غم۔ نوحجات جناب
نواب میر اصغر حسین صاحب
فاخر مرحوم ۱ر
مخبر ماتم۔ مجموعہ نوحجات و
ماتم وغیرہ۔ ۲ر
فروغ غم۔ مجموعہ نوحجات جناب

نواب وصی علی خانصاحب
خان بہادر۔
ذخیرہ ماتم ۲ر
افزائش غم مجموعہ نوحجات
جناب سید فرزند حسین صاحب ۲ر
ذاکر اسمین ماتم بھی درج ہین
ترجمہ جلاء العیون اردو کامل ۲ر
روض الصادقین اردو ۲ر
مصنفہ جناب حکیم مولوی
سید ظفر مہدی صاحب مرحوم
جلد اول
ایضاً جلد دوم اسمین جناب
مصنف نے نہایت ۸ر
معتبر کتب حدیث نور کو
جمع کیا ہے اور اول خلقت
نور جناب رسالتمآب و جناب ۱ر
ولادت آپ سے آخر زمانہ
جناب ختمی مرتبت تک کے ۴ر
واقعات کو رقم فرمایا ہے

المشتہر

وارو غم

سید محمد

مالک تصویر

عالم پریس لکھنو

بشارت

حضرات، جس گوہر بے بہا کی دید کا اشتیاق عرصہ دراز سے ہماری قدردان قوم کو تھا
یعنے کتاب مستطاب حمایۃ الاسلام، اُس درنایاب کا پہلا حصہ تمام ہو کر طبع ہوگیا ہے
یہ کتاب اپنی طرز تحریر مین خود اپنی نظیر ہے فلسفہ جدید سے حضرات علامہ نے اُن شبہات کا
کافی جواب تحریر فرمادیا ہے جو مذہب اسلام پر مخالفین اسلام کے ہاتھ سے وارد ہوئے
اور خوبی یہ کہ کسی مذہب پر اشارہ یا تصریح سے کوئی طنز و تشنیع نہین بلکہ سلاست
و بلاغت و حسن بیان ملاحظہ کتاب سے واضح ہوگی۔

پہلی جلد کی قیمت علاوہ محصول ڈاک مبلغ یکروپیہ ہے جن حضرات کو مطلوب ہو با رسال
قیمت یا بذریعہ وی پی ذیل کے پتہ سے طلب فرماوین۔

اس کتاب کی دوسری جلد تمام و کمال موجود ہے حامیان قوم و ہمدردان اسلام
کی توجہ درکار ہے ایک باہمت رئیس کی اعانت و امداد سے انشاء اللہ یہ بیڑا بھی
پار ہے۔ ہمارے گذارش کی ضرورت نہ تھی اس پہلے حصے کو آپ خود ملاحظہ
فرما کر اس امر کا اندازہ فرماوین کہ اسلام کو ایسی کتابون کی کسقدر ضرورت ہے
دو سو درخواستو نپر دوسرا حصہ بھی طبع ہونا شروع ہوگا۔ قیمت پیشگی جلد دوم
محصولڈاک عہ، مابعد عہر۔

آپکی توجہ کا منتظر سید رضی

لکھنو ڈیوڑھی آغا میر کوٹھی تحسین